حیاتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تصنیف

الاستاذ علی الطنطاوی

سابق جج ہائی کورٹ، دمشق

ادارہ معارفِ اسلامی

ادارہ معارف اسلامی

یہ ادارہ، اسلامی علوم و معارف کی تحقیق و تصنیف اور اشاعت و ترویج کے لیے قائم کیا گیا ہے۔اس کی بنیاد دور حاضر کے عظیم مفکر اور قائد تحریک اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جولائی ۱۹۶۳ء میں رکھی تھی اور اس کا پہلا مرکز کراچی میں قائم کیا گیا تھا۔بعدازاں فروری ۱۹۷۹ء میں مولانا مرحوم نے لاہور کو اس کا دوسرا مستقر بنایا۔اب کراچی اور لاہور میں ادارہ معارف اسلامی کے دونوں مراکز داخلی طور پر خود مختارانہ اور مقصدی اور آئینی طور پر ہم آہنگی سے حسب ذیل مقاصد کے لیے کوشاں ہیں:

- تحقیق اور علمی جستجو کے بعد اسلامی تعلیمات کو جدید ترین اسلوب اظہار کے ذریعے پیش کرنا اور تمدن، تاریخ، قانون، معیشت اور دوسرے دائروں میں جو مسائل درپیش ہیں ان کا حل اسلام کی روشنی میں تلاش کرنا۔
- علمائے اسلام کے تحقیقی کارناموں کا ترجمہ، ترتیب نو، تشریح و توضیح اور اشاعت، اسی طرح قدیم علمی خزانوں تک آج کے طالب علموں کی رسائی ممکن بنانا۔
- عالم اسلام کے موجودہ مسائل اور مستقبل کے امکانات کے بارے میں صحیح اور حقیقت پسندانہ فہم پیدا کرنے کے لیے مسلم ممالک کے بارے میں بالعموم اور پاکستان کے بارے میں بالخصوص تحقیقی کام کرنا۔
- اسلامی موضوعات پر دور حاضر کے مسلم علما کے نمایاں کارناموں کی دنیا کی اہم زبانوں بالخصوص اردو، عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور سواحلی میں تراجم اور اشاعت کا انتظام کرنا۔
- عام پڑھے لکھے لوگوں میں اسلامی تہذیب و تمدن، تاریخ اور مسلم دنیا کے موجودہ مسائل کا صحیح فہم پیدا کرنے کے لیے مناسب طرز کی عام فہم کتابوں کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔
- تعلیم کو مثبت اسلامی آہنگ دینے اور اسلامی بنیادوں پر تشکیل شدہ ایک نئے نظام تعلیم کی راہ ہموار کرنے کے لیے مختلف مراحل کی نصابی اور امدادی کتب کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

حیاتِ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ

مصنف

الاستاذ علی الطنطاوی

سابق جج ہائی کورٹ، دمشق

ترجمہ

پروفیسر عثمان غنی

ادارہ معارفِ اسلامی

منصورہ۔ لاہور۔ پاکستان

Marfat.com

297.9922
ع 154 ل
93988
م ک ر

یکے از مطبوعات ادارہ معارف اسلامی

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	حیاتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
مصنف	الاستاذ علی الطنطاویؒ
مترجم	پروفیسر محمد عثمان غنی
باہتمام	ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور
	35414677,35432476
مطبع	ڈوِے پرنٹرز عمر پارک، بند روڈ، لاہور
اشاعت دوم	1991ء
اشاعت سوم	دسمبر 2010ء (1100)
صفحات	320
قیمت	-/240 روپے

تقسیم کنندہ:

مکتبہ معارف اسلامی

منصورہ ملتان روڈ لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 54790

فون: 35432419,5419520-24

Marfat.com

فہرست

❖ حرفِ چند ۱۳
❖ پہلی بات ۱۷
❖ مقدمہ ۲۸
❖ پیش لفظ ۳۳

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

❖ اسم گرامی، لقب اور کنیت ۴۸
◆ عبداللہ ۴۸
◆ عتیق ۴۹
◆ عتیق کا مفہوم ۵۰
◆ ابوبکر ۵۱
◆ الصدیق ۵۳

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نسب اور حلیہ

❖ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ (حضرت ابوبکر کے والد) ۵۹
◆ ابوقحافہ کا اسلام ۵۹
◆ بیٹے پر شفقت ۶۱
◆ ابوقحافہ......رحلت نبوی کے موقعہ پر ۶۱
◆ ابوقحافہ حضرت ابوبکر کے عمرہ کے وقت ۶۲
◆ ابوقحافہ انتقال صدیق کے وقت ۶۳
◆ حضرت ابوبکر سے ابوقحافہ کی وراثت ۶۴
◆ وفات ۶۴
❖ ام الخیر رضی اللہ عنہا (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ) ۶۵
❖ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک ۶۹

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات قبل از اسلام

❖ قبل از اسلام ۷۰

۲۰۱۱-۰۸-۰۹
Marfat.com

- شراب سے اجتناب ۷۱
- تجارت ۷۱
- مروّت ۷۲
- بت پرستی سے نفرت ۷۲

- حضرت ابوبکر صدیق کا قبول اسلام ۷۳
- یمن میں ۷۴
- شام میں ۷۴
- قبول اسلام ۷۵
- پہلا مسلمان ۷۶

- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے جولوگ مسلمان ہوئے ۸۱
- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع ۸۶
- جن لوگوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آزاد کیا ۹۱
- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابی بن خلف ۹۵
- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حبشہ کی طرف نکلنا ۹۷

ہجرت مدینہ

- ہجرت مدینہ ۱۰۰
- ام معبد کا واقعہ ۱۰۳
- سراقہ کا واقعہ ۱۰۵
- غار کا واقعہ ۱۰۹

ہجرت کے بعد کے حالات واقعات

- مدینہ منورہ میں ۱۱۳
- مدینہ منورہ میں ۱۱۳
- مدینہ منورہ میں بخار ۱۲۰
- مسجد نبوی کی تعمیر ۱۲۲
- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہلِ خانہ ۱۲۳

- جنگ بدر میں ۱۲۴
- جنگ احد ۱۳۳
- واقعہ افک ۱۳۷

Marfat.com

❖ صلح حدیبیہ کے موقع پر ۱۴۶
❖ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فوجی دستہ ۱۴۷
❖ جنگِ حنین میں ۱۴۸
❖ وفد ثقیف ۱۵۲
❖ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر حج کی حیثیت سے ۱۵۶
❖ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں امام کی حیثیت سے ۱۵۸
❖ حضرت ابوبکر کا موقف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے موقع پر ۱۶۲

خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ

❖ حضرت ابوبکر کی خلافت ۱۶۶
◆ سقیفہ بنی ساعدہ کا احوال ۱۶۶
◆ عام بیعت ۱۷۳
◆ تاخیر سے بیعت کرنے والے ۱۷۶
◆ حضرت علیؓ بیعت کرتے ہیں ۱۷۷
❖ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور اس کی دلیل ۱۸۲
❖ جیش اسامہ اور اہل ارتداد ۱۸۹
◆ اہل ارتداد ۱۹۱
◆ مانعین زکوٰۃ ۱۹۳
◆ مدینہ کے گردونواح میں ارتداد کی لہر ۱۹۴
◆ عظیم الشان فتح ۱۹۸
❖ خلافت کے بعد کی زندگی ۲۰۲
❖ حضرت ابوبکر کا بیت المال ۲۰۶

مناقب صدیق

◆ صدیق اکبر کے بارے میں قرآنی آیات ۲۰۸
◆ امتِ محمدیہ کا سب سے پہلا جنتی ۲۰۹
◆ ابوبکر جنت کے تمام دروازوں سے بلائے جائیں گے ۲۱۰
◆ جنت میں ابوبکر کے لیے نعمتیں ۲۱۰
◆ ابوبکر لوگوں میں سے بہترین ہیں ۲۱۰

Marfat.com

◆ نیکی کی طرف سبقت کرنے والے ۲۱۱
◆ رسول اللہؐ کے ساتھی ۲۱۲
◆ رسول اللہؐ کے ہاں ان کا مقام ۲۱۳
◆ حضرت ابوبکرؓ نبی کے ساتھی ۲۱۴
◆ سب سے زیادہ رحم دل ۲۱۴
◆ حضرت ابوبکر کا ایمان ۲۱۵
◆ حضرت ابوبکر کا مال ۲۱۵
◆ رسول اللہؐ کے لیے حضرت ابوبکرؓ کی خدمات ۲۱۶
◆ نبیؐ اور صحابہؓ کے سب سے زیادہ محبوب ۲۱۷
◆ حضرت ابوبکرؓ کا علمی مقام ۲۱۸
◆ رسول اللہ کی موجودگی میں حضرت ابوبکرؓ کے فتاویٰ ۲۱۸
◆ نبیؐ کی موجودگی میں مشورہ دیتے ہیں ۲۱۹
◆ نبیؐ کے سامنے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہیں ۲۱۹
◆ رسول اللہؐ کے رازوں کی حفاظت ۲۲۰
◆ رسول اللہ کی مسرت ۲۲۱
◆ آپ رسول اللہؐ کے وعدے پورے کرتے ہیں ۲۲۲
◆ جمع قرآن ۲۲۲
◆ خوفِ خدا اور زہد ۲۲۳
◆ تواضع ۲۲۵
◆ رسول اللہؐ سے دعا سیکھنا ۲۲۵
◆ ادھیڑ عمر اہل جنت کے دو سردار ۲۲۷
◆ اس امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں ۲۲۷
◆ تین نمایاں ترین شخصیتیں ۲۲۸
◆ حضرت ابوبکر اور حضرت علی ۲۲۸
◆ حضرت ابوبکرؓ۔ مجسم خیر ۲۲۹

متفرق واقعات

◆ رسول اللہؐ نے آپ کو مقدم کیا ۲۳۰
◆ وہ ٹھیک نہ بتائیں گے تو اور کون بتائے گا ۲۳۰
◆ آیت کی بے محل تلاوت ۲۳۱
◆ کستوری سے زیادہ خوشبو ۲۳۱
◆ تم بے محل کہتے ہو ۲۳۲

Marfat.com

- ہوسکتا ہے یہ تیرے لیے کفارہ بن جائے ۲۳۲
- عید کے دن ہیں، انھیں چھوڑ دو ۲۳۲
- اہل بدر کو عامل نہیں بناتے تھے ۲۳۳
- اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں ۲۳۳
- ابن عباسؓ کا فتویٰ ۲۳۳
- حضورؐ ان کے ساتھ رات دیر تک باتیں کرتے ۲۳۴
- خلیفۂ رسول اور امیر المومنین ۲۳۴
- ہم بھی اس طرح کے تھے ۲۳۵
- اطاعت رب تواضع ہی سے ممکن ہے ۲۳۵
- ابوبکرؓ کہاں گئے ۲۳۶
- حضرت ابوبکرؓ کے مہمان ۲۳۷
- تم نے سچ کہا اور جھوٹ کہا ۲۳۸
- کبھی شعر نہیں کہا ۲۳۸
- نقش خاتم ۲۳۹
- پورے قرآن کے حافظ ۲۳۹
- کھانا ۲۳۹
- احتیاط کا مسلک ۲۳۹
- میں تم سے اور تمھارے باپ سے زیادہ شہسوار ہوں ۲۴۰
- دامن ازس لو ۲۴۰
- خمس کی تقسیم ۲۴۰
- یہ بات کسی شریف النسب کی نہیں ۲۴۱
- گھر کے اخراجات میں کفایت شعاری ۲۴۱
- کبھی یہ کیفیت، کبھی وہ کیفیت ۲۴۱
- رسول اللہؐ کے گھر میں ۲۴۲
- حضرت ابوبکرؓ ایک ماہر نسب کے ساتھ ۲۴۲
- حضرت ابوبکرؓ گورنروں کے متعلق لوگوں سے پوچھتے ہیں ۲۴۵
- علم الانساب ۲۴۵
- اہل وعیال کے بارے میں ان کی غیرت ۲۴۵
- ثابت قدمی کیسے ۲۴۶
- اس کی اپنی دعا چوری سے زیادہ سخت ثابت ہوئی ۲۴۷
- حضرت ابوبکرؓ کا حلم وانتقام ۲۴۷
- کیا فارس وروم کی سنت پر چلیں ۲۴۸

Marfat.com

◆ حضرت ابوبکرؓ کی اولیات ۲۴۹
◆ وفود کے انچارج ۲۴۹
◆ شاہ روم کی طرف آپؓ کا قاصد ۲۴۹
◆ مدینہ میں آپؓ کے عمال اور قاصد ۲۵۰
◆ آپؓ سے مروی احادیث کی تعداد ۲۵۰

مرض، جانشین بنانا اور وفات

◆ مرض ۲۵۱
◆ حضرت عمرؓ کو جانشین بنانا ۲۵۲
◆ حضرت ابوبکرؓ کی وصیت ۲۵۸
◆ حضرت ابوبکرؓ کی وفات ۲۶۱
◆ حضرت ابوبکرؓ کی عمر ۲۶۲
◆ کفن و دفن ۲۶۲
◆ قبر کی جگہ ۲۶۳
◆ نوحہ و گریہ زاری ۲۶۴

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خاندان

❖ بھائی بہنیں ۲۶۹
◆ ام فروہ ۲۶۹
◆ قریبہ ۲۷۰
❖ بیویاں ۲۷۰
◆ قتلہ ۲۷۱
◆ اُمِ رومان ۲۷۱
◆ اسما ۲۷۱
◆ حبیبہ ۲۷۲
❖ اولاد ۲۷۳
◆ عبداللہ ۲۷۳
◆ عبدالرحمٰن ۲۷۵
◆ محمد ۲۷۸
◆ اسما ۲۷۹
◆ عائشہ ۲۸۱
◆ ام کلثوم ۲۸۶

Marfat.com

❖ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ۲۸۷
◆ حضرت بلالؓ ۲۸۷
◆ حضرت عامر بن فہیرہؓ ۲۸۸
◆ حضرت ابونافعؓ ۲۸۸
◆ حضرت مرہ بن ابوعثمانؓ ۲۸۸
◆ حضرت سلیمان بن بلالؓ ۲۸۸
◆ حضرت کثیر بن عبید التیمیؓ ۲۸۹
◆ حضرت شدیدؓ ۲۸۹
◆ حضرت سعدؓ ۲۸۹

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چند مشہور خطبے

◆ حضورؐ کے انتقال کے وقت خطبہ ۲۹۰
◆ سقیفہ بنی ساعدہ میں آپؓ کا خطبہ ۲۹۱
◆ بیعت کے بعد آپؓ کا خطبہ ۲۹۳
◆ بیعت کے فوراً بعد آپؓ کا خطبہ ۲۹۳
◆ آپؓ کا خطبہ جب کہ صحابہ اکرام نے آپؓ کو ترک جہاد کا کہا ۲۹۳
◆ فتنہ ارتداد کے موقع پر آپؓ کا خطبہ ۲۹۴
◆ شام کی فتح پر لوگوں کو ابھارنے والا خط ۲۹۵
◆ انصار کے سامنے آپؓ کا خطبہ ۲۹۵
◆ وعظ و تلقین کے سلسلے میں آپؓ کی تقریر ۲۹۶
◆ ترغیب و ترہیب کے بارے میں آپؓ کا خطبہ ۲۹۷
◆ وعظ و نصیحت پر مشتمل آپؓ کا خطبہ ۲۹۸
◆ دنیا سے رغبتی کے بارے میں خطبہ ۳۰۰
◆ آپؓ کی ایک اور تقریر ۳۰۰
◆ ایک اور خطبہ ۳۰۱
◆ ایک اور خطبہ ۳۰۱

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکتوبات

◆ اہل ارتداد کے نام ۳۰۲
◆ مہاجر ابن امیہ کے نام آپؓ کا خط ۳۰۴
◆ اہل نجران کے نام خط ۳۰۵
◆ اہل یمن کے نام خط ۳۰۵

Marfat.com

◆ حضرت عمرو بن العاصؓ کے نام ۳۰۶
◆ حضرت ابوعبیدہؓ کے نام ۳۰۶
◆ حضرت ابوعبیدہؓ کے نام مزید خط ۳۰۷

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

◆ حضرت عکرمہؓ کو نصیحت ۳۰۸
◆ حضرت بلالؓ کے نام نصیحت ۳۰۸
◆ حضرت عمرو بن العاص اور ولید بن عقبہ کو نصیحت ۳۰۹
◆ یزید بن ابوسفیان کو نصیحت ۳۰۹
◆ یزید بن ابوسفیان کو ایک اور نصیحت ۳۱۱
◆ قیس بن مکشوحؓ کو نصیحت ۳۱۱
◆ رافع الطائیؓ کو نصیحت ۳۱۲
◆ حضرت سلمانؓ کو نصیحت ۳۱۳
◆ حضرت عائشہؓ کو نصیحت ۳۱۳
◆ حضرت عمرؓ کو نصیحت ۳۱۴
❖ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چند ارشادات ۳۱۶

Marfat.com

حرفے چند

نبی کریمؐ کے بچپن کے ساتھی، نبوت پر ایمان لانے میں پہل کرنے والے، نبی کریمؐ کے ہم راز، یارِ غار، نبی کریمؐ کی موجودگی میں امامت کا منصب سنبھالنے والے، مسلمانوں کے خلیفہ اول اور نبی کریمؐ کے اپنے قول مبارک کے مطابق آپؐ کے محسن، جناب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی بہت ہی ایمان افروز اور قابلِ تقلید ہے۔ ان کے اخلاق و کردار اور ایمان و یقین کے حوالے سے جتنا بھی لکھا جائے وہ یقیناً اس سے برتر اور اعلیٰ و ارفع ہیں۔ وهو أفضل البشر بعد الأنبياء بالتحقيق۔

حضرت ابوبکر کی خلافت سے قبل کی زندگی اور خلافت کے بعد کی زندگی مسلمان حکمرانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ نبی کریمؐ کی رحلت کا واقعہ ہو، سقیفہ بنی ساعدہ کے نازک موقع پر خلافت کا مسئلہ ہو، لشکر اسامہ کی روانگی کا معاملہ ہو، مانعین زکوٰۃ سے قتال کا معرکہ درپیش ہو، جھوٹے مدعیان نبوت کی سرکوبی ہو یا مرتدین کی سرکوبی کا فریضہ انجام دینا ہو، ہر موقع پر حضرت ابوبکرؓ سب سے بلند ہمت، مضبوط دل، سب سے زیادہ عالم اور صاحبِ بصیرت نظر آتے ہیں۔ ایک فردِ واحد کو کسی قوم کے اجسام و قلوب پر اس طرح غلبہ حاصل ہوا ہو کہ وہ اپنے مزعومہ موقف سے رجوع کر کے اس کی حق بات کے سامنے جھک گئی ہو تو یہ عظمت انبیا و رسل کے بعد بدرجہ اتم سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے حصے میں آئی ہے۔

سادگی، وقار، عزت نفس اور خدا خوفی کے جتنے عنوانات قائم ہو سکتے ہوں ان سب میں حضرت ابوبکرؓ صحابہ کے درمیان سب سے نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ خلیفہ اول جو اپنے پہلے ہی خطبے میں اس بات کا اعلان کر دیتے ہیں کہ تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہے جب تک کہ میں اُس کو اُس کا حق نہ دلا دوں۔ شام، عراق اور جزیرہ نمائے عرب

کے حکمران بننے کے بعد اپنے قبیلے کی بوڑھی عورتوں کی بکریاں دوہنے میں عار محسوس نہیں کرتے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مجھے توقع ہے کہ جو ذمہ داری مجھ پر پڑی ہے وہ مجھے بگاڑے گی نہیں۔

موجودہ دور میں مغربی ذرائع ابلاغ نے نبی کریمؐ کی پاکیزہ زندگی اور صحابہؓ کی حیات طیبہ کو مسخ کرنے کی بھرپور مہم چلائی ہوئی ہے۔ امت مسلمہ اور بالخصوص نوجوان طبقہ اس بات کا محتاج ہے کہ ان پاکیزہ ہستیوں کے حالات و واقعات سے متعارف ہو اور دلیل کے ساتھ اپنی دعوت کو مخالف کے سامنے پیش کر سکے۔ اس ضرورت کے پیش نظر زیر نظر کتاب "حیات ابو بکر صدیقؓ" دراصل عربی کتاب "ابو بکر الصدیق" از علی الطنطاوی کا اردو ترجمہ ہے۔ محترم عثمان غنی صاحب نے کئی سال قبل ادارہ معارف اسلامی کو یہ ترجمہ پیش کیا جسے کتابی شکل میں قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ کتاب کی اشاعت دوم کے وقت ترجمے میں بعض مقامات پر تشنگی محسوس ہوئی جسے دور کرنے کے لیے عربی کتاب کا اصل مسودہ انٹرنیٹ سے تلاش کیا گیا اور اب پوری کتاب کو از سر نو عربی متن کی روشنی میں دیکھا گیا ہے۔ موجودہ عربی کتاب جس سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے، دارالمنارہ نے ۱۹۸۶ء میں شائع کی ہے جو اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ہے۔

موجودہ عربی کتاب میں ۵۳ سال بعد تیسرا مقدمہ جو مصنف کی طرف سے لکھا گیا تھا، وہ بھی شامل ہے اور ادارے کی طرف سے اس کا ترجمہ بھی ''پہلی بات'' کے عنوان سے پیش کر دیا گیا ہے۔ ہمارے پہلے ایڈیشن میں بعض مقامات، جہاں عربی متن کا ترجمہ رہ گیا تھا، اسے مکمل کیا گیا ہے۔ اسی طرح بعض حواشی جو درج ہونے سے رہ گئے تھے، ان کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اصل کتاب سے عربی اشعار کا متن ترجمے سے قبل درج کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات کو کمپیوٹر سافٹ ویئر سے تبدیل کیا گیا ہے تاکہ قرآنی آیت میں کسی جگہ غلطی کا امکان باقی نہ رہے۔ فہرست کو از سر نو مرتب اور زیادہ آسان فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض طویل عنوانات کو مختصر کر کے ذیلی عنوانات کے ساتھ مزین کرنے کی کاوش کی گئی ہے۔

یہ سارا کام جس کا اوپر کی سطور میں ذکر کیا گیا ہے، خاصا محنت طلب تھا۔ ہمارے ادارے

Marfat.com

کے رفیق علمی حافظ حامد علی فاروق صاحب نے اس کام کی تکمیل پر کافی قیمتی وقت صرف کیا ہے۔ اس سارے کام میں ہمارے درمیان مشاورت بھی ہوتی رہی۔ عزیزم حامد صاحب کی اس عرق ریزی نے کتاب کے اردو ترجمے کو اس کے عربی ایڈیشن کے ہم پلہ بنا دیا ہے۔ ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

مصنفِ کتاب جناب الشیخ علی الطنطاوی رحمہ اللہ بہت بلند پایہ عالمِ دین، داعئ حق اور صاحبِ قلم ولسان تھے۔ راقم کو مکہ معظّمہ میں ان کے دروس سے مستفید ہونے کا کئی بار موقع ملا۔ وہ بڑی روحانی شخصیت تھے۔ جس تاریخی ہستی پر انھوں نے قلم اٹھایا وہ بھی نبی مہربان کے سچے ترجمان اور حقیقی جانشین تھے۔

کتاب کے مترجم محترم پروفیسر عثمان غنی صاحب نے بھی اپنی اس کاوش میں کافی محنت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ترجمے پر نظر ثانی کرنے والے حافظ حامد علی فاروق صاحب کو بہترین اجر سے نوازے۔ یہ کتاب کافی سالوں سے آوٹ آف پرنٹ تھی، ہم اسے دوبارہ اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اللہ کا شکر بھی ادا کرتے ہیں اور یک گونہ مسرت کا اظہار بھی۔ امید ہے قارئین کرام کتاب کا حق ادا کریں گے۔

حافظ محمد ادریس

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی

منصورہ، لاہور

۱۵ رنومبر ۲۰۱۰ء

Marfat.com

Marfat.com

پہلی بات

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور یقیناً تمام تعریفات کا مستحق صرف اللہ رب العزت ہی ہے۔ یہ حمد و ثنا صرف زبانی کلامی ادا نہیں کر رہا بلکہ قلب و ذہن اور میرے وجود کا ہر ذرہ حمد باری تعالیٰ بیان کرنے میں مگن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور برکتیں مجھے اپنے دامن میں پناہ دیے ہوئے ہیں، پس تمام شکر اللہ ہی کے لیے ہے۔

۵۳ سال قبل جب اس کتاب کی پہلی دفعہ اشاعت ہوئی تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میری شادی ہوگی اور اللہ تعالیٰ مجھے بیٹیوں کی نعمت سے نوازے گا، اور پھر میری چھوٹی بیٹی کی شادی میرے قریبی دوست کے بیٹے سے ہوگی اور وہ ایک طباعتی ادارہ (دار المنارۃ) کا مالک ہوگا جو مجھ سے اس کتاب کی طباعت اور اس کے لیے جدید مقدمہ لکھنے کا مطالبہ کرے گا۔

الحمدللہ میں ۴۰ سے زاید کتابوں کے مقدمے لکھ چکا ہوں، بعض کتابوں کے مؤلف تو ابتدائی لکھنے والوں میں سے ہیں جو میرے مقدمے کے ذریعے لوگوں کو اپنی کتاب کی جانب متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور بعض مصنفین میرے ہم پایہ ہیں جو میرے محتاج نہیں لیکن تنوع کے طور پر مجھ سے مقدمہ لکھوا چکے ہیں اور بعض مصنفین مجھ سے افضل اور بہتر ہیں اور میرے لیے اعزاز ہے کہ میں نے ان کی کتابوں کا مقدمہ لکھا ہے۔

لیکن آج اس کتاب کا مقدمہ لکھتے ہوئے مجھے ایسی مشکل درپیش ہے جو پہلے کبھی نہ تھی، میں ۶۰ سال سے زاید عرصے سے کتابت و خطابت کے شعبے سے منسلک ہوں، زندگی کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا مختلف فکری و ذہنی تغیرات کا سفر طے کر چکا ہوں۔ ہر لکھنے والے کا اپنا الگ طریقہ کار ہوتا ہے، میں کسی بھی موضوع پر لکھنے سے قبل اس سے متعلقہ مواد جمع کرتا ہوں اور پھر ذہن میں ایک خاکہ بنانے کے بعد اس مواد کو ترتیب سے اپنے قائم کردہ نقشے میں اتارنے کی کوشش کرتا

Marfat.com

ہوں۔ ہر مرتبہ ایک ہی بات کو مختلف پیرایوں میں اور مختلف اسلوب میں پیش کرتا ہوں تا کہ اسلوب میں تنوع باقی رہے۔

نصف صدی سے زاید عرصہ گزرنے کے بعد ''حیات ابوبکر صدیق'' کا مقدمہ لکھنا میرے لیے بہت انوکھا معاملہ ہے، مین کیسے اپنے آپ کو اس فکری مقام پر لے جاؤں جو آج سے نصف صدی قبل تھا کیونکہ ہر انسان اپنے آپ کو تبدیل کرتا ہے جیسا کہ نہر کا پانی جب پل سے ایک دفعہ گزر جائے تو وہ قطرہ لوٹ کر نہیں آتا، پانی کا ایک قطرہ دو دفعہ کسی پل سے نہیں گزرے گا، اور جو قطرہ ایک دفعہ گزر جائے تو وہ لوٹ کر نہیں آئے گا۔ انسانی ذہن میں پیدا ہونے والے افکار و خیالات بھی پانی کے قطروں کی مانند گزرتے جاتے ہیں اور وقت گزرنے کے بعد ان کا لوٹ آنا ممکن نہیں ہے۔

اس کتاب کو لکھنے کے بعد میرے ذہن میں اور بہت سے افکار و نظریات ''حیات ابوبکر صدیقؓ'' کے بارے میں قائم ہوئے ہیں، اب جب میں دوبارہ اس کتاب کا مقدمہ لکھنے کے لیے بیٹھا ہوں تو سوچ رہا ہوں کہ ان تبدیلیوں کے مقدمے میں بیان کروں یا پھر اس مقدمے پر اکتفا کروں جو اس سے قبل میں اس کتاب کے حوالے سے لکھ چکا ہوں۔

جیسا کہ میں حیات عمرؓ بن خطاب (اخبار عمر بن الخطاب) والی کتاب کی دوسری اشاعت کے وقت بہت سی تبدیلیاں کر چکا ہوں، اس کے حواشی میں اضافے اور اس کے اسلوب میں تبدیلی کے بعد اس کے نام میں بھی تبدیلی کر دی ہے (اَخبار عمر) جو اب لوگوں میں اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔

لیکن اس کتاب کے حوالے سے میں نے یہ سوچا کہ اس کو اس کے حال پر ہی چھوڑ دوں، کیونکہ یہ کتاب نصف صدی سے زاید عرصہ ہوئے ہر چھوٹے بڑے مکتبے میں موجود ہے، ہر خاص و عام اس کو پڑھ چکا ہے اور یہ کتاب تاریخ میں محفوظ ہو چکی ہے۔ اس وجہ سے اس میں تبدیلیاں مناسب نہیں۔

کتاب ''اَخبار عمر'' کے مقدمے میں، میں یہ لکھ چکا ہوں کہ مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی

سوانح پر جتنا کچھ میں پڑھ چکا ہوں، اس کی روشنی میں عمرؓ فکری لحاظ سے، زبان و بیان کے حوالے سے اور اپنے پیچھے دوررس اثرات کے لحاظ سے سب سے عظیم مقام پر فائز ہیں۔

لیکن آج میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ سے ہر حوالے سے عظیم تر ہیں حتی کہ قوت و طاقت جو عمرؓ کے حوالے سے مشہور و معروف ہے، اس میں بھی ابوبکرؓ ان سے کئی درجے آگے ہیں، حضرت عمرؓ اگرچہ عظیم اور بہت عظیم ہیں لیکن ابوبکرؓ کے برابر نہیں ہو سکتے۔

انبیا کی مقدس ہستیوں کے بعد ابوبکرؓ ہی اعظم العظما ہیں جس کا اقرار حضرت عمرؓ بھی اپنی زبان سے کر چکے ہیں، تاریخ بھی اس بات کی گواہ ہے اور اہل فضل ہی فضل والوں کا مقام و مرتبہ جان سکتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے بلند و ارفع ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اسلام کی طرف سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور نبی کریمؐ کے سب سے زیادہ محبوب ساتھی تھے۔ ایک ہی اکھاڑے میں مختلف پہلوان اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن سب سے زیادہ مضبوط اور بہادر وہ ہوتا ہے جو مقابلہ ہونے پر دوسروں کو پچھاڑ دے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ نیکی کی طرف سبقت کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے تھے۔ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، شیخین، حضرت خدیجہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سب ہی اس راستے کے اول دستے میں سبقت کرنے والوں میں ہے۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ایک دوسرے سے مبارزت میں پیش قدمی کرتے لیکن یہ مبارزت اکھاڑے کے دو پہلوانوں کی مانند نہیں ہوتی، بلکہ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے دو شہسواروں کی مانند ہوتی۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم کی وفات کے دن، سقیفہ بنی ساعدہ کے موقع پر، لشکر اسامہ کی روانگی کے وقت اور ارتداد کی لہر کے وقت متضاد مزاج کے ساتھ الگ الگ موقف پر قائم تھے، یہ تمام مصیبتیں مسلمانوں پر نازل ہوئیں، مصیبت کے وقت ہی کسی کی ہمت اور طاقت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنا باہمت اور حوصلہ مند ہے۔ ان تمام مشکل مراحل میں حضرت ابوبکر زیادہ ثابت قدم،

اللہ کی مدد اور نصرت سے پُر امید اور حوصلے کے ساتھ مصائب کا مقابلہ کرنے والے تھے۔

ایک عاشق اپنے معشوق کی موت پر کس قدر رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوتا ہے کہ اس کا بس چلے تو اپنا سینہ نوچ ڈالے جو عشق ارضی کا مظہر ہے اور جب معاملہ عشق سماوی کا ہو تو اس عاشق کی اپنے معشوق اور محبوب سے محبت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، صحابہ کرامؓ نبی کریمؐ کو اپنی جانوں، مالوں اور اولادوں سے زیادہ محبوب و پسندیدہ تھے، اسی وجہ سے نبی کریمؐ کی وفات کی خبر سن کر ان کی عقلیں چکرا کر رہ گئیں کہ نبی کریمؐ جو ان کے درمیان آسمانی وحی کی خبر دینے والے اپنے وجود مبارک کے ساتھ موجود تھے، اس طرح اچانک ان کی آنکھوں کے سامنے فوت ہو جائیں گے اور وحی ربانی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے اس خبر کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ رسول اللہؐ فوت ہو گئے ہیں، ان کے خیال میں حضورؐ حضرت موسیٰ کی طرح مقررہ مدت کے لیے اللہ سے ملاقات کے لیے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ چالیس راتوں کے لیے قوم سے غائب ہو گئے تھے اور پھر واپس آ گئے تھے۔ حضرت عمرؓ اس خبر کو جھوٹی افواہ سمجھ کر اس کی روایت سے منع کر رہے تھے اور راوی کو سزا سے ڈرا رہے تھے۔ انھوں نے تلوار سونت لی اور کہا کہ جو سمجھتا ہے کہ محمدؐ فوت ہو گئے ہیں، اس کے ہاتھ کاٹ ڈالوں گا، رسول اللہ لوٹ کر آئیں گے۔

لوگوں کی اکثریت بھی حضرت عمرؓ کی ہمنوا ہو گئی۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے جو یقین کی دولت اور سکینت سے بہرہ ور تھے، حضرت عمرؓ لوگوں کے درمیان گفتگو میں محو تھے، حضرت ابو بکرؓ سیدھے حضرت عائشہؓ کے گھر نبی کریمؐ کی طرف تشریف لے گئے جنھیں یمانی کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا تھا، نبی کریمؐ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور بوسہ دینے کے بعد فرمایا: ”میرے ماں باپ آپؐ پر نثار۔ جو موت مقدر تھی اس کا مزہ آپؐ نے چکھ لیا۔ اس کے بعد آپؐ کے لیے کوئی موت نہیں“۔ پھر کپڑا چہرۂ مبارک پر دے دیا اور باہر نکلے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ ان سے فرمایا: ”عمر! ذرا ٹھہرو۔ چپ ہو جاؤ“۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ رکے اور باتیں کرتے چلے گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ چپ نہیں ہوتے۔ آپ آگے بڑھے۔

Marfat.com

لوگ ان کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ حمد و ثنا کے بعد آپؓ نے کہا:

لوگو! جو محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا، وہ جان لے کہ محمد ﷺ تو وفات پا گئے اور جو اللہ کی پرستش و اطاعت کرتا تھا اسے مطمئن رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ اس کے لیے موت نہیں۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آلِ عمران ۳:۱۴۴) اور محمد ﷺ کی حیثیت بس ایک رسول ہی کی تو ہے۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں تو پھر کیا ایسا ہوگا کہ وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور اگر تم میں سے کوئی الٹے پاؤں پھر جائے تو کیا ہوگا؟ وہ اللہ کو تو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اپنا ہی کچھ بگاڑے گا۔ اور اللہ تعالیٰ شکرگزار بندوں کو اجر دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معلوم یوں ہوتا تھا گویا لوگوں کو پتا ہی نہ تھا کہ یہ آیت بھی رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس زور سے یہ پڑھی کہ ہر کسی کی زبان پر چڑھ گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بس پھر کیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی، تو میں سراسیمہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ میرے پاؤں مجھے اٹھاتے ہی نہ تھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ چاہے تو نظامِ کائنات کو تبدیل کر کے رکھ دے، چاہے تو رات کی تاریکی میں سورج کو طلوع کر دے، سمندر کے پانی کو چاہے تو صحرا کی ریت پر جاری کر دے، چاہے تو بوڑھے کو جوانی لوٹا دے، چاہے تو کسی کے بچپنے کو بڑھاپے میں تبدیل کر دے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو اپنی مخصوص حکمت اور منصوبے کے تحت تخلیق کیا ہے اور ہر واقعہ کا کوئی سبب ضرور ہوا کرتا ہے۔ نبی کریمؐ کی وفات پر حضرت ابوبکرؓ کا یہ موقف اسلامی عقیدے کی بقا کا سبب ہے۔

جب ہم کسی چیز کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا چاہے تو اس کے عدم کا تصور کرتے ہیں کہ اگر یہ چیز معدوم ہوتی تو کتنا نقصان ہوتا، اسی وجہ سے میں سوچتا ہوں کہ ابوبکرؓ یہ موقف پیش نہ کرتے تو

Marfat.com

کتنا نقصان ہوتا؟ انسانی اندازوں کے مطابق ہم اس نقصان کا اندازہ نہیں کر سکتے جو اس وقت اسلام کو درپیش آیا۔

اگر حضرت ابوبکرؓ اس نازک لمحے صحیح اسلامی عقیدے کی طرف رہنمائی نہ فرماتے اور حضرت عمرؓ کا موقف اختیار کر لیا جاتا کہ حضورؐ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند غائب ہو گئے ہیں اور اس شخص کو موت کی وعید سناتے جو محمدؐ کے فوت ہونے کی خبر دے، تو اندازہ لگایئے آج اسلام اور مسلمان کس راستے پر گامزن ہوتے؟

اور ارتداد کی لہر میں جب وہ جزیرہ عرب کے تین مقامات (مکہ، مدینہ، بحرین) کے علاوہ ہر جگہ سے نمودار ہوئی تو اس وقت حضرت ابوبکر نے بہادری، دلیری اور استقامت کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا، مدینہ منورہ میں روزانہ کسی قبیلے کے حوالے سے خبر پہنچتی کہ وہ مرتد ہو گیا ہے۔ ارتداد کی لہر جنگل کی آگ کی طرح پورے جزیرہ عرب کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔

یہاں ذرا ٹھہر کے ارتداد کے معنی اور قسمیں سمجھ لیجیے، اس کے بعد دوبارہ اصل موضوع کی طرف واپس آتے ہیں۔

ایمان قبول کرنے کے بعد کفر کی طرف واپس چلے جانا اور کفر قبول کر لینا ارتداد ہے۔ مرتد وہ ہے جو پہلے ایمان لائے پھر دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جائے۔ مرتد کا حکم کافر کے حکم سے زیادہ سخت ہے۔

اہل کتاب کفار سے ہمیں اچھا معاملہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے جب کہ وہ ہمارے ساتھ حالت جنگ میں نہ ہوں، ان کی عورتوں سے نکاح جائز اور ان کا ذبیحہ کھانا حلال ہے وغیرہ وغیرہ۔ مرتد کو تین دن کی مہلت دی جائے گی تاکہ وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے، توبہ کرے اور کفر سے براءت کا اعلان کرے، اگر وہ توبہ اور رجوع الی الاسلام کا راستہ اختیار نہ کرے تو اس کی سزا موت ہے۔

ارتداد کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ پورے کے پورے دین اسلام سے منحرف ہو جانا،

۹۳۹۸۸

Marfat.com

دوسری یہ کہ دین اسلام کے کسی ایک جز سے منکر ہو جانا۔ جس نے دین اسلام کے کسی ایک جز کا انکار کیا جیسے کہ کسی آیت قرآنی کو تسلیم نہ کرے، یا یہ کہ قرآن کے حرام کردہ امور کو حلال جانے، یا کسی بھی واجب اور فرض کا انکار کردے تو اس کا حکم بھی کامل مرتد کی طرح ہی ہوگا۔

نبی کریمؐ کی وفات کے بعد عرب میں مرتدین دو گروہوں میں منقسم تھے۔

ایک قلیل تعداد مرتدین کی وہ تھی جنہوں نے پورے کے پورے دین اسلام کا انکار کیا اور جھوٹے مدعیان نبوت سلیمہ، طلیحہ، اُسود اور سجاح کی اتباع اور پیروی کو قبول کرلیا۔ جبکہ زیادہ تعداد مرتدین کی ان لوگوں پر مشتمل تھی، جنھوں نے نبوت محمدیہ کو تسلیم کرتے ہوئے نماز قائم کی، تلاوت کلام پاک اور دیگر امور دین کو قبول کیا لیکن زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو مانعین زکوٰۃ مرتد کے نام سے موسم کیا۔

حضورؐ نے وفات سے قبل حضرت اسامہؓ کو لشکر کے ساتھ شام کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا تھا۔ یہ لشکر حضورؐ کی مرض وفات کی وجہ سے روانہ نہ ہوسکا تھا۔ رحلت نبویؐ کے بعد یہ لشکر جنگ کے لیے روانہ ہونے کے حوالے سے متذبذب تھا۔ حضرت اسامہؓ کے لشکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ خلیفہ رسول کے پاس جایئے اور ان سے اجازت لیجیے کہ میں لوگوں کو واپس لے آؤں، کیونکہ میرے ساتھ سربرآوردہ قسم کے لوگ ہیں جن کی مدینہ میں ضرورت ہو گی اور میں خلیفہ کے بارے میں اور مسلمانوں کے مال کے بارے میں مطمئن نہیں ہوں کہ مشرکین کہیں ان پر دھاوا نہ بول دیں۔

انصار نے کہا کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکر کے جانے ہی پر اصرار کیا تو ان سے کہنا کہ وہ اُسامہ سے زیادہ عمر کے کسی آدمی کو سپہ سالار بنا کر بھیجیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق وہاں سے نکلے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انھیں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی بات پہنچائی اور عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عرب مرتد ہوگئے ہیں تو کیا آپ اب بھی اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو بھیجنا ہی چاہتے ہیں؟ اور یہ بھی کہ اس لشکر میں

سربرآوردہ قسم کے لوگ ہیں۔ اگر آپ انھیں روک لیں تو مرتدین کے مقابلے میں وہ آپ کے لیے باعثِ تقویت بنیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بخدا! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ درندے مجھے کھینچ کے لے جائیں گے تو بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا۔ جو جھنڈا رسول اللہ ؐ نے گاڑا ہے میں اسے نہیں اکھاڑوں گا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''انصار نے مجھے آپ تک یہ بات پہنچانے کے لیے کہا ہے کہ آپ کسی ایسے آدمی کو مقرر کریں جو اُسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر کا ہو''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے اچھل کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی چھوئی اور کہا: ''اے ابن خطاب! تیری ماں تجھے کھودے۔ رسول اللہ ؐ نے اسے مقرر فرمایا ہے اور تو مجھے کہتا ہے کہ میں اسے ہٹادوں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکلے تو لوگوں نے پوچھا: ''کیا بنا؟'' انھوں نے فرمایا: ''چلو۔ تمھاری مائیں تمھیں کھودیں۔ تمھاری وجہ سے میں نے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہا؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دوسرے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منادی کرائی کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر مکمل ہو جائے۔ اس کا کوئی فرد مدینہ میں نہ رہ جائے اور سب نکل کے مقامِ جرف پر پہنچ جائیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حمد و ثنا کے بعد لشکر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگو! مجھے اس معاملے کا ذمہ دار بنایا گیا ہے جب کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی اور میری جگہ کافی ہوتا اور یہ فرائض سنبھالتا۔ میں تم میں سے کسی سے بھی بہتر نہیں ہوں۔ تم میری نگرانی کرتے رہنا۔ اگر راست رو پاؤ تو اتباع کرو اور اگر کج روی اختیار کرتے دیکھو تو مجھے سیدھا کردو۔ دیکھو! میرا شیطان میرے ساتھ رہتا ہے۔ وہ مجھ پر غالب آجائے تو مجھ سے بچ جانا کہ میں تمھارے درمیان کوئی ترجیحی سلوک نہ کروں''۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیدل چلتے ہوئے لشکر کو الوداع کہا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ انھوں نے عرض کیا: ''خلیفۂ رسول! یا آپ سوار ہو جائیں یا میں بھی اتر جاؤں گا''۔ انھوں

Marfat.com

نے فرمایا: ''بخدا! نہ میں سوار ہوں گا، نہ تم اترو گے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ایک گھڑی کے لیے بھی اللہ کی راہ میں میرے پاؤں غبار آلود نہ ہوں جب کہ غازی کے ہر قدم پر اسے سات سو نیکیاں ملتی ہیں۔ اس کی سات سو برائیاں مٹتی ہیں اور اس کے سات سو درجے بلند ہوتے ہیں''۔ جب وہ ایک منزل تک سفر کر چکے تو حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ اگر مناسب سمجھو تو عمر رضی اللہ عنہ کو یہاں چھوڑ کر میری مدد کر دو۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔

پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لوگو! ٹھہر جاؤ، میں تمھیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں وہ یاد کر لو: خیانت نہ کرنا۔ مال غنیمت میں بددیانتی نہ کرنا۔ عہد شکنی نہ کرنا۔ کسی کو مثلہ نہ بنانا۔ چھوٹے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ کھجور کے درخت نہ کاٹنا نہ جلانا۔ پھل نہ توڑنا۔ بکری، گائے اور اونٹ وغیرہ کھانے کی ضرورت کے سوا ذبح نہ کرنا۔

حضرت اسامہؓ کا لشکر جس مرتد قبیلے کے پاس سے گزرتا تو وہ یہی گمان کرتا کہ لشکر اسامہ کی روانگی اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے پاس قوت اور طاقت ہے جبھی وہ مقابلہ کے لیے میدان میں نکل رہے ہیں۔

مانعین زکوٰۃ نے اپنے وفود مدینہ کی طرف روانہ کیے اور حضرت ابو بکرؓ کے نام پیغام بھیجا کہ ہم اللہ اور رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں لیکن اپنے مال تمھیں نہیں دیں گے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا: ''بخدا! اگر یہ مال زکوٰۃ میں سے اونٹ کی ایک نکیل بھی روکیں گے تو اس کے لیے میں ان سے جہاد کروں گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ ان سے قتال کیسے کریں گے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا آنکہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہو جائیں۔ پس جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اس نے اپنی جان اور مال مجھ سے محفوظ کر لیا، اِلّا یہ کہ اس پر کوئی حق بنتا ہو۔ اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا''۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا! میں اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں

Marfat.com

تفریق کرے گا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ مال زکوٰۃ میں سے بکری کا ایک بچہ بھی روکیں گے تو میں اس پر ان سے جہاد کروں گا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''خلیفۂ رسول! لوگوں سے نرمی اور ملاطفت کیجیے''۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے تم سے تعاون کی توقع تھی اور تم مجھے چھوڑے جا رہے ہو۔ جاہلیت میں بڑے سخت تھے۔ اب اسلام میں آ کر کمزور ہو گئے۔ وحی منقطع ہو گئی اور دین مکمل ہو گیا ہے۔ اب کیا میری زندگی میں اس میں کمی کی جائے گی؟

حضرت ابوبکرؓ نے اس موقعہ پر قوت ایمانی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ ان کا ایمان گویا پہاڑ سے زیادہ مستحکم اور لوہے سے زیادہ مضبوط ہونے کا عملی نمونہ پیش کر رہا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے اعصاب اس حالت میں بھی تنومند تھے کہ جب اچھے بھلے مضبوط اور توانا آدمی کے اعصاب جواب دے جاتے ہیں، حضرت عائشہؓ کے بقول حضرت ابوبکرؓ پر وہ مصیبتیں آ پڑیں کہ اگر وہ مضبوط پہاڑوں پر آ پڑتیں تو انھیں ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیتیں۔

حضرت ابوبکرؓ ان سخت حالات میں گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ نہیں گئے اور رسول اللہ کے حکم کے انتظار میں محو استراحت نہ ہوئے بلکہ وفود کے جانے کے بعد مدینہ کے دفاع کے حوالے سے انتظامات میں مشغول ہو گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفد کو نکالنے کے بعد مدینہ کے دروں پر حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کو مقرر کیا۔ اہلِ مدینہ کو مسجد میں بلا کر کہا کہ سرزمینِ عرب کافر ہوئی جا رہی ہے۔ مرتدین کا وفد دیکھ گیا ہے کہ تم تعداد میں کم ہو، اب خبر نہیں وہ رات کو تم پر حملہ کر دیں یا دن کو۔

نبی کریمؐ کی گواہی کے مطابق حضرت ابوبکرؓ واحد وہ شخص ہیں کہ جب ایمان کی دعوت کو ان کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے بلاتردد اس کو قبول کر لیا اور ایمان ان کے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ ان کے علاوہ حضورؐ کی زوجہ حضرت خدیجہؓ اور حضورؐ کے چچازاد اور زیرتربیت حضرت علیؓ نے بھی بلاتردد ایمان قبول کیا۔ نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کا سارا مال اللہ کے راستے میں قبول فرمایا،

حضرت عمرؓ سے آدھا اور باقی مسلمانوں کے اموال تہائی حصہ قبول فرمایا۔ نبی کریم نے مرض وفات میں حضرت ابوبکرؓ کو لوگوں کا امام مقرر کیا، قرآن کریم نے واضح نص کے ذریعے حضرت ابوبکرؓ کی صحبت نبوی پر مہر ثبت کی۔ جو شخص بھی حضرت ابوبکرؓ کی اس صحبت کا انکار کرے وہ منکرین قرآن میں سے شمار ہوگا۔

ان سطور میں حضرت ابوبکرؓ کے تمام فضائل بیان کرنا مقصود نہیں۔ کیونکہ یہ مکمل کتاب حضرت ابوبکرؓ کے مناقب پر مشتمل ہے جو اعظم العظما بعدالانبیا ہیں۔

میں نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ اس کتاب کو اسی حال میں رہنے دوں اور اس میں ترمیم و اضافہ نہ کروں، میں اس کتاب کو کیسے تبدیل کر سکتا ہوں جب کہ لوگ نصف صدی سے زائد عرصہ ہوئے اس کتاب کو مسلسل پڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کے قاری کو اس سے نفع پہنچائے اور اسے میرے لیے اور میرے بھائی احمد عبید کے لیے ثواب اور اجر کا ذریعہ بنا دے۔ احمد عبید نے ہی اس کتاب کی تالیف کی طرف میری توجہ دلائی اور ممکنہ مصادر تک پہنچنے میں میری مدد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

مقدمہ

ہم مغلوب ہو گئے اور دوسری قومیں ہم پر چھا گئیں ہیں۔ اس کے دوسرے بہت سے اسباب کے ساتھ ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ قومیں اپنی عظیم شخصیتوں کی تعظیم کرتی ہیں۔ ان شخصیتوں کی سیرتوں کو مدون کر کے ان کے نقشِ پا پر چلنے کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ اس معاملے میں قومی غرور کی انتہا کر دیتی ہیں۔ وہ اپنے قائدین کو عظمت و رفعت کے بلند مقام پر بٹھاتی ہیں۔ ان کے ناموں کو زندہ رکھنے کے لیے کئی راہیں نکالتی ہیں۔ ان کی یادگار کے طور پر ادارے بناتی ہیں۔ ان کے ناموں پر مدرسے کھولتی ہیں۔ ان کے بت بناتی اور ان کی سیرت و واقعات پر اس کثرت سے کتابیں لکھتی ہیں کہ کسی ایک ہی عظیم شخصیت کی کسی ایک خصلت، صفت یا کارنامے کے لیے مستقل ضخیم تصانیف مخصوص کر دی جاتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں ایک نوجوان اس حالت میں پلتا بڑھتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے ممتاز لوگوں کی سیرت سے واقف ہوتا ہے اور مدت مدید تک ان رہنماؤں کی جھوٹی یا صحیح تعریفیں سن سن کر اس کے جی میں یہ بات گھر کر گئی ہوتی ہے کہ وہ ممتاز لوگ دنیا کے عظیم المرتبت اور جلیل القدر انسان تھے۔

رہ گیا عربی نوجوان تو اس کی اٹھان کچھ ایسے ماحول میں ہوتی ہے کہ وہ اپنی امت کے ممتاز لوگوں اور ان کے واقعاتِ زندگی سے قریب قریب بے خبر ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے واقعات تو ''پرانی کتابوں'' میں بکھرے پڑے ہیں اور اس نوجوان کو پروان ہی یہ تصور دے کے چڑھایا گیا ہوتا ہے کہ قدیم کتابیں کم مایہ اور حقیر ہیں۔ ان کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے اور ''جدید کتابیں''، عظیم، قابلِ التفات اور لائقِ تسلیم ہیں۔ اس تصور کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ''جدید کتابیں'' پڑھتا ہے اور یہ بات پوری طرح مان جاتا ہے کہ عظمت، علم اور مکمل خیر وہ ہے جو ادھر (مغرب) سے آئے اور ذلت و جہالت اور مکمل شر وہ ہے جو اِدھر (مشرق و اسلام) سے آئے۔

ساتھ ہی یہ بات بھی عربی نوجوان کے ذہن نشین کرائی گئی ہوتی ہے کہ نپولین اور لوئی

Marfat.com

چہار دہم کی تاریخ ترقی پسند، مہذب اور شایستہ انسانوں کی تاریخ ہے جبکہ حضرت صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما کی تاریخ رجعت پسند وحشی بدوؤں کی تاریخ ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اسے نپولین اور لوئی چہار دہم کی تاریخ کا ہر چھوٹا بڑا واقعہ یاد ہوتا ہے، اس نے اسے بار بار تفصیل کے ساتھ بھی اور اختصار کے ساتھ بھی پوری طرح پڑھا اور حفظ کیا ہوتا ہے، مگر اس کے مقابلے میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سیرت سے وہ بے خبر ہوتا ہے اور قعقاعؓ بن عمرو کا نام تک اس نے نہیں سنا ہوتا۔

ذلت و رسوائی کی یہ وہ کیفیت ہے کہ جس پر کوئی مسلمان جب صبر کر جاتا ہے اور جس تک جب کوئی امت پہنچ جاتی ہے، تو یوں سمجھیے کہ اس نے اپنی تاریخ، اپنی عظمت اور اپنی زندگی کے لیے گڑھا کھود لیا ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس نے دمشق میں مکتبۂ عربیہ کے مالکان آلِ عبید کی ہمتوں کو مہمیز لگائی کہ وہ اسلامی تاریخ کو ایک بار پھر شائع کریں، تاکہ مسلمان نوجوان اپنے عظیم المرتبت اور جلیل القدر قائدین سے اور اپنے ماضی کی عظمت اور اپنی تاریخ کے عروج سے متعارف ہوں۔ انھوں نے ابتدا خالدؓ بن ولید کی سیرت سے کی، جو فنِ حرب میں دُنیا کا (مانا ہوا) عبقری (Genius) تھا۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی، جو انبیا علیہم السلام کے بعد عظیم ترین شخصیت ہیں، سیرت شائع کرنے کی نیت کی۔ انھوں نے اس عظیم شخصیت کی سیرت لکھنے کے لیے جب مجھ سے کہا تو اپنے ضعف و عجز کے باوجود میں نے یہ بات اس نیت سے مان لی کہ اس عظیم کام میں تھوڑا سا حصہ میرا بھی ہو جائے اور اس کارِ خیر میں مکتبۂ عربیہ کے ساتھ تعاون کا شرف مجھے بھی حاصل ہو جائے۔ ارادہ تھا کہ اس کتاب میں تجزیاتی مطالعے کا اسلوب اختیار کروں گا۔ جس سوسائٹی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پلے بڑھے، اس کی فکری، اجتماعی اور سیاسی زندگی کی تصویر کشی کروں گا اور بتاؤں گا کہ اس معاشرت کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کیا اثر پڑا؟ آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق و عادات کیا تھے؟ ان اخلاق کی تعمیر میں جن عوامل نے حصہ لیا ان کی وضاحت کروں گا اور بتاؤں گا کہ ان کی عادات پر اسلام کس حد تک اثر انداز ہوا اور تاریخ ان کے اس اخلاق سے کس قدر متاثر ہوئی؟ اور اس کے ساتھ ہی تجزیاتی انداز میں دوسرے عناصر بھی وضاحت سے بیان کروں گا۔

Marfat.com

لیکن مدرسۂ عربیہ والوں کا خیال ہے کہ اس اسلوب سے صرف صاحبِ اسلوب کی رائے سامنے آتی ہے، جو ٹھیک بھی ہوسکتی ہے اور غلط بھی۔ اور وہ یہ پسند نہیں کرتے کہ لوگوں کے سامنے کوئی ایسی چیز لائیں جس میں صحت وسقم کے پہلو خلط ملط ہوں، بلکہ اس سے پہلے جس طرح خلیفۂ عبقری (Genius) عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر وہ کتاب شائع کر چکے ہیں، اسی طرح وہ صدیق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک صحیح سند اور مضبوط روایت والی تاریخ منظرِ عام پر لانا چاہتے ہیں اور مجھ سے انھوں نے یہی کہا کہ اِس سیرت پر اس سارے مواد کو ایک کتاب میں سمودوں، جو بیسیوں کتابوں میں بکھرا پڑا ہے اور جس تک اسی شخص کی رسائی ہوسکتی ہے جس کی تاریخ پر نظر ہو، جو تحقیق وجستجو کی مشقت برداشت کرسکتا ہو۔ جو ادب میں ماہر اور تمام اسلامی علوم سے بہرہ ور ہو۔

امرِ واقع یہ ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ بھی کچھ کٹی پھٹی اور ایسی مکرر روایتیں لگتی ہیں، جن میں بسا اوقات بھول اور تضاد ہوتا ہے۔ ابتدا میں مجھے یہ اسلوب پسند نہ آیا اور پسند آتا بھی کیسے، جبکہ حوالوں کی طرف بار بار رجوع کرنے کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ نہ ہی میں برسوں سے ادبی اور سلیس ورواں تحریروں کے علاوہ کسی اور انداز کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ حتیٰ کہ اب معاملہ یہ ہے کہ یہ ادبی انداز ابتدا میں جتنا مشکل نظر آتا تھا، اب اتنا ہی میرے لیے آسان ہوگیا ہے۔ اس پس منظر میں مَیں نے سوچا کہ میرے لیے یہ کیونکر ممکن ہوگا کہ خود کو ایک کتاب کے لیے مقید کر کے طویل عرصے تک اس کی تالیف کا اہتمام کرتا رہوں، جبکہ حالت یہ ہوگئی ہے کہ میں تو جب لکھنے بیٹھتا ہوں، بس اسی وقت غور کرتا ہوں اور بعد میں اس کی تصحیح وتنقیح میرے بس سے باہر ہوتی ہے۔ اب میں نسبتاً دشوار سفر طے کروں تو کیوں؟ مواد تو میں جمع کروں، اس کی چھان پھٹک اور تنقیح تو میں کروں، اسے مرتب کر کے کتابی شکل تو میں دوں اور ''کوئی دوسرا'' آئے اور کسی دقت اور مشقت کے بغیر اس مواد کو سامنے رکھ کر ایک تجزیاتی کتاب سامنے لے آئے، جس کے آغاز میں مجھ پر تنقید کی گئی ہو کہ میں نے تجزیاتی انداز میں کتاب کیوں نہیں لکھی تھی۔

تو پھر میری مثال بالکل اس شخص کی سی ہوگی جو پتھروں کی قطع وبرید کر کے ان پر رنگ وروغن کرتا ہے۔ لکڑیاں مہیا کر کے انھیں چیرتا پھاڑتا ہے۔ زمین کا نقشہ بنا کے کھدائی کرتا ہے (الغرض)

Marfat.com

گھر کے تمام لوازمات تیار کرتا ہے اور بس جب ان ساری چیزوں کو ترتیب دے کر گھر بنانا باقی رہ جاتا ہے تو وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چل دیتا ہے کہ ''کوئی اور'' آئے اور گھر بنائے۔ پھر وہ مواد و مسالہ مہیا کرنے والے اس شخص پر گھر کے دروازے بند کر دے۔ میں نے یہ کام نہ کرنے کا تہیہ کر لیا، مگر پھر مجھے خیال آیا کہ تجزیاتی (analytical) اسلوب میں کتنی ہی خوبیاں اور قدیم عربی اسلوب میں کتنی ہی خامیاں کیوں نہ ہوں بہرحال صحت عربی اسلوب ہی میں ہے اور روایات کو ضبط کرنے اور ان کی تحقیق کرنے میں کسی قوم کا اتنا حصہ نہیں جتنا عرب قوم کا ہے اور جن نوجوانوں کا ہمیں علم ہے ان میں سے اکثر اس (طرز) روایت کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے، بلکہ وہ اس سے یکسر جاہل ہیں۔ وہ حماقت و جہالت کی بنا پر انھیں ''زرد کتابوں'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ خیر فی نفسہٖ خیر نہیں جب تک کہ اس پر مغربی ٹھپہ نہ لگے اور شر بذاتِ خود شر نہیں جب تک کہ اس پر مشرقیت کی مہر نہ ثبت ہو جائے۔ بس جو کچھ مغرب سے آئے، وہ شر بھی ہو تو خیر ہے اور جو کچھ مشرق سے آئے، وہ خیر بھی ہو تو شر ہے۔

اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ عربی اسلوب کے اپنانے پر کتنی ہی ملامت کیوں نہ سہنا پڑے بہرحال وہی ہمارے نوجوانوں کے لیے (اور قارئین کی اکثریت ان ہی نوجوانوں پر مشتمل ہوگی) زیادہ بہتر اور مناسب ہے، اور کتنے ہی نوجوان ہیں جنھیں اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر صحیح مواد یکجا مل جائے تو وہ تجزیاتی انداز میں تاریخ لکھ سکتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر کے بس میں یہ نہیں ہے کہ وہ ان روایات کو جمع کر کے ان کی تحقیق کریں اور پھر انھیں ترتیب دیں، چنانچہ میں مکتبۂ عربیہ والوں کے ارادوں کے سانچے میں ڈھل گیا۔ اب اس کتاب میں میرا طریقہ یہ ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق ان روایات و واقعات کو جمع کر دیا ہے جو مجھے اپنی زیرِ مطالعہ کتابوں میں ملے (ان کتابوں کے نام میں نے مآخذ کی فہرست میں درج کر دیے ہیں) پھر بعض واقعات کا میں نے بعض کے ساتھ موازنہ کیا اور جتنی قوت و توفیق اللہ نے مجھے عطا فرمائی اس کے مطابق میں نے ان میں سے صحیح کو چھانٹ لیا۔ ان کو جمع کر کے حدیثِ واحد کی شکل دے دی۔ میں نے ہر روایت کے مرجع اور اس کے درجے کی طرف متوجہ

Marfat.com

کر دیا ہے، ہاں! یہ الگ بات ہے کہ کسی روایت کی سند کا مجھے پتا نہ چلا ہو۔ اگر ابتدا میں مجھے خیال آ گیا ہوتا، تو میں وہ جلد اور صفحہ بھی نوٹ کر دیتا، جس سے میں نے روایت اخذ کی اور اس طرح اس شخص کے لیے مشقت بہت کم کر دیتا جو اصل ماخذ کی طرف رجوع کرنا چاہتا، لیکن کیا کیا جائے کہ مجھے اس کا خیال آخر میں آیا۔

میں نے کسی چیز کو نقل کرنے اور اسے کسی طرف منسوب کرنے میں حزم و احتیاط کی پوری کوشش کی ہے تاہم مجھے یہ دعویٰ نہیں کہ میری کتاب غلطیوں سے پاک اور میرا نفس خطاؤں سے مبرا ہے۔ اگر قاری میرے کام سے مطمئن ہوں تو ستایش کا مستحق اللہ ہی ہے اور اگر وہ اس پر برہم ہوں تو ہمارے پیش نظر تو محض خدا کی خوشنودی اور اس کے دین کی خدمت ہے۔ اللہ ہمارے لیے کافی اور بہترین کارساز ہے۔ اس ذاتِ بے ہمتا سے ہماری التجا ہے کہ اس محنت کو اپنی ذات کے لیے خالص کر دے۔ اس سے (قارئین) کو نفع پہنچائے اور ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر بے انتہا رحمت و سلامتی بھیجے۔

پیش لفظ

یہ ایک عظیم زندگی ہے، فردِ واحد کی نہیں، پوری ایک امت کی زندگی ہے۔ اس امت کی زندگی جس نے نور کی مشعل اس وقت اٹھائی جبکہ کائنات پر ظلمت چھائی ہوئی تھی، جس نے جہالت کے بھنور میں غلطاں عالم کی رہنمائی علم کے کنارے کی طرف کی۔ اس امت کی ثقافت اور اس کا تمدن وہ یونی ورسٹی تھی جس نے انسانی عقل کو تعلیم و ترقی دی اور اس لحاظ سے بنی نوع انسان کے ہر ہر فرد پر اس امت کا یہ عظیم احسان ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی اس اسلامی تاریخ کا پہلا صفحہ ہے جو باقی تمام تاریخوں پر فوقیت وفضیلت رکھتی ہے اور اس تاریخ کے مجد و شرف کا تھوڑا سا حصہ بھی باقی امتوں کی مجموعی تاریخوں سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔

ایسا اس لیے ہے کہ یہ روے زمین پر انسانی کمال کی تاریخ ہے۔ یہ اس معجزے کی تاریخ ہے جو مکہ کے مرکز میں ایک انسانِ کامل کے ہاتھوں رونما ہوا اور کچھ دیر بعد یہی معجزہ مکہ اور پھر پورے جزیرہ عرب پر چھا گیا۔ تھوڑا عرصہ گزرا تو یہ پھیل کر زمین کی آخری سرحدوں تک جا پہنچا، مگر چونکہ یہ زمین سے بڑا تھا اس لیے یہ زمان میں پھیلا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ زمین و زماں دونوں فنا ہو جائیں گے، مگر یہ معجزہ باقی رہے گا:

۱۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

''جو کچھ بھی یہاں ہے ختم ہو جائے گا اور تیرے رب کی صاحبِ جلال و قابلِ احترام ذات باقی رہ جائے گی۔'' (سورۃ الرحمٰن ۵۵: ۲۶-۲۷)

۲۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

ہمیں نے ذکر اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ (سورۃ الحجر ۱۵: ۹)

یوں اس لیے ہوا کہ یہ اسلام کی تاریخ ہے۔ ۶۱۰ء اسلام کا اثر جب ایک جاہل، وحشی اور منتشر قوم میں ظاہر ہوا تو اس سے ایک ایسی امت کی تشکیل ہوئی جس کی مثال تھی، نہ ہو گی۔ اسلام کی

Marfat.com

روح مسلمانوں کی روحوں میں تحلیل ہو کر ان پر اپنا رنگ چڑھا گئی۔ بس پھر کیا تھا کہ اس نے ان ارواح میں سے حب دنیا، طمع وحسد اور کذب وفریب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور ایک ایسی قوم تیار کی جو انسانیت کا جوہر اور انسانی عروج کا نقطۂ کمال تھا۔ اس سے ایک ایسا گروہ وجود میں آیا جس کی رضا ورغبت اور غیظ وغضب اور جس کی زبان بندی اور لب کشائی محض اللہ کے لیے تھی۔ ان کے دلوں میں سے شہوات وخواہشات کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ وہاں بس عقل تھی جو ہدایت طلب کرتی تھی اور دین تھا جو رہنمائی دیتا تھا۔

وہ لوگ تھے جن کا رہبر دین اور جن کا قانون سیرت سید المرسلین تھی۔ ان کی امتیازی شان تواضع تھی۔ ان کی زندگیاں زاہدانہ تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی فتوحات زبردست بادشاہوں کی فتوحات سے بڑھ کر تھیں اور وہ خود دنیا بھر کے قائد اور رہنما تھے۔ ان کا زہد جنگ کے ہیرو اور دنیا کے سردار بننے میں مانع نہ ہوا اور جاہ وجلال اور جس مجد وشرف تک ان کی رسائی ہوئی اس نے ان کے دین وتقویٰ میں کوئی فتنہ وفساد پیدا نہیں کیا۔

وہ ایک ایسی قوم تھی کہ اس کا فرماں روا ایک قاضی (جج) مقرر کرتا ہے، مگر پورا سال اس طرح سے گزر جاتا ہے کہ کبھی دو آدمیوں کا جھگڑا بھی اس کے پاس نہیں آتا اور قوم کے افراد آپس میں کیونکر جھگڑتے جب کہ قرآن ان کے پاس تھا، جب کہ ان میں سے ہر کوئی اپنے حق کو پہچانتا تھا اور اس سے زیادہ نہیں مانگتا تھا، جب کہ ان میں سے ہر کسی کو اپنے فرائض کا علم تھا اور ان کی ادائیگی میں وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتا تھا، جب کہ وہاں ہر شخص اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرتا تھا جو وہ اپنے لیے چاہتا تھا اور اس کی کوشش ہمیشہ یہی ہوتی تھی کہ مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ کی اذیت سے بچے رہیں، جب کہ حالت یہ تھی کہ ایک مسلمان بیمار ہو جاتا تو دوسرے اس کی عیادت کو دوڑتے اور وہ فقیر ہو جاتا تو دوسرے اس کی اعانت کرتے۔ اگر وہ احسان کرتا تو دوسرے ممنون ہوتے۔ وہ مظلوم ہوتا تو دوسرے بھائی اس کی مدد کرتے اور وہ ظلم کرتا تو خود وہی بھائی اسے روک دیتے۔ اور جب ان کا دین تھا ہی خیر خواہی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دوسرا نام، تو وہ لڑتے کاہے کو؟

Marfat.com

ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ نیکی اور احسان کے کاموں میں (سبقت لے جانے کے لیے) باہم دگر کش مکش کرتے۔

(واقعہ ملاحظہ ہو کہ) مدینہ منوّرہ کے گرد و نواح میں ایک نابینا بوڑھی عورت کی حفاظت کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ خیال رکھتے۔ صبح سویرے اس کے ہاں آتے تو دیکھتے کہ اس کے ساتھ احسان کرنے میں کوئی ان سے سبقت لے گیا ہے۔ وہ ان سے پہلے اس کے لیے پانی بھر لایا اور اس کے معاملات ٹھیک ٹھاک کر گیا ہے۔ اس پر وہ ششدر رہ جاتے کہ معاملہ کیا ہے! وہ ہر اگلے دن زیادہ سویرے اُٹھتے کہ "اس" شخص سے بازی لے جائیں، مگر بے سود۔ آخر ایک بار وہ آغاز شب سے اس گھات میں رہے کہ دیکھیں تو، وہ ہے کون شخص؟ اور کیا دیکھتے ہیں کہ یہ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان دِنوں آپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) خلیفہ[۱] تھے۔ اللہ اکبر! ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مدینہ منوّرہ کے آس پاس کی ایک نابینا بوڑھی عورت کے ساتھ احسان کرنے میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مادر تاریخ کسی اور ایسی تاریخ کو جنم دینے کے لیے بانجھ ہے، جس میں اس طرز کے واقعات ہوں کہ قائدِ ملت خادمِ ملت کے روپ میں آتا ہو اور وہ راتوں کو نابینا بوڑھیوں، درماندہ لوگوں، محتاج کنبوں، کمزور مظلوموں اور سرکش ظالموں کی تلاش اس لیے کرتا ہو کہ وہ بوڑھیوں کی خدمت کر سکے، وہ درماندہ لوگوں کی دوا کر سکے، وہ مظلوموں کی مدد کر سکے اور ظالموں کا ہاتھ روک سکے۔ اور پھر اس سب کچھ کے باوجود وہ کسی سے صلے اور شکریے کی توقع اس لیے نہ رکھتا ہو کہ وہ تو یہ کام کرتا ہی اللہ کے لیے ہے اور غیر اللہ سے ثواب کی امیدیں نہیں باندھتا۔

اللہ اکبر! وہ لوگ کتنی غلطی کھا گئے، جو یہ سمجھے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ ہرگز نہیں! اسلام تو بس اسی طرح کے بلند اخلاق سے پھیلا ہے۔ مسلمانوں نے متمدن دنیا کا تین چوتھائی حصہ فتح کیا تو کس سے؟ تلوار سے؟ نہیں، بلکہ اس ایمان سے جس سے ان کے اپنے دل معمور تھے۔ اور اس نور سے جس سے ان کے اپنے قلوب جگمگا اٹھے تھے اور اس قوّت سے جو عقیدۂ توحید نے ان

۱- منتخب کنز العمال، خطیب نے ابوصالح الغفار سے یہ روایت بیان کی ہے۔

Marfat.com

میں از سرِ نو پیدا کر دی تھی۔

انھیں اس بات کا یقینی علم تھا کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے ارادوں کو پورا کرتا ہے۔ ساری کائنات میں تصرف وہی کرتا ہے۔ ہر چیز اسی کی قضا و قدر کے مطابق ہے اور اگر قضا و قدر اور اس کا علم ان سے مخفی ہے تو کیا ہوا؟ اللہ نے ان پر قرآن نازل کر کے اپنا راستہ تو کھول کے بیان کر دیا ہے نتیجہ یہ کہ انھوں نے قرآن کے اوامر و نواہی کا اتباع کیا اور نوشتۂ تقدیر میں وہ سعادت مند ٹھہرے۔

وہ مومن جو جانتا ہے کہ اللہ ہی واحد اور بے نیاز وجودِ اقدس ہے جو کسی کا باپ ہے نہ بیٹا۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ اس کے مقابلے میں کوئی پیغمبر بھی پناہ نہیں دے سکتا اور کوئی اس کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں کر سکتا۔ اس کے اور بندے کے درمیان کوئی خون کا تعلق اور نسب کا رشتہ نہیں۔ اور وہ مومن جو اس بات کا علم رکھتا ہے کہ اللہ ان لوگوں کی لازماً مدد کرتا ہے جو اس کی مدد کرتے ہیں اور جو احسن طریقے سے کام کرے، اس کا اجر وہ ضائع نہیں کرتا۔ وہ اللہ ہی سے سوال کرتا اور اسی سے مدد مانگتا ہے، وہ مومن جب اللہ کی معیت میں ہوتا ہے تو کسی چیز کی اسے پروا نہیں ہوتی۔ وہ جب اللہ کے جوارِ (رحمت) میں ہوتا ہے تو کسی اور کے جوار کی اسے خواہش نہیں ہوتی اور جب وہ برضا و رغبت جنت کے عوض اللہ کے ہاتھ اپنی جان کا سودا چکا دیتا ہے تو دنیا و مافیہا سے مستغنی و بے پروا ہو جاتا ہے۔

پہلے مسلمانوں کو جو بھی سعادت نصیب ہوئی، اس کی بنیاد یہی عقیدہ تھا اور دلوں میں اس عقیدے کا کمزور پڑ جانا ہی اس شقاوت و بدبختی کی بنیاد بنی جو بعد کے ان مسلمانوں کے حصے میں آئی جنھوں نے اپنی مرضی سے بدعتیں اور نئے عقائد رائج کر کے عقیدۂ توحید کو بگاڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بکھر گئے۔ اپنی ہی سرزمین میں ذلیل ہوئے اور اپنے ہی گھر میں ان پر دھاوے بولے گئے۔ پہلے مسلمانوں نے اس عقیدے کے حسن و جمال اور اس کی پاکیزگی و طہارت کو محفوظ رکھا تو انھوں نے وہ فتوحات حاصل کیں جو تاریخ کا عجوبہ ہیں اور جن کی عظمت و جلال کے سامنے عقل انکساری کے ساتھ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر رہ جاتی ہے۔ ساتھ ہی اسے حیرت بھی ہوتی ہے کہ بعد میں ان مسلمانوں پر یہ ذلت و رسوائی کہاں سے آ مسلط ہوئی!

Marfat.com

بدوی قوم، قوموں کے اختلافات و جہالت کی آخری انتہا پر پہنچی ہوئی ایک قوم تھی۔ جس کے قبیلوں کو متحد و مہذب بنانے والا کوئی دین نہیں تھا۔ کوئی چیز ان کو یکجا کرنے والی اور کوئی حکومت ان کا انتظام چلانے والی نہ تھی۔ سوائے ایک حکومت کے جو عراق میں عجمی حکمرانوں کے زیر نگیں تھی اور ایک شامی سلطنت کے جس پر عرصے سے رومی بادشاہوں کا تسلط تھا۔ وہ قوم یکا یک شیر کی طرح جست لگاتی ہے۔ دائیں ہاتھ میں قرآنی نور اٹھائے ہوئے، قبیلوں کے سامنے دنیا میں عزت اور آخرت میں سعادت کی راہیں روشن کرتی ہے۔ اور ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے ہے اور ضلالت پر اصرار کرنے والے معاندین کو حق و ہدایت کے راستے کی طرف لوٹاتی ہے۔ اس امت میں اسلام کا جوہر کھل کر ظاہر ہوتا ہے۔ تو دیکھتے ہی دیکھتے وہی تفرقہ اور وہی جاہلیت اسلام میں اخوت اور فضیلت بن جاتی ہے، وہی کمزوری بے مثال قوت بن جاتی ہے۔ وہی حمیت جاہلیت اللہ کے حضور تواضع بن جاتی ہے اور اس کے احکام کے سامنے خوشی سے سر تسلیم خم کر دیتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ بنی وہیب میں سے ایک بدوی (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) اسلامی جوہر کی بدولت دنیا کے عظیم ترین سپہ سالاروں میں سے ہو جاتا ہے۔ وہ ظلم کا مضبوط ترین قلعہ مسمار کرتا ہے۔ وہ روئے زمین پر ستم کی سب سے بڑی بنیاد ڈھا دیتا ہے۔ وہ قادسیہ میں فارسی جبروت کی جگہ اسلامی تہذیب کے وہ بیج بوتا ہے جو برگ و بار لاتے اور آخر کار دنیا کو ڈھانپ لیتے ہیں۔

اور بنی عدی کا ایک درشت مزاج بدوی (عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ) اسلام کے ذریعے تاریخ کی عظیم شخصیت بن جاتا ہے۔ علم میں اور سیاست و بلاغت میں وہ ابھرتا ہے اور غور و فکر اور ضرب و حرب اور اقوالِ زریں کے میدانوں میں نمایاں ہوتا ہے۔ وہ اکیلا جزیرۂ عرب، شام، عراق، مصر اور افریقہ کا انتظام چلاتا ہے، لیکن تاریخِ عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس شخص سے زیادہ کسی عادل، راست باز اور بہتر فرد کو نہیں جانتی۔ اور اسلام کے صدقے مکہ کے تاجروں میں سے ایک تاجر (ابوبکر) انبیا کے بعد سب سے عظیم ہستی بن جاتا ہے۔

یہ تاریخ کا عجوبہ ہے اور یہی سب سے بڑی فتح ہے۔ ہاں اسلامی فتح ہی وہ فتح ہے جس کی کوئی مثال تاریخ میں موجود نہیں۔ اَن گنت فاتحین ہیں جنھوں نے وسیع و عریض علاقے اپنی

Marfat.com

تلواروں سے فتح کیے اور اپنے لشکروں سے انھیں مسخر کر کے قوت و جبروت سے ان پر حکم چلایا، مگر ان مسلمانوں کا سا کوئی بھی نہیں جس نے پہلے ملک، ایمان کے ذریعے، دل، عدل کے ذریعے اور عقل، علم کے ذریعے فتح کی ہو اور پھر وہ سلطنت کا والی ایمان کا داعی اور مجد و شرف اور تہذیب و تمدّن کا بانی بن گیا ہو۔

مسلمانوں نے ساتویں صدی عیسوی میں جنگ کے ان انسانی اصولوں کو عملی میدان میں منطبق کیا جن کا علم یورپ کو انیسویں صدی میں ہوا اور جن کی تطبیق کی کوشش اس نے بیسویں صدی میں کی، لیکن جب اس عملی تطبیق میں کامیابی نہ ہوئی اور ان کی مصنوعی انسانیت پر ان کی بہیمانہ اور وحشیانہ طبیعتیں غالب آ گئیں تو انھوں نے بین الاقوامی قانون کی کتابوں میں ان اصولوں کو لکھ دینے اور ان کی چمک دمک سے مشرقی متجددین کی آنکھیں خیرہ کر دینے ہی کو کافی سمجھ لیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے متمدّن دنیا کا تین چوتھائی حصہ فتح کیا، لیکن جن ممالک پر ہم غلبہ پاتے تھے، ان میں ہم علم، عدل، ہدایت اور خوش حالی لے کے جاتے تھے۔ ہم اس وقت تک جنگ نہ کرتے جب تک ہمارے دشمن اللہ کے داعی کی پکار پر لبیک کہنے سے انکار کر کے خود جنگ کا انتخاب نہ کر لیتے۔ پھر بھی ہم مالِ غنیمت میں خیانت اور عہد میں بے وفائی نہیں کرتے تھے۔ ہم کسی کا مثلہ نہیں کرتے تھے۔ کسی سفیر کو قتل نہیں کرتے تھے۔ کوئی عمارت مسمار نہیں کرتے تھے۔ جو ہتھیار ڈال دیتا، یا ایک طرف چلا جاتا اس کے مقابلے میں ہم ہتھیار نہ اٹھاتے اور کسی گوشہ نشین راہب کو ہم چھوتے تک نہ تھے۔[1]

پھر جب اپنے دشمنوں سے ہم صلح کرتے اور وہ ہماری ذمہ داری میں آ جاتے تو ہم ان کی ہر اس خطرے سے حفاظت کرتے جس سے ہم اپنے اہل و عیال کو بچاتے۔ جب وہ اسلام قبول کر لیتے اور ہمارے بھائی بند بن جاتے تو ان کے حقوق و فرائض بالکل وہی ہوتے جو ہمارے تھے۔ مسلمانوں میں خون، زبان، رنگ، نسل اور جاہ و جلال کی بنا پر کوئی فرق نہ تھا۔ اگر کسی کو کسی پر کچھ

۱۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کو جو نصیحت کی وہ اس کتاب میں پڑھیے۔

Marfat.com

برتری حاصل ہوتی تو وہ محض تقویٰ کی بنا پر ہوتی۔[1]

ان فتوحات کا لگا یورپ کی استعماری فتوحات کہاں کھا سکتی ہیں۔ ہم نے ملکوں کو فتح کر کے مکینوں کو دین و عبادت، نظامِ عدل و انصاف اور مال و اولاد کے بارے میں آزاد چھوڑ دیا۔ ہم نے عدل سے عوام کے قلوب پر قابو پایا۔ علم کی سعادت سے انھیں بہرہ ور کیا۔ امن و امان کے سایے ان پر چھا گئے اور تمدن کے جھنڈے ان پر لہرا دیے، حتیٰ کہ حالت یہ ہوگئی کہ دوسرے ممالک کے شہری اپنی حکومتوں کی فریاد مسلمانوں سے کرنے لگے اور اپنے بادشاہوں[2] کے مقابلے میں ان کی مدد کرنے لگے اور وہ یہ فریاد اپنے بادشاہوں سے کسی ذاتی بغض یا اپنے وطن سے کسی عناد کی بنا پر نہیں بلکہ عدل و انصاف کی محبت، اسلام کی چاہت اور علم و تمدّن کی کشش کی وجہ سے کیا کرتے تھے۔

ہم نے حیرہ فتح کیا۔ حیرہ والوں نے اپنی مرضی سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہدیہ بھیجا۔ آپ نے وہ ہدیہ قبول کیا اور اسے جزیہ میں شمار کیا، اور یہ اس لیے کیا کہ آپ کے نزدیک انصاف و احتیاط کا تقاضا یہی تھا۔ اور آپ کو خدشہ تھا کہ کہیں ذمیوں پر وہ زیادتی نہ کر بیٹھیں یا بے جا انھیں تکلیف نہ پہنچا دیں۔ اور یورپ والو! تم نے ملک فتح کیے تو جبراً ان کے مال لوٹے۔ بری طرح سے ان کے خون چوسے اور ہر عمدہ چیز پر تم نے ہاتھ صاف کیے۔ وہ ہماری فتوحات تھیں۔ یہ تمھاری فتوحات ہیں!!

۱- اسلام میں وطنی قومیت کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ دنیا کا ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ قومیّت کی یہ جدید بدعت، جس کی بنا پر ترکی، عربی، مصری و عراقی کا فرق کیا جا رہا ہے اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اب خود مغرب اس تنگ قومی اتحاد کی بجائے وسیع نظریاتی اتحاد کی طرف رجوع کر رہا ہے، یعنی وہ اسلام کی بنیادوں کی طرف پلٹ رہا ہے۔

۲- جیسا کہ فتح کے دوران حمص میں اور بعد میں اندلس میں ہوا۔ بلاذری نے فتوح البلدان میں روایت بیان کی ہے کہ ہرقل نے مسلمانوں کے مقابلے میں لشکر اکٹھے کیے اور یہ پتا چلا کہ وہ یرموک کی طرف بڑھ رہے ہیں تو مسلمانوں نے اہلِ حمص سے جو خراج لیا تھا وہ لوٹا دیا اور کہنے لگے کہ ہم تمھاری مدد و مدافعت نہیں کر سکتے اس لیے تم خود اپنے ذمہ دار ہو۔ اہلِ حمص نے کہا کہ تمھاری دوستی اور انصاف ہمیں اپنی مظلومی کی پہلی حالت سے محبوب تر ہے۔ ہم تمھارے گورنر کی معیت میں ہرقل کی فوجوں کو شہر سے بھگا دیں گے۔ یہود نے اٹھ کے کہا: ''تورات کی قسم! ہرقل کا قائد حمص میں ہم پر غلبہ حاصل کیے بغیر داخل نہیں ہوسکتا''۔ انھوں نے دروازے بند کر کے حمص کی حفاظت کی۔

Marfat.com

فلما ملكتم سال بالدم أبطح — ملكنا فكان العدل منا سجية

غدونا على الأسرى نمن و نصفح — و حللتم قتل الأسارى و طالما

فكل اناء بالذى فيه ينضح — فحسبكم هذا التفاوت بيننا

۱- ہم مالک ہوئے تو انصاف ہماری عادت تھی اور تم مالک ہوئے تو خون کے سیلاب سے وادیاں بہہ نکلیں۔

۲- قیدیوں کا قتلِ عام تم نے جائز ٹھہرا دیا اور ہم تو مدتوں ان کے بارے میں عفو و احسان سے کام لیتے رہے۔

۳- تمھارے ہمارے درمیان یہ تفاوت کافی ہے اور برتن میں جو کچھ ہو وہی تو چھلک کے باہر آتا ہے۔

یہ اسلامی جوہر صرف فتوحات اور خلفا و امرا ہی کی سیرتوں میں نہیں، بلکہ تمام مسلمانوں میں نمایاں ہوا۔ اس سے عورتوں، بوڑھوں اور بچوں تک کے قلب و جگر میں وہ نور پیدا ہوا جس سے عام لوگ راہ ہدایت پکڑتے ہیں اور جو عظیم شخصیتوں کے لیے اسوۂ حسنہ بنتے ہیں۔ یہ جوہر اس درجہ نکھر گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عورتوں میں مال تقسیم کرتے ہیں تو آپ بنی نجار کی ایک بڑھیا کا حصہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دے کر بھیجتے ہیں۔ بڑھیا پوچھتی ہے کہ یہ کیا ہے؟

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں کہ یہ وہ مال ہے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عورتوں میں تقسیم کیا ہے۔ پھر ان میں حسب ذیل مکالمہ ہوتا ہے!

بڑھیا: مجھے تم میرے دین کی رشوت دیتے ہو؟

زیدؓ: نہیں۔

بڑھیا: تمھیں یہ خدشہ ہے کہ میں دین چھوڑ دوں گی؟

زیدؓ: نہیں۔

بڑھیا: خدا کی قسم! میں اس میں سے ذرہ بھر بھی کوئی چیز نہ لوں گی[۱]۔

اس بڑھیا نے اس میں سے کچھ بھی نہ لیا۔ اس لیے کہ وہ کسی تحریص و ترہیب پر ایمان نہ لائی تھی

۱- (طبقات ابن سعد)

بلکہ اس نے تو اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا تھا اور اسے آرزو بھی بس اسی صلے کی تھی جو اللہ کے ہاں ہے۔

اس نے اس مال میں سے اس لیے کچھ نہ لیا کہ وہ مال کو اپنی ذات اور اپنے رب کے درمیان حائل نہ ہونے دینا چاہتی تھی۔ مبادا کہ وہ مال دین کے ساتھ اخلاص سے اس کا رخ موڑ دے۔ مبادا کہ اس سے مال کی طمع پیدا ہو اور وہ مال کے سامنے گھٹنے ٹیک دے اور عقیدۂ توحید جو اس بڑھیا کے دل میں اسی طرح جاگزیں ہوگیا تھا جس طرح وہ کبار صحابہؓ کے دلوں میں جاگزیں ہوا تھا۔ وہ اسے مجبور کرتا تھا کہ محض ایک اللہ کی رضا کے لیے عمل کرے۔ صرف اسی سے مانگے اور اسی پر جی جمائے رکھے اور اسی سے لَو لگائے رکھے۔

مسلمانوں کا ایک گروہ پورے شرح صدر کے ساتھ یہ سمجھتا ہے کہ حکومت کا حق انھیں حاصل ہے۔ یہ گروہ اپنا حق وصول کرنے کے لیے جمع ہوتا ہے۔ اپنے اس مسلک میں وہ کسی نرمی کا بھی روادار نہ تھا۔ اتنے میں دوسرے گروہ کے تین آدمی آتے ہیں اور آ کر ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ پہلے گروہ کو ایک کلمے میں نورِ حق نظر آتا ہے اور وہ اپنے اٹل فیصلے سے رجوع کر لیتا ہے۔

سقیفہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور انصار کے درمیان اس طرح بات چیت ہوتی ہے:

عمر رضی اللہ عنہ: کیا تمھیں علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے کیا؟

انصار: ہاں! ہم جانتے ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ: تو پھر تم میں سے کسی کا دل اس شخص سے آگے بڑھنے کے لیے رضامند ہوتا ہے جسے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھایا؟

انصار: کسی کا بھی نہیں۔

بس پھر کیا تھا۔ اس بات کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے میں سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔[1]

اس واقعے کا ان تنازعات سے کیا تعلق جو بیسویں صدی کی ترقی یافتہ سلطنتوں میں حکومت کے لیے مختلف گروہوں میں نمودار ہوتے ہیں۔

۱- نسائی و حاکم نے یہ روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

Marfat.com

شخصی حکومت سے نجات پا جانے کے جو دعوے یورپ میں آج ہو رہے ہیں ان کا پہلے مسلمانوں کی اصل جمہوریت سے آخر کیا واسطہ ہو سکتا ہے!

ہاں! ہاں! لوئی چہار دہم کے استبداد اور ہٹلر اور مسولینی کے جبر و استبداد میں کچھ بھی تو فرق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ نے ایک دن کے لیے بھی استبداد سے نجات نہیں پائی اور پارلیمانی نظام اس کی جمہوری آرزوؤں میں سے ایک بھی آرزو کو پورا نہیں کر سکا۔ اور ستم یہ ہے کہ مغرب آزادی کے انھی کھوکھلے نعروں کے ذریعے مشرقی طفلانِ مکتب کو فریب دیتا اور انھیں رام کرتا ہے۔

اس کے مقابلے میں اسلامی نظامِ حکومت ہی صحیح جمہوری نظام ہے۔ اس میں امیر المؤمنین کی پوزیشن اس سے کچھ بھی بڑھ کے نہیں ہوتی کہ وہ اس اٹل قانونِ الٰہی کو نافذ کرتا ہے جس کو باطل سامنے سے دبا سکتا ہے، نہ پیچھے سے۔ اس نظام کا موروثی نظامِ حکومت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ پہلے مسلمان اس نظام کو ٹھیک ٹھیک اور اچھی طرح سمجھتے تھے۔ ان کے ہر گورنر کو پتا ہوتا تھا کہ اسے اپنے کام کا حساب اللہ کے حضور جا کر دینا ہوگا اور وہ اس کام کا ذمے دار صرف مسلمانوں کی بہتری کے لیے ہے۔ امیر المومنین کی رضا جوئی کے لیے نہیں، بلکہ بعض اوقات تو وہ اس میں حد سے بھی کچھ بڑھ جاتے۔

ہوتا یوں ہے کہ معاذ بن ایمن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ منورہ آتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے کہتے ہیں: ''اپنا حساب چکاؤ''۔ وہ کہتے ہیں: ''کیا دو دفعہ حساب دینا ہوگا؟ ایک اللہ کے حضور اور دوسرا آپ کے سامنے۔ خدا کی قسم! میں کبھی آپ کے کسی کام کی ذمے داری نہیں لوں گا''۔

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے خزانچی سے مال مانگتے ہیں اور وہ دینے سے انکار کر دیتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''تیری حیثیت بس اتنی ہے کہ تو ہمارا خزانچی ہے۔ جب ہم تجھے دیا کریں تو لے لیا کرو اور جب خاموش ہو جائیں تو خاموش ہو جایا کرو!''

خازن امیر المومنین سے کہتا ہے: ''میں آپ کا، یا آپ کے گھر والوں کا خازن نہیں۔ میں تو مسلمانوں کا خازن ہوں۔'' پھر وہ جمعہ کے روز آتا ہے۔ امیر المومنین خطبہ دے رہے ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ وہ کہتا ہے: ''اے لوگو! عثمان کہتے ہیں کہ میں ان کا اور ان کے گھر والوں کا خازن ہوں، حالانکہ میں تو صرف مسلمانوں کا خزانچی تھا۔ یہ لو اپنے بیت المال کی چابیاں''۔ اور وہ چابیاں پھینک دیتا ہے۔

یہ اسی معجزے کی تاریخ ہے جو سید العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ظاہر ہوا۔ یہ انسانیتِ کاملہ کی تاریخ ہے۔ یہ اُن پہلے مسلمانوں کی تاریخ ہے جو انسانیت کے گلِ سرسبد تھے۔

اے نوجوان مسلمانو! اس کا مطالعہ کرو اور کوشش کرو کہ ایک بار پھر اسے صفحۂ حیات پر لکھو اور دُنیا کو باتوں سے نہیں، بلکہ اپنے عمل سے کہو: ''ہم ہیں ان آباواجداد کی اولاد!''

.... ❀❀❀ ....

Marfat.com

Marfat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں۔ تو انھوں نے ان لوگوں کو پیغام بھیجا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردے لٹکا لیے اور مسند پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا[۱]:

میرے ابا جان! ان کا ذکر ہی کیا؟ خدا کی قسم! ان کے مقام تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ وہ تو کوہِ عالی مقام تھے۔ وہ ایک لمبی اور پھیلی ہوئی شاخ تھے۔

یہ تصورات بالکل غلط ہیں کہ کوئی ان کا ہم مرتبہ ہو گیا۔ ناممکن! جب تم عاجز آ جاتے، وہ تو اس وقت بھی کامران ہوتے تھے۔ جب تم ڈھیلے پڑ جاتے تو وہ اس وقت بھی بازی لے جاتے تھے۔ کسی منزل پر پہنچنا ہوتا تو وہ تیز رو گھوڑے سے بھی سبقت لے جاتے۔

اٹھتی جوانی میں وہ قریش کے نونہال اور ادھیڑ عمر میں ان کی پناہ گاہ تھے۔ ان کے قیدیوں کو وہ رہا کراتے اور ان کے قلاشوں کی امداد کرتے تھے۔ ان کے جھگڑے نمٹاتے اور ان کے بکھرے ہوؤں کو جوڑتے تھے۔

یہ وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ قریش کے دلوں میں گھر کر چکے تھے کہ اللہ کے دِین کے بارے صدیق ہی کو غیرت و غصہ آیا اور ذاتِ الٰہی کے بارے میں آپ کی حمیت یہاں تک بھڑک اُٹھی کہ آپ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا کے اس شعار کو زندہ کر دیا جسے باطل پرست مٹا رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں برسائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت آنسو بہانے والے، کمزور جسم اور پرسوز آواز کے مالک تھے۔ مکہ کی عورتیں اور بچے آپ کو دیکھ کر سیٹیاں بجاتے، مذاق اڑاتے اور ٹھٹھے کرتے۔ (اللہ

۱- اگر کسی عبارت کے اسلوب کی وجہ سے اس کی صحت کا حکم لگایا جا سکتا ہے تو میرے خیال میں یہ عبارت سیدہ عائشہؓ کے کلام کا حصہ نہیں بلکہ بناوٹی اور موضوع روایت ہے کیونکہ یہ اسلوب حضرت عائشہ کے اسلوب اور اس زمانے کے اسلوب کے موافق نہیں۔ اس عبارت میں بناوٹ ان وجوہ سے نمایاں ہے۔ صفت کی طوالت اور اس میں مبالغہ، اس عبارت میں غریب الفاظ کا استعمال۔ یہ سب کچھ حضرت عائشہ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

Marfat.com

ان کے ساتھ ٹھٹھے کرتا ہے اور سرکشی میں ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے) قبیلۂ قریش کے کچھ افراد کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ سرگرمیاں سخت تکلیف دہ اور ناقابلِ برداشت تھیں۔ انھوں نے آپ کو اپنے خطرناک ارادوں کا ہدف بنایا، مگر کرتے کیا؟ آپ کا بال تک بیکا نہ کر سکے اور آپ بخیریت ان ساری سختیوں میں سے گزر گئے حتیٰ کہ جب اسلام کے قدم جم گئے، قریش کے جھنڈے سرنگوں ہوگئے اور عام لوگ اسلام میں فوج درفوج اور عرب قبیلے گروہ درگروہ داخل ہونے لگے تو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دنیا کی بجائے دارِ آخرت کو پسند فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ تب پھر شیطان نے اپنے خیمے گاڑ لیے۔ اس نے طنابیں تان لیں۔ رسیاں کس لیں، ابلیس اپنے گھوڑے پر سوار اور پیادہ فوج کے ساتھ چڑھ دوڑا۔ اسلام کی صفوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس کی موجوں میں طوفان آگیا اور اس پر ہر طرف سے مصیبتیں ٹوٹ پڑیں۔ شیطان کے کارندوں کو یقین ہوگیا کہ ان کی اُمیدیں برآنے والی ہیں۔ وہ سمجھے کہ وقت آگیا ہے کہ ان کی توقعات پوری ہوں۔ مگر توقعات کیونکر پوری ہوسکتی تھیں جب کہ صدیق رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ وہ اتنے چوکس نکلے کہ طوفان دیکھتے ہی انھوں نے کمر کس لی۔ دامن اڑس لیا اور اسلام کو جو ادھیڑا جا رہا تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے پہلے ہی کی طرح بُن دیا اور اسے جو بکھیرا جا رہا تھا، آپ نے اسے مجتمع کر دیا۔ آپ نے دین کو تباہی سے بچا لیا۔ پھر جب حق نے اپنے ڈیرے جما لیے، سرکندھوں پر ٹک گئے۔ جانیں محفوظ ہوگئیں تو آپ کی موت کا وقت آگیا۔ اب جو خلا پیدا ہو رہا تھا اسے آپ نے اپنے ہی جیسے شفیق، بلند سیرت اور منصف مزاج شخص عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے ذریعے پُر فرمایا۔

وہ کیا خوب ماں تھی جس نے آپ کو دودھ پلایا اور پالا پوسا۔ اس نے واقعی آپ کو بے مثال جنا۔ آپ نے کفار کو ذلیل وخوار اور مغلوب ومقہور کیا۔ شرک کو ہر طرف سے مار بھگایا۔ زمین کو چیر کر اس سے اس کے خزانے اگلوائے۔ یہاں تک کہ دنیا آپ کے پیچھے بھاگتی اور آپ اس سے اعراض فرماتے۔ وہ پیچھے پیچھے آتی اور آپ انکار پر انکار کرتے جاتے۔ آپ نے دنیا کا مال یہیں تقسیم کر دیا اور جس حالت میں آئے تھے اسی حالت میں چل بسے۔

اس خطبے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اب مجھے بتاؤ تمھیں کس چیز سے گھٹن ہوتی ہے اور میرے والد کا کون سا زمانہ تم پر شاق گزرتا ہے؟ قیام کا زمانہ جب کہ انھوں نے تمھارے درمیان انصاف کیا، یا رحلت کا زمانہ جب کہ انھوں نے تمھارے معاملے کا انتظام کیا؟ میں اپنی یہ بات کہتی ہوں اور تمھارے اور اپنے لیے اللہ سے مغفرت چاہتی ہوں۔

Marfat.com

پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:

میں تم سے کہتی ہوں کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھے بتاؤ کہ جو کچھ میں نے کہا ہے کیا اسی میں سے کوئی چیز خلافِ واقع ہے؟

انھوں نے کہا:

خدا کی قسم! نہیں۔[1]

............❀❀❀............

۱- نہایة الادب، الریاض النضرة۔ الفائق۔ مفتاح الافکار اور جمهرة الخطب وغیرہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خطبہ نقل کیا گیا ہے۔

Marfat.com

اسمِ گرامی، لقب اور کنیت

عبداللہ نام، عتیق وصدیق لقب اور ابوبکر کنیت تھی۔

عبداللہ

اکثر علمائے انساب کی رائے ہے کہ پہلے عبدالکعبہ نام تھا۔ جب اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر نام عبداللہ رکھ دیا۔[۱] امام بخاری[۲] اور کچھ دُوسرے محدثین نے قطعیت سے یہ بات کہی ہے کہ آپ کا اسمِ گرامی عبداللہ ہی[۳] تھا۔ اس بارے میں بہت سی احادیث ان کی تائید کرتی ہیں جن میں سے ایک کے راوی عبداللہ بن زبیر[۴] ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن عثمان تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ اللہ نے تمھیں آگ سے آزاد کر دیا ہے تو آپ کا نام عتیق[۵] پڑ گیا۔ اس رائے کی تائید یہ روایت بھی کرتی ہے کہ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یوں لکھا ہے:

عبداللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرسول کی طرف سے ہر اس شخص کی طرف جو میرے اس مکتوب کو پڑھے۔[۶]

۱- المحب الطبری نے اپنی کتاب الریاض النضرۃ کے باب مناقب العشرۃ میں یہ بات بیان کی ہے۔ المحب الطبری ابوجعفر احمد بن عبداللہ حافظ، محدث اور فقیہ ہیں۔ ان کی وفات ۶۹۴ھ میں ہوئی۔

۲- آپ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم تاجدارِ اقلیم حدیث ہیں۔ ایک ہزار سے زائد شیوخ سے روایت کی۔ آپ کی کتاب کے متعلق کہا جاتا ہے اصح الکتب بعد کتاب اللہ۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ عید الفطر کی رات ۲۵۶ھ میں وفات ہوئی۔

۳- زُرقانی نے شرح المواھب میں یہ روایت بیان کی ہے۔ یہ سیرت کی بلند پایہ کتاب ہے، دوسری تمام کتب سیرت کے مقابلے میں یہ اکیلی کافی ہے۔

۴- یہ پہلے بچے ہیں جن کی پیدائش، ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ میں ہوئی۔ قریش کے شہسوار تھے۔ جنگِ یرموک میں شرکت کی۔ یزید کی موت کے بعد آپ کی بیعت کی گئی۔ یمن، حجاز، عراق اور خراسان پر آپ کا قبضہ ہو گیا۔ نو سال تک حکومت کرتے رہے۔ فصیح، عالم اور بہادر تھے۔ ۷۳ھ میں مکہ میں شہید ہوئے۔

۵- ترمذی کی روایت ہے۔ امام ترمذی کبار ائمہ میں سے تھے۔ جامع ترمذی اور تفسیر کے مؤلف ہیں۔ وفات ۲۷۹ھ میں ہوئی۔ سیوطی کہتے ہیں کہ مسند بزار اور طبرانی میں بھی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ ہے۔

۶- دولابی نے یہ روایت کتاب الاسماء والکنیٰ میں بیان کی ہے۔ پورا نام ابوبشر محمد بن احمد الدولابی۔ مکہ اور مدینہ کے درمیانی مقام عرج میں ۳۱۰ھ کو وفات پائی۔

Marfat.com

ابن عساکر کہتے ہیں کہ تقریباً تمام روایات میں اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کا نام عبداللہ اور لقب عتیق تھا۔ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ گھر والوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ رکھا لیکن وہ عتیق کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے۔

عتیق

اکثر محدثین کا خیال ہے کہ آپ کا اسم گرامی عتیق[1] تھا۔ اُن کی تائید اس شعر سے ہوتی ہے جو کسی انصاری نے سقیفہ کے دن کہا۔

فقلتم حرام نصب سعد و نصبکم   عتیق بن عثمان حلال أبابکر
وأهل أبوبکر لها خیر قائم   بها و علی کان أخلق بالأمر

۱- تمھارا کہنا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا حرام ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ عتیق بن عثمان کا تقرر جائز ہے۔

۲- ہم حضرت علی اور عمر رضی اللہ عنہما کو خلافت کے لیے موزوں سمجھ رہے تھے لیکن عتیق (ابوبکر) ان سب سے زیادہ کے اہل تھے۔[2]

اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ کا نام عتیق کس نے رکھا اور کب رکھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دورِ اسلام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''کہ بخدا ایک روز میں اپنے گھر میں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ صحابہ کے ساتھ صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے اور میرے درمیان پردہ تھا۔ اچانک ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ کسی عتیق (آگ سے نجات پانے والا) شخص کو دیکھنا چاہیں، وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیں۔[3]

ابن اسحاق[4] کہتے ہیں کہ آپ کے والد ہی نے یہ نام رکھا تھا۔

۱- المحب الطبری کی یہ رائے ہے۔   ۲- الاشتقاق (ابن درید)

۳- ابویعلی نے اپنی مسند میں روایت کی۔ ابنِ سعد اور حاکم نے بھی روایت کی۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ ایسی ہی روایت ترمذی نے بھی بیان کی۔

۴- یہ ابوبکر محمد بن اسحاق المطلبی ہیں۔ اہلِ مغازی کے امام ہیں۔ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ان سے احادیث روایت کی گئی ہیں۔ ۱۵۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ مشہور ترین آدمی جس نے ان سے روایات بیان کیں وہ عبدالملک بن ہشام ہیں جو سیرۃ النبی کے مؤلف ہیں اور جن کی وفات مصر میں ۲۱۳ھ میں ہوئی۔ یہ بات مشہور ہے کہ سیرت ابن اسحاق مفقود ہوگئی تھی، اس کی طباعت کے پچاس سال گزرنے کے بعد...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کچھ دوسرے لوگوں کی رائے ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نے اللہ سے اولاد کے لیے دعا مانگی۔ دعا قبول ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور زندہ بچ گئے[۱]، تو والدہ نے ''عتیق'' نام رکھ دیا۔ المحب الطبری کہتے ہیں کہ ان سارے اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ والدین میں سے کسی ایک نے کسی خاص وجہ سے یہ نام رکھا ہو، دوسرے نے تائید کر دی ہو۔ قریش نے یہی نام استعمال کیا ہو اور پھر اسلام کے بعد بھی قائم رہا ہو۔

لیکن صحیح بات وہی ہے جو ابنِ عساکر، نووی[۲] اور سیوطی[۳] نے کہی ہے کہ عتیق آپ کا لقب ہے نام نہیں۔

عتیق کا مفہوم

لیث بن سعد، مصعب بن زبیر اور ایک دوسرے گروہ[۴] کا خیال ہے کہ عتیق ''عتاقة'' یعنی ''حسن و جمال'' سے مشتق ہے۔ ان کی تائید ابن قتیبہ[۵] کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ

(بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ)...... یہ بات مشہور ہوئی کہ یہ کتاب موجود ہے یا اس کتاب کا بڑا حصہ تاریخ طبری میں روایت کر دیا گیا ہے۔ طبری میں محمد بن سلمہ نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے جیسا کہ ابن ہشام بکائی سے اور بکائی ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں۔

۱- راوی المحب الطبری ہیں۔

۲- آپ محی الدین نووی ائمۂ شافعیہ میں سے ہیں۔ صاحبِ تصنیف و تالیف ہیں۔ ۱۴؍رجب ۶۷۶ھ بروز بدھ آپ کی وفات ہوئی۔

۳- آپ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی ہیں۔ محقق، امام، حافظ، مؤرخ اور ادیب ہیں۔ قاہرہ میں ۹۱۱ھ میں وفات ہوئی۔ ان کی تقریباً ۵۰۰ تصانیف ہیں۔

۴- جیسا کہ ابن درید نے اپنی کتاب الاشتقاق میں بیان کیا ہے۔ لیث بن سعد مشہور مصری فقیہ تھے۔ ان کی سالانہ آمدنی ۸۰,۰۰۰ (اسی ہزار) دینار تھی۔ لیکن آپ پر کبھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی۔ یعنی کبھی پورا سال آپ کے پاس یہ رقم پڑی نہیں رہتی تھی۔ آپ ثقہ تھے۔ ۱۴؍شعبان ۹۴ھ میں آپ کی پیدائش اور ۱۵؍شعبان ۱۷۵ھ میں وفات ہوئی۔ مصعب بن زبیر ابتدائے اسلام کے چند بہادر گورنروں میں سے ہیں۔ اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاں پلے بڑھے۔ ۷۱ھ میں شہید ہوئے۔

۵- اپنی مشہور کتاب المعارف میں لکھا ہے۔ آپ ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ بغدادی ہیں۔ مشہور دینوری کے نام سے ہیں کیونکہ آپ دینور میں عہدۂ قضا پر فائز رہے۔ جلیل القدر اور کثیر التعداد کتابوں کے مصنف ہیں۔ وفات رجب ۲۷۶ھ میں ہوئی۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے روئے مبارک کی رعنائی کی وجہ سے ''عتیق'' لقب رکھا[۱]۔ موسیٰ[۲] بن طلحہ کہتے ہیں کہ ''عتیق''، ''عتق'' سے مشتق ہے۔ قصہ یوں ہے کہ آپ کی والدہ کی کوئی اولاد نرینہ نہیں بچتی تھی۔ جب آپ پیدا ہوئے تو والدہ نے قبلہ رخ ہو کے دعا مانگی: ''کہ اے اللہ! اسے تو نے آگ سے آزاد کیا (عتیق) ہے۔ یہ مجھے عطا فرما دیجیے''۔ دعا منظور ہوئی۔ آپ زندہ رہ گئے اور نام ''عتیق'' پڑ گیا[۳]۔

ابونعیم[۴] کہتے ہیں کہ عتیق ''عتق'' معنی ''قدامت'' سے ہے۔ اس صورت میں عتیق سے مُراد ہوگا وہ شخص جو بھلائی کے کاموں میں بہت پرانا ہو چکا ہو۔ ابن الاعرابی[۵] کا قول ہے کہ عرب ''عتیق'' اسے کہتے جو انتہائی عمدہ ہو۔ علامہ دولابی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ابوقحافہ کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوئے۔ انھوں نے ایک کا نام ''عتیق'' اور دُوسرے کا ''معتق'' رکھا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام پہلے لڑکے کے نام پر ''عتیق'' رکھا۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ ان تینوں کے نام ''عتیق''، ''معتق'' اور ''معتیق'' تھے۔

ابوبکر

کنیّت ابوبکر ہے۔ ''بکر'' نوجوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''بکارۃ'' اور ''ابکر'' ہے[۶]۔ دُولابی نے ابوبکر بن ابی زہیر الثقفی سے روایت بیان کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

۱- سیوطی کہتے ہیں کہ طبرانی نے یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

۲- یہ تیمی مدنی ہیں۔ وفات ۱۰۳ھ۔

۳- الریاض النضرة

۴- سیوطی تاریخ الخلفاء میں ابونعیم کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ فضل بن دکین ابونعیم کوفی ہیں۔ ایک آنکھ سے بھینگے تھے، حافظ تھے۔ لوگوں کا اتفاق ہے کہ یہ ضبط و احتیاط میں بہت اونچے پایے کے تھے، وفات ۲۱۹ھ۔

۵- ان کا نام محمد بن زیاد ہے، بہت زیادہ روایت کرنے والے۔ نسب دان اور لغت کے علامہ تھے۔ شعر و لغت کا ان سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں دیکھا گیا۔ وفات ۲۳۱ھ۔

۶- الاشتقاق لابن درید.

Marfat.com

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ (النساء ۴:۱۲۳)
معاملہ نہ تمھاری خواہشات کے مطابق ہوگا نہ اہلِ کتاب کی خواہشات کے مطابق، بلکہ جو بھی کوئی برا کرے گا، اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یارسول اللہ! اس آیت کے بعد بات کیسے بنے گی؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر! کیا تم پر مصیبتیں نہیں پڑتیں؟ کیا تم مغموم نہیں ہوتے؟ کیا تم پر سختیاں نہیں آتیں؟'' عرض کیا: ''ہاں یارسول اللہ! ایسا ہوتا ہے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو پھر یہ مصیبتیں، یہ غم اور یہ سختیاں برائیوں کا بدلہ بن جائیں گی''۔

عبداللہ[1] بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سورۃ الزلزال نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے پوچھا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! روتے کیوں ہو؟ اگر تم لوگ غلطیاں اور گناہ نہ کرتے جنھیں اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے تو وہ تمھاری جگہ ایک ایسی مخلوق پیدا کرتا جن سے خامیوں اور لغزشوں کا صدور ہوتا اور پھر اللہ تعالیٰ ان کی پردہ پوشی فرماتا''۔

بعض اوقات آپ رضی اللہ عنہ کے کچھ حریف آپ کا نام بگاڑ کر ابوبکر کے بجائے ابوفصیل کہتے۔ جب خلیفہ ہوئے تو ابوسفیان نے کہا: ''ہمیں ابوفصیل سے کیا غرض؟ دراصل سب کچھ تو بنوعبد مناف ہی ہیں''۔ لوگوں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمھارے لڑکے کو گورنر بنا دیا ہے۔ ابوسفیان کہنے لگے: ''یہ تو اس کی صلہ رحمی ہے''۔[2]

۱- عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی قدر کے ساتھ ہجرت کی۔ آپ جنگِ خندق اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔ ۱۶۳۰ احادیث بیان فرمائی ہیں۔ وہ نہایت سنجیدہ اور وسیع العلم تھے۔ سنت کے بہت زیادہ متبع، جلیل القدر، بے پناہ قربانی دینے والے، دیانت دار اور محترم شخصیت کے مالک تھے۔ تحکیم کے روز خلافت کے لیے ان کا ذکر ہوا اور اس سلسلے میں ان سے بات بھی کی گئی، تو فرمانے لگے: ''اس شرط پر تیار ہوسکتا ہوں کہ کوئی خون ریزی نہ ہو''۔ وفات ۷۳ھ۔

۲- تاریخ الطبری۔ یہ محمد بن جریر ابوجعفر طبری ہیں۔ مؤرخ، مفسر اور امام ہیں۔ یہ مسلمانوں کے سب سے بڑے اور قابلِ اعتماد مؤرخ ہیں۔ تاریخ و تفسیر اور ان کے علاوہ دوسرے موضوعات پر ان کی کئی کتابیں ہیں۔ وفات ۳۱۰ھ۔

Marfat.com

الصدیق

آپ دورِ جاہلیت ہی سے صدیق کے لقب سے مشہور ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ قریش کے سرداروں میں سے تھے اور تاوان کا مال آپ ہی کی تحویل میں دیا جاتا تھا۔

آپ تاوانوں کے ذمہ دار تھے۔ ہوتا یوں کہ کسی شخص کے ذمے کوئی تاوان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈالتے تو قریش آپ کا ساتھ دیتے اور تاوان کا فیصلہ نافذ کرتے، لیکن اگر کوئی اور شخص تاوان کا فیصلہ سناتا تو قریش اس کی ایک نہ سنتے اور اسے بے یار و مددگار چھوڑ جاتے۔[1]

اسلام میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق پڑنے کا واقعہ یوں ہے کہ رات کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جایا جاتا ہے۔ صبح ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو معراج کی رُوداد سناتے ہیں (لوگوں نے اس سے پہلے ایسا واقعہ کبھی سنا، نہ دیکھا) کچھ مسلمان مرتد ہو جاتے ہیں۔

۱- بات یوں ہے کہ ظہورِ اسلام سے قبل مجد و شرف قریش کے دس قبیلوں کے دس افراد کو ملا۔ عباس بن عبدالمطلب بنی ہاشم میں سے تھے۔ دورِ جاہلیت میں وہ حاجیوں کو پانی پلاتے۔ اسلام میں بھی یہ خدمت ان کے سپرد رہی۔ ابوسفیان بن حرب بنی امیہ میں سے تھے، ان کی تحویل میں قریش کا جھنڈا تھا۔ جب قریش کسی اور پر متفق نہ ہوتے تو انھیں اپنا سردار اور پیشوا بناتے۔ حارث بن عامر بنو نوفل میں سے تھا۔ وہ ''رفادہ'' کا ذمہ دار تھا۔ ''رفادہ'' اس حصے کو کہتے ہیں جو قریش اپنے مال میں سے ان حاجیوں کے لیے نکالتے جن کا زادِ راہ ختم ہو چکا ہوتا۔ عثمان بن ابی طلحہ بنی عبدالدار کے فرد تھے، وہ کعبے کے مجاور تھے۔ اور یہ ذمہ داری آج تک ان کے خاندان کے سپرد ہے۔ یزید بن زمعہ بن اسود قبیلۂ بنو اسد سے تعلق رکھتا تھا، اس سے مشورے لیے جاتے تھے۔ قریش اس سے معاملہ طے کرائے بغیر کسی چیز پر متفق نہیں ہوتے تھے۔ اگر یہ ان کی تجویز سے متفق ہو جاتا تو وہ کر گزرتے۔ نہیں تو فیصلہ وہ کرتا اور دوسرے اس کے معاون ہوتے۔ ابوبکر الصدیق بنو تیم میں سے تھے۔ آپ کی تحویل میں تاوان تھے۔ جب آپ کسی پر تاوان ڈال دیتے اور اس کے لیے قریش سے کہتے تو وہ آپ کی تصدیق کرتے اور اس سے تاوان لے کے دیتے جس کے لیے آپ نے کہا ہوتا اور اگر کوئی اور شخص کہتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے۔ خالد بن ولید بنی مخزوم میں سے تھے۔ ان کے ذمے ''خیمہ'' اور ''باگ ڈور'' تھی۔ خیمے سے مراد یہ ہے کہ وہ خیمہ گاڑ لیتے اور پھر وہاں لشکر کی تیاری کے لیے سامان جمع کرتے اور ''باگ ڈور'' سے مراد یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں وہ قریش کے گھوڑ سواروں کے سپہ سالار ہوتے۔ حضرت عمر بن خطاب بنو عدی میں سے تھے۔ دورِ جاہلیت میں یہ سفیر ہوتے۔ صفوان بن امیہ بنو جمح میں سے تھا۔ ازلام اس کے سپرد تھے۔ حارث بن قیس بنی سہم میں سے تھا۔ حکومت اور بتوں کے مال اس کی نگرانی میں ہوتے۔ دیکھیے بلوغ الارب از آلوسی۔

Marfat.com

ایسے میں قریش کے چند آدمی دوڑے دوڑے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمھیں اپنے ساتھی کی کچھ خبر ہے؟ وہ (ساتھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے کہ آج رات مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی یوں فرمایا ہے؟'' وہ لوگ کہتے ہیں: ''ہاں''۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ (بلا تامّل) کہتے ہیں: ''اگر وہ ایسا فرماتے ہیں تو ٹھیک ہے''۔ کفار کہتے ہیں: تم یہ مانتے ہو کہ وہ راتوں رات بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے لوٹ بھی آئے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں: ''یہ کیا؟ میں تو اس سے زیادہ بعید از قیاس بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں تو مانتا ہوں کہ آپ پر صبح وشام وحی آتی ہے۔''

اس مکالمے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ان سے واقعہ سنتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں''۔ بات ختم ہوتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''ابوبکر! تم الصدیق ہو''۔[1]

ابو یحییٰ حکیم[2] بن سعد کہتے ہیں: ''نہ جانے کتنی بار میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام اپنے نبی کی زبانی ''صدیق'' رکھا اور وہ حلفاً

۱- حدیث متفق علیہ ہے۔ اس سیاق میں الریاض النضرة سے نقل کی گئی ہے۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں سعید بن منصور سے روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات واپس ذی طویٰ پہنچے تو آپ نے جبریل سے فرمایا کہ میری قوم تو یہ بات مانے گی نہیں۔ جبریل نے کہا کہ ابوبکر مانیں گے اور وہ ''الصدیق'' ہیں۔ سیوطی کہتے ہیں کہ طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ روایت متصل سند کے ساتھ بیان کی ہے۔ حاکم نے المستخرج میں نزال بن سبرة سے روایت کی ہے۔ نزال کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ بتائیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ایسے شخص تھے کہ ان کا نام اللہ نے جبریل علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی صدیق رکھوایا۔ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ نائب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے معاملے میں ان پر مطمئن ہو گئے تو ہم اپنی دنیا کے بارے میں ان پر راضی ہو گئے۔

۲- یہ حدیث الاصابة میں بیان ہوئی ہے۔ وہاں اور تاریخ الخلفا میں ان کا نام یحییٰ (یا کے ساتھ) ہے۔ خلاصة التهذيب میں ہے کہ یہ نام نحیٰ ہے (تا مکسورہ کے ساتھ)۔ حکیم (اسم تصغیر) بن سعد کوفی ثقہ ہیں۔ یہ حدیث ''ابنِ سمان'' کی کتاب الموافقة میں ہے۔

زرقانی کہتے ہیں کہ طبرانی نے ثقہ راویوں کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ پس اس میں رائے کا کوئی دخل نہیں۔

کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ''صدیق''[۱] نازل کیا ہے۔

امام نووی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ''الصدیق'' اس لیے رکھا گیا کہ ایک تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں جلدی کی۔ دوسرے وہ ہمیشہ سچ بولتے تھے اور تیسرے یہ کہ ان سے کبھی کوئی لغزش نہیں ہوئی۔

یہ بھی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات جبریل سے کہا کہ میری قوم یہ بات نہیں مانے گی تو جبریل نے کہا کہ ابوبکر تصدیق کریں گے اور وہ ''الصدیق'' ہیں۔[۲] اور شب معراج سے آپ ''صدیق'' کے لقب سے معروف ہو گئے۔

ابومحجن الثقفی کہتے ہیں:

وسميت صدّيقاً وكل مهاجر سواك يسمّى باسمهِ غير منكر

سعيت الى الاسلام والله شاهد وكنت جليسا فى العريش المشهر

۱- آپ کا اسمِ گرامی صدیق رکھا گیا اور یہ نام آپ کے لیے کچھ بھی عجیب نہیں۔ رہ گئے دوسرے مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم تو ان میں سے ہر کسی کو اس کے اصلی نام ہی سے پکارا جاتا ہے۔

۲- خدا گواہ ہے کہ آپ نے اسلام کی طرف پیش قدمی کی جب کہ آپ اس سے پہلے اپنے آرام دہ گھر میں سکون سے رہتے تھے۔[۳]

الصلتان العبدی[۴] کا ایک شعر ہے:

فملّتنا أننا المسلمون على دين صديقنا والنبى

ہماری ملت ابراہیمی ہے۔ ہم اپنے نبی اور صدیق رضی اللہ عنہ کے دِین پر ہیں۔[۵]

۱- تاريخ الخلفاء۔

۲- الرياض النضرة۔

۳- ''اسد الغابة'' ابومحجن عمرو بن حبیب اسلام اور جاہلیت دونوں ادوار کے مشہور شعرا میں سے ہیں۔ قادسیہ میں انھوں نے خوب جوہر دکھائے۔ آذربائیجان میں ۳۰ھ میں وفات پائی۔

۴- قبیلہ عبدالقیس کے قثم بن خبیشہ ہیں۔ جریر و فرزدق کے ہم عصر تھے۔ ان دونوں کے درمیان حَکَم کے فرائض بھی سرانجام دیے۔

۵- الكامل لابن المبرد۔

Marfat.com

ابن قیس الرقیات[1] کہتا ہے:

ہم میں سے نبی احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور متقی صدیق رضی اللہ عنہ اور حکما ہیں"۔

نابغہ جعدی[2] ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں کہتے ہیں:

حکیت لنا الصدیق حین ولیتنا　　و عثمان و الفاروق فارتاح معدم

تم نے حکمران ہو کر صدیق و عمر اور عثمان کے ادوار کی یاد ہمارے ذہنوں میں تازہ کر دی اور خود مفلسی کی حالت میں چل بسے۔

اصمعی[3] نے یہ شعر پڑھے:

و لکننی أحب بکل قلبی　　و أعلم أن ذاک من الصواب

رسول الله و الصدیق حبا　　به أرجو غدا حسن الثواب

میں پورے دل وجان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں۔ اس محبت پر آخرت میں اجر کی امید رکھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ طریقہ ٹھیک ہے۔

حضرت انس[4] بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے۔ پیچھے پیچھے حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما بھی آ گئے۔ پہاڑ لرز اٹھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں سے اسے ٹھوکر لگائی اور فرمایا: "اے احد! اپنی جگہ پر جم جا۔ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں"[5]۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات پر جو کلمات کہے، ان میں یہ قول بھی

۱- عبداللہ بن قیس اموی دور کا قریشی شاعر تھا۔ اس کا لقب ابن قیس الرقیات اس لیے پڑ گیا کہ یہ تین عورتوں کے بارے میں غزل کہا کرتا تھا۔ جن میں سے ہر ایک کا نام رقیہ تھا۔ وفات ۸۵ھ۔

۲- یہ حسان بن قیس جعدی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے اسلام سے پہلے ہی بت پرستی اور شراب نوشی ترک کر دی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شامل ہوئے۔ اصفہان میں ۵۰ھ میں وفات پائی۔

۳- یہ عبدالملک بن قریب باہلی ہیں۔ مشہور روایۃ العرب اور حافظے میں دنیا کے عبقری تھے۔ وفات ۲۱۶ھ۔

۴- انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ برابر دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہے۔ ۱۲۸۶ احادیث کی روایت انھوں نے کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سب سے آخر میں بصرہ میں ان کی وفات ۹۰ھ میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر سو سال سے زیادہ تھی۔

۵- صحیح حدیث ہے۔ بخاری، ترمذی، احمد اور ابوحاتم نے روایت کی۔

Marfat.com

شامل تھا: اللہ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (الزمر ۳۹:۳۳) وہ جو سچائی لے کے آیا اور وہ جس نے اس سچائی کی تصدیق کی وہی متقی ہیں۔

سچائی لے کر آنے والے سے مُراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تصدیق کرنے والے سے مُراد آپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) ہیں[1]۔

.... ❁❁❁ ....

۱- نہایۃ الادب (نویری)۔

حضرت ابوبکر کا نسب اور حلیہ مبارک

آپ عبداللہ (عتیق) بن ابی قحافہ (عثمان)[۱] بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں۔

آپ کی والدہ محترمہ ام الخیر سلمٰی بنتِ صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہیں۔ یہ آپ کے والد بزرگوار کے چچا کی صاحبزادی تھیں[۲]۔

آپ کا شجرۂ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب کے ساتھ مرہ بن کعب پر آ ملتا ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے اور مرہ کے درمیان چھ پشتوں کا فاصلہ ہے[۳]۔

............❀❀❀............

۱- قحافہ: اس چیز کو کہتے ہیں جو برتن وغیرہ میں سے زور سے نکال لی جائے اور پھر پوری طرح قابو کر لی جائے۔ اور عثمان عثم سے مشتق ہے۔ عثم کا معنیٰ ہے ہڈی ٹوٹ جائے اور اسے دوسری بار جوڑ اجائے لیکن وہ سیدھی نہ جڑے۔ (ابن درید فی الاشتقاق)۔

۲- عثمان کے والد عامر کے چچا کی لڑکی ہیں۔ الریاض النضرۃ میں ہے کہ اکثر نسب دانوں کی رائے یہی ہے۔ بعض نسب دانوں کے ہاں شجرۂ نسب یوں ہے۔ سلمٰی بنت صخر بن عامر بن عمرو۔ مگر اس طرح وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا کی لڑکی بن جاتی ہیں اور یہ بات صحیح نہیں۔

۳- الریاض النضرۃ — اسد الغابۃ — الاصابۃ۔

ابو قحافہ رضی اللہ عنہ

یہ عثمان بن عامر ہیں۔ ان کی ماں کا نام آمنہ بنت عبد العزی عدوی یا قیلہ[1] بنت عبد العزیٰ ہے۔

اسماء[2] بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت سنیے، فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہجرت کی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال جو پانچ چھے ہزار درہم بنتا تھا، ساتھ اٹھا لے گئے۔ ہمارے دادا ابو قحافہ جو نابینا ہو چکے تھے، آ کر کہنے لگے: بخدا مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ خود گیا ہے اور تم لوگوں کو صدمہ پہنچا گیا ہے، اسی طرح وہ مال بھی لے گیا ہے اور تمھیں مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ حضرت اسماء کہتی ہیں، میں نے جواب دیا: ''نہیں تو دادا جان! وہ تو ہمارے لیے بہت سا مال چھوڑ گئے ہیں''۔ اس کے بعد کچھ پتھر، میں نے گھر کے اس گڑھے میں رکھ دیے جہاں ابا جان مال رکھا کرتے تھے۔ ان پتھروں پر کپڑا ڈال کے دادا جان کا ہاتھ پکڑا، پتھروں پر رکھا اور کہا: ''ذرا دیکھیے تو! دادا میاں نے اس ڈھیر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگے: کوئی نہیں۔ اگر یہ کچھ چھوڑ گئے ہیں تو خوب ہے اور تمھارے لیے ہے بھی کافی''۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''بات تو بن گئی مگر حقیقت یہ تھی کہ ابا جان چھوڑ چھاڑ کر کچھ نہیں گئے تھے۔ بس بڑے میاں کے اطمینان کے لیے میں نے کچھ کیا۔[3]

ابو قحافہ کا اسلام

ابو قحافہ فتح مکہ کے روز اسلام لائے۔ اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے۔ مسلمان مقام ذی طوی[4] پر تھے، انھوں نے اپنی لڑکی سے کہا: ''مجھے ابی قبیس پہاڑ پر لے چلو''۔ وہ انھیں پہاڑ پر لے گئیں۔

۱- الاصابة.

۲- اسماء رضی اللہ عنہا جلیل القدر مہاجر صحابیہ ہیں۔ انھیں ذات النطاقین کہتے تھے۔ اسلام لانے والوں میں اٹھارہویں تھیں۔ مہاجر خواتین میں سے سب سے آخر میں ان کا انتقال ہوا۔ ۷۳ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ عمر سو سال کی تھی، مگر کوئی دانت نہیں گرا تھا۔ عقل میں کوئی خلل نہیں آیا تھا۔ جب ان کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے ہیں تو ان کا صبر و کردار تاریخ میں مثال ہے۔ اس بارے میں سو قصیدے اور سو روایتیں منقول ہیں۔ اے کاش! ہمارے ادیب اس زوردار ادب سے آشنا ہوتے۔

۳- الریاض النضرة. اصابہ میں ہے کہ ابن حبان نے یہ روایت بیان کی اور اسے صحیح کہا۔

۴- طویٰ سہ حرفی کلمہ ہے۔ طاء اور نون تنوین سے ہے۔ مکہ کے قریب ہے۔ القاموس۔ یاقوت حموی کہتا ہے کہ طویٰ واؤ کی فتح کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔

Marfat.com

ابوقحافہ نے پوچھا: ''بیٹا! تمھیں کیا نظر آتا ہے؟'' بیٹی نے جواب دیا: ''لوگوں کی بھیڑ نظر آتی ہے''۔ ابوقحافہ نے پھر پوچھا: ''یہ گھوڑ سوار ہیں؟''

بیٹی نے جواب دیا: ''گھڑ سوار ہیں، مگر ان کے علاوہ ایک مرد اور بھی دکھائی دیتا ہے جو اس بھیڑ میں کبھی دوڑتا ہوا آگے آتا ہے اور کبھی دوڑتا ہوا پیچھے جاتا ہے''۔ ابوقحافہ نے کہا: ''بیٹا یہ فوج کو مرتب و منظم کرنے والا ہے۔ یہ گھڑ سواروں کو احکام دیتا ہے اور ان کی طرف آتا جاتا ہے''۔ بیٹی نے کہا: ''بخدا! اب تو بھیڑ چھٹ گئی ہے''۔ ابوقحافہ نے کہا: ''گھڑ سوار اہلِ مکہ کو دھکیل کر لے گئے۔ اب تم جلدی سے مجھے گھر لے چلو''۔ بیٹی انھیں پہاڑ سے نیچے اتار لائیں۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد کو ساتھ لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بڑے میاں کو گھر ہی میں رہنے دیا ہوتا، میں حاضر ہو جاتا''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اصل ذمہ داری ان کی ہے کہ آپؐ کی خدمت میں چل کر آئیں نا کہ آپؐ ان کے پاس چل کر جائیں''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقحافہ کے سینے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور فرمایا: ''اسلام قبول کر لیجیے''۔ ابوقحافہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت ابوقحافہ کا سر روئی کے گالوں کی طرح سفید تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کے بالوں کو رنگ دو''[1]۔

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ''اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق مبعوث فرمایا ہے۔ مجھے اپنے والد کے اِسلام سے جتنی خوشی ہوئی ہے، اس سے کہیں زیادہ ابوطالب[2] کے اسلام لانے سے مسرت ہوتی

١- احمد، ابوحاتم اور ابنِ اسحاق نے یہ روایت بیان کی ہے۔ مسلم کی روایت اس طرح ہے کہ کسی چیز سے ابوقحافہ کے بالوں کا رنگ بدل دو مگر سیاہ نہ کرنا۔ حالت جنگ کے سوا بالوں کو سیاہ کرنا مکروہ ہے۔ البتہ ابن جوزی نے اس کے جواز پر لکھا ہے۔

٢- ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں جو مسلسل آپ کی تائید و مدافعت کرتے رہے۔ ان کی کنیت ان کے سب سے بڑے بیٹے طالب کے نام پر ہے۔ ان کے بیٹے طالب، عقیل، جعفر اور علی رضی اللہ عنہما ہیں۔ ہر چھوٹے کی عمر بڑے سے دس سال کم ہے۔ ابوطالب کی بیٹی کا نام اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا تھا۔ طالب کے سوا سب بہن بھائی مسلمان ہوئے اور صحیح روایت یہ ہے کہ خود ابوطالب اسلام نہیں لائے۔ ابوطالب حضورؐ کے والد عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔

Marfat.com

کیونکہ ابوطالب کے اسلام سے حضورؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر! تم نے سچ کہا''[۱]۔

بیٹے پر شفقت

ابوقحافہ کے فرزندِ ارجمند حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب کئی غلام آزاد کر چکے تو والد نے ان سے کہا: ''بیٹا! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور قسم کے غلام آزاد کرتے ہو۔ اگر یہ کام کرنا ہی ہے تو تنومند اور توانا قسم کے غلاموں کو آزاد کرو تاکہ کسی مصیبت کے وقت تمھارے ساتھ کھڑے ہو کر تمھاری حفاظت کر سکیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''والدِ محترم! انسانوں سے اجر نہیں چاہیے، مجھے تو اللہ سے جزا مطلوب ہے''۔ تب قرآن کا یہ حصہ نازل ہوا:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰىۙ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰىۙ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰىؕ (اللیل: ۵-۷)

ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں دے، تقویٰ کی روش اختیار کرے اور بھلی چیزوں کی تصدیق کرے۔ ہم اس کے لیے نیکی کرنا آسان کر دیتے ہیں۔

ابوقحافہ...... رحلت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر

سعید بن المسیّب[۲] کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو اہلِ مکہ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ یہ خبر سن کر حضرت ابوقحافہ نے پوچھا: ''ہوا کیا ہے؟''۔ لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے۔ ابوقحافہ نے کہا: ''عظیم مصیبت آن پڑی ہے۔ یہ بتاؤ کہ حضرت رسول اللہؐ کے بعد امت کا معاملہ کس کے سپرد ہوا؟'' بتایا گیا تمھارے بیٹے کے سپرد۔ ابوقحافہ نے سوال کیا: ''بنوعبد مناف اور بنومغیرہ اس پر راضی ہو گئے؟'' لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ ابوقحافہ کہنے لگے: ''اللہ کوئی چیز دے تو اسے روک کون سکتا ہے اور جب اللہ کوئی چیز روک لے تو

۱- الریاض النضرة میں ہے کہ یہ روایت صاحب ''فضائل ابی بکر'' نے بیان کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

۲- یہ سید التابعین ہیں۔ امام و مقتدا ہیں۔ وفات ۹۳ھ۔ آپ کی مرسل روایات بھی صحیح کے مرتبے میں شمار ہوتی ہیں کیونکہ ان کے اسناد موجود ہیں۔

Marfat.com

پھر دے کون سکتا ہے'' [۱]۔

ابوقحافہ حضرت ابوبکرؓ کے عمرہ کے وقت

رجب ۱۲ھ میں حضرت ابوبکرؓ نے عمرہ کیا۔ چاشت کے وقت مکہ پہنچے۔ وہ اپنے والد کے گھر آئے۔ ابوقحافہ اس وقت گھر کے دروازے پر بیٹھے کچھ نوجوانوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ انھیں بتایا گیا کہ آپ کے فرزندِ ارجمند آ گئے۔ ابوقحافہ جلدی سے اٹھے۔ ابوبکرؓ تیزی سے اونٹنی بٹھانے لگے مگر پھر دیر کے ڈر سے کھڑی اونٹنی ہی سے اُتر آئے اور کہنے لگے: ''ابا جان! آپ اٹھنے کی زحمت نہ فرمایئے''۔ اب ابوبکرؓ اپنے والد سے لپٹ گئے اور ان کی آنکھوں کو بوسہ دیا۔ ادھر ابوقحافہ بیٹے کی آمد پر خوشی سے رونے لگے۔ اتنے میں مکہ کے حاکم عتاب بن اسید [۲] آ گئے۔ سہیل، عکرمہ اور حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم [۳] حاضر ہو گئے اور ان سب نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلامِ خلافت کہا۔ پھر ان اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ ان لوگوں نے ابوقحافہ کو سلام کیا۔ اس پر ابوقحافہ کہنے لگے: ''عتیق [۴] یہ سردار ہیں۔ ان کے ساتھ معاملہ اچھا رکھنا''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی توفیق اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔ میرے اوپر بڑی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، جس سے عہدہ برآ ہونے کی ہمت اللہ ہی دے سکتا ہے''۔

۱- الرياض النضرة۔

۲- فتح مکہ والے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مکہ کا گورنر بنایا۔ ۸ھ میں انھوں نے لوگوں کو حج کرایا۔ وفات تک مسلسل مکہ کے گورنر رہے۔ ان کا انتقال بھی اسی روز ہوا جس روز حضرت ابوبکرؓ کا ہوا۔

۳- سہیل بن عمرو قرشی عامری دورِ جاہلیت میں قریش کے ایک سردار اور خطیب تھے۔ جنگ بدر میں گرفتار ہوئے اور بعد میں اسلام لے آئے۔ ۱۸ھ میں شام میں طاعون سے وفات ہوئی۔ عکرمہ، ابوجہل کے بیٹے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ آپ قریش کے معززین میں سے تھے۔ اچھے مسلمان تھے۔ بہادری کے خوب جوہر دکھانے کے بعد جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ حارث بن ہشام، خالد بن ولید کے چچازاد بھائی ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ معزز و محترم تھے۔ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ طاعون والے سال ان کا انتقال ہوا۔

۴- جو لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کا نام عتیق تھا یہ ان کی دلیل ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ غسل کیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ لوگوں سے ان کی ضروریات پوچھیں اور عصر کے وقت واپس مدینہ تشریف لے گئے[1]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان[2] کے متعلق کچھ شکایات پہنچیں۔ آپ کے حکم سے انھیں حاضر کیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں ڈانٹا۔ ابوسفیانؓ خوشامد کرنے لگے۔ ابو قحافہ آگے بڑھے، انھیں محسوس ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی کو ڈانٹ رہے ہیں۔ وہ نابینا تھے۔ اس لیے اپنے رہبر سے پوچھا: ''میرا بیٹا کسے ڈانٹ رہا ہے؟''۔ رہبر نے جواب دیا: ''ابوسفیان کو''۔ ابو قحافہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب جا کر کہنے لگے: ''عتیق! ابوسفیان کو ڈانٹ ڈپٹ کر رہے ہو اور یوں اونچے اونچے بول رہے ہو۔ تم تو اپنی حد سے بڑھ گئے اور اپنی حیثیت سے تجاوز کر گئے ہو''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جو مہاجرین و انصار وہاں موجود تھے، وہ سب اس بات پر مسکرائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ابا جان! اللہ نے اسلام کے ذریعے کسی کو سربلند کر دیا اور کسی کو سرنگوں''[3]۔

ابو قحافہ انتقالِ صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت

حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن المسیب فرماتے ہیں کہ پہلی دفعہ (رحلتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) سے تو کم مگر ایک دفعہ پھر مکہ لرز اٹھا۔

ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا ہوا؟'' لوگوں نے بتایا کہ آپ کے لختِ جگر اس دُنیا سے رحلت کر گئے ہیں۔

ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بھاری مصیبت آئی ہے۔ اس کے بعد حکمران کون ہوا؟'' لوگوں نے

۱- طبقات ابنِ سعد۔

۲- ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ ہیں۔ قریش کے معززین میں سے تھے۔ جنگِ اُحد میں قریش کے سپہ سالار تھے۔ ان کے قافلے کے سردار تھے۔ یہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ جنگ حنین میں شریک ہوئے۔ مالِ غنیمت میں سے سو اونٹ انھیں دیے گئے۔ جنگ یرموک میں انھوں نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ اسی جنگ میں ان کی آنکھ ضائع ہوئی۔ ۳۲ھ میں وفات پائی۔

۳- مروج الذھب۔

Marfat.com

کہا: ''عمر رضی اللہ عنہ'' کہنے لگے کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ساتھی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کی وراثت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جایداد میں سے چھٹے حصے کے وارث ابو قحافہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان سے یہ حصہ لینے کے لیے کہا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ مال واپس ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد کو دے دیا۔

وفات

اپنے بیٹے کے بعد چھ ماہ سے زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے۔ محرم ۱۴ھ میں ستانوے سال کی عمر میں انتقال فرمایا[1] انا للہ وانا الیہ راجعون۔

............❀❀❀............

۱- طبقات ابن سعد۔

Marfat.com

اُمُّ الخیر رضی اللہ عنہا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمٰی رضی اللہ عنہا بنت صخر ہے۔ یہ آغاز ہی میں دارارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ[1] میں اسلام لے آئیں۔ ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایک جگہ جمع ہوئے۔ اس وقت تک ان کی تعداد صرف انتالیس تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے برابر اصرار کرتے کہ ہم کھل کر سامنے نکلیں[2]۔ حضور ﷺ

۱- یہ ارقم بن عبدمناف بن اسد مخزومی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ سے پہلے چھ صحابہ مسلمان ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی۔ وفات ۵۵ھ میں مدینہ میں ہوئی۔ ابن جبیر محمد بن احمد اندلسی سیاح نے ۵۸۰ھ کے لگ بھگ ان کے گھر کی زیارت کی۔ اس کی حالت بھی انھوں نے اپنے سفرنامے میں بیان کی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وہ گھر ہے جہاں اسلام پھلا پھولا۔ صفا کے بالمقابل ہے۔ اس کے متصل ایک چھوٹا سا مکان ہے جہاں بلال رضی اللہ عنہ رہتے تھے۔ یہ گھر چھوٹا سا ہے۔ اس وقت یہ گھر نیا بنایا گیا ہے۔ بنانے پر ایک ہزار دینار خرچ ہوا ہے۔ جب کوئی اندر جاتا ہے تو دائیں جانب ایک بڑا سا گنبد ہے جس کی بناوت اچھوتی ہے۔ یہاں وہ جگہ ہے جہاں رسول اکرم ﷺ تشریف فرما ہوتے اور وہ پتھر ہے جس کا سہارا آپ ﷺ لیتے۔ دائیں طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہے۔ الخ

مصنف علی طنطاوی کہتے ہیں۔ اس گھر ہی سے وہ نور نمودار ہوا جس سے دنیا جگمگا اٹھی۔ یہیں سے مسلمان اس وقت نکلے جبکہ ان کی تعداد چالیس سے کم تھی۔ وہ پیہم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور مشرکین کی وہ اذیتیں برداشت کرتے رہے جن کو برداشت کرنا پہاڑوں کی طاقت سے باہر ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی مدد آ پہنچی اور دین کا غلبہ طے پا گیا اور مسلمانوں کی تعداد پانچ ارب سے تجاوز کر گئی۔ لیکن اس وقت کے چالیس مسلمان آج کے پانچ ارب مسلمانوں سے بہتر تھے کیونکہ وہ دل و جان سے کھلے اور چھپے اپنی تمام حرکات و سکنات میں مسلمان تھے۔

۲- صدیق رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے باہر نکلنے پر اصرار کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک اسلام بھی نہیں لائے تھے۔ لوگوں کا جو یہ گمان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جو سامنے آئے اور مشرکین نے انھیں پیٹا اور انھوں نے مشرکین کو پیٹا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت مشہور ہو گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کردار کے بہت سے پہلو سامنے نہیں آئے۔ ہاں! عمر رضی اللہ عنہ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی بھی صحابی سے موازنہ کیا جائے تو ان کا پلڑا بھاری رہے گا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر کارِ خیر میں سبقت لے جاتے''۔

فرماتے کہ ابھی نہیں۔ ابھی ہم تھوڑے ہیں۔ ذرا انتظار کرو، مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیہم اصرار کرتے رہے تا آنکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر کعبہ میں آئے۔ کفار کو دیکھ کر مسلمان مسجد کے کونوں میں بکھر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے بیٹھے تھے اور حضرت ابوبکر خطبہ دے رہے تھے۔ اس طرح سے گویا آپ پہلے خطیب تھے جنھوں نے اللہ و رسول کی طرف لوگوں کو کھل کر بلایا۔ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر دھاوا بول دیا اور مسجد کے اندر ان کی سخت پٹائی کی۔ عتبہ بن ربیعہ[1] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب گیا اور اس نے دو تہوں پر مشتمل جوتے سے آپ کو اتنا پیٹا کہ چہرہ سوج جانے کی وجہ سے آپ کی ناک تک کا پتا نہیں چلتا تھا کہ چہرے پر ہے کہاں؟ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قبیلے بنو تیم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور انھوں نے آ کر مشرکین کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دور ہٹایا۔ پھر ایک کپڑے میں آپ کو ڈالا اور اٹھا کر گھر لے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس وقت حالت ایسی تھی کہ ان کی موت کے بارے میں کوئی شک ہی نہ تھا۔ اس کیفیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گھر چھوڑ کر بنو تیم کے لوگ واپس مسجد آئے اور انھوں نے اعلان کیا کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ اس حالت میں مر گئے تو خدا کی قسم! ہم عتبہ کو بھی مار کے چھوڑیں گے۔

یہ اعلان کر کے بنو تیم واپس ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ کہیں دن کے آخری حصے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوش میں آئے اور انھوں نے پہلی بات یہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟[2]"

۱- عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس قریش کے معززین اور ان کے شہسواروں میں سے تھا۔ جنگ بدر میں سب سے پہلے میدان میں آیا، وہ اور اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید حالتِ کفر میں قتل ہوئے۔

۲- انھیں اپنی تکلیف اور مصیبت یاد نہ آئی۔ قریش کی نظروں میں جو احترام و اکرام کم ہوا، اس پر کچھ افسوس نہ ہوا۔ یہ تو ان کے مطلب کی چیزیں ہی نہ تھیں۔ انھیں تو غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ اسی لیے وہ اصرار سے پوچھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بنا؟ مبادا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی ہو یا کوئی ناپسندیدہ بات ہو گئی ہو۔

بخدا اس اخلاص کا کوئی جواب نہیں۔ یہ وہ ایمان ہے جو مصیبتوں سے متزلزل نہیں ہو سکتا۔ لالچ اسے کھلونا نہیں بنا سکتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مال نہیں چاہتے تھے۔ خود ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ انھیں کسی جاہ و جلال کا لالچ بھی نہ تھا۔ یہ تو خود قریش کے سردار تھے۔ کوئی دنیوی چیز وہ چاہتے ہی نہ تھے۔ یہ تو عجیب و غریب قسم کا ایمان تھا۔ یہ عظمت و رفعت کی انتہا ہے۔

Marfat.com

بنو تیم نے کعبے جانے کے اصرار پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اظہارِ تنقیص کیا۔ پھر ام الخیر رضی اللہ عنہا بنت صخر (ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ) سے کہنے لگے: ''دیکھو اسے کچھ کھلاؤ پلاؤ''۔ جب تنہائی میں ام الخیر رضی اللہ عنہا کچھ کھانے پینے کے لیے اصرار کرنے لگیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار کہتے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟'' ام الخیر رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میں سچ کہتی ہوں کہ مجھے تمھارے ساتھی کی کچھ خبر نہیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ اُمِ جمیل[1] اور بنت خطاب سے جا کر پوچھ آئیں، انھیں پتا ہوگا''۔ اُم الخیر نکل کے اُم جمیل کے پاس گئیں اور ان سے کہا: ''ابوبکر پوچھتا ہے کہ محمد بن عبداللہ کیسے ہیں؟'' ام جمیل نے جواب دیا: ''مجھے ابوبکر کا پتا ہے نہ محمد بن عبداللہ کی خبر۔ ہاں تم کہو تو تمھارے ساتھ ان کے پاس چلی چلتی ہوں''۔ ام الخیر رضی اللہ عنہا نے کہا: ''ٹھیک ہے چلو''۔ ام جمیل رضی اللہ عنہا ساتھ ہولیں۔ گھر پہنچیں تو دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پڑے ہوئے ہیں اور سخت زخمی حالت میں ہیں۔ ام جمیل رضی اللہ عنہا ان کے قریب ہوئیں اور چیخ کر کہنے لگیں: ''جن لوگوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی ہے وہ فاسق ہیں۔ اللہ سے امید ہے کہ وہ آپ کا بدلہ ان سے لے گا''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بنا؟'' اُمّ جمیل رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ''یہ آپ کی والدہ پاس ہی سن رہی ہیں''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ان سے مخبری کا خطرہ نہیں''۔

ام جمیل رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارقم کے گھر میں ہیں''۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی اور عہد کیا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جالوں اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گا نہ ہی کچھ پیوں گا۔ ام الخیر رضی اللہ عنہا اور ام جمیل رضی اللہ عنہا نے انتظار کیا۔ جب رات کی چهل پہل کم ہوئی اور لوگ آرام کرنے لگے تو وہ دونوں خواتین اس حالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر نکلیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زخموں سے چور ان خواتین کے سہارے چل رہے تھے یہاں تک کہ یہ قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نیچے جھکے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا۔ مسلمان بے تابی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف لپکے اور ان

---

[1] ام جمیل رضی اللہ عنہا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ فاطمہ بنت الخطاب قرشیہ عدویہ رضی اللہ عنہا عمر رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

Marfat.com

کی حالت دیکھ کر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی۔

اس عالم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میرے والدین آپ پر نثار ہوں مجھے تو بس ذرا سی وہی تکلیف ہے جو اس فاسق نے میرے چہرے کو پہنچائی۔ یہ میری والدہ ہیں۔ اپنے والدین سے حسن سلوک کرتی ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ کی ذات بابرکت ہے۔ آپ انھیں اللہ کی طرف دعوت دیجیے اور اللہ سے ان کے لیے دعا فرمائیے، کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے آگ سے انھیں نجات دے دے''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اور ام الخیر رضی اللہ عنہا مسلمان ہوگئیں[1]۔

ام الخیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وارث ہوئیں اور ابوقحافہ سے پہلے انھوں نے وفات پائی[2]۔

............❀❀❀............

۱- اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ اس مصیبت میں بھی اپنی (والدہ) کے لیے دعا کرنا نہ بھولے اور اس حالت میں بھی انھیں یاد رہا کہ جس دین کو انھوں نے قبول کیا ہے، اسے پوری قوم میں پھیلائیں اور اپنی ماں کو کفر کی تاریکی سے نجات دلائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔ آپ کے والدین مسلمان ہوگئے۔ اس گھر کی چار پشتیں صحبتِ نبوی کا شرف رکھتی ہیں۔ آپ خود صحابی ہیں۔ آپ کے والد، آپ کے صاحبزادے اور پوتے صحابی ہیں۔ کسی اور صحابی کو یہ نعمت نصیب نہیں ہوئی۔

۲- الاصابة۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حلیۂ مبارک

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ ”ذرا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصویر تو الفاظ میں کھینچیں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”وہ گورے چٹے، دبلے پتلے، ہلکے رخساروں والے اور منحنی کمر والے تھے۔ آپ کا تہمد ٹھہرتا نہیں تھا۔ کمر سے ڈھلک جاتا تھا۔ چہرے کی رگیں ابھری ہوئیں، آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں، پیشانی ابھری ہوئی اور انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں“[1]۔

قیس[2] بن ابی حازم کہتے ہیں ”میں مرض الموت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ تھوڑے سے گوشت کا ایک آدمی ہے[3]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جسم پر بال بہت زیادہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تھوڑے بال اچھے ہوتے ہیں یا زیادہ؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زیادہ۔ اس جواب میں اصل حکمت یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جسم پر بال کم تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جسم پر زیادہ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ حقیقت میں یہ سوال میرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا جارہا ہے کہ ہم دونوں میں سے بہتر کون ہے؟[4]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہندی سے اپنے بال رنگا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک آدمی کا ذِکر ہوا کہ وہ بالوں کو مہندی سے رنگتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”کیا مضائقہ ہے؟ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہا بھی تو مہندی لگایا کرتے تھے“۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کچھ تبدیلی پیدا کرو۔ یہود کے ہم رنگ نہ ہو جاؤ“۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بالوں کا رنگ سرخ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گہرا سرخ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زرد کیا[5]۔

۱- الریاض النضرۃ۔
۲- اَلبجلی کوفی ہیں۔ بلند مرتبہ تابعین میں سے تھے۔ وفات ۹۸ھ۔
۳- الکامل للمبرد۔
۴- طبقات ابنِ سعد۔
۵- یہ حدیث احمد، نسائی، ابن سعد اور ابو نعیم نے روایت کی ہے۔ جامع کبیر میں ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حالات قبل از اسلام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قریشیوں میں سے قبیلۂ قریش کا نسب سب سے بہتر جانتے تھے۔ انھیں سب سے زیادہ پتا تھا کہ اس قبیلے میں کیا کیا خوبیاں اور خامیاں ہیں، وہ تاجر تھے۔ خوش اخلاق تھے۔ نیک تھے۔ قریش کے لوگ ان کے پاس آتے رہتے تھے۔ کتنی ہی باتیں تھیں جن کی وجہ سے لوگوں کو ان سے لگاؤ تھا۔ یہ لگاؤ علم کی وجہ سے تھا۔ تجارت کی وجہ سے تھا اور پھر اس وجہ سے بھی کہ محفل میں ان کا رویہ خوب ہوتا[۱]۔ وہ قریش کے مشیر اور محبوب تھے۔ اسلام آیا تو دوسری سب چیزوں پر اسے ترجیح دے کر اس میں پورے کے پورے داخل ہو گئے[۲]۔

دورِ جاہلیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نوالہ وہم پیالہ اور مخلص دوست تھے[۳]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے ساتھ جب شام گئے اور بحیرہ راہب[۴] سے ملاقات ہوئی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ وحی کے ابتدائی زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی آواز سنائی دیتی جیسے کوئی "یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ کر پکار رہا ہو۔ جب آپؐ یہ آواز سنتے تو دور بھاگتے۔ یہ راز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا[۵]۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "یہ پکی بات ہے کہ جب میں تنہائی میں ہوتا ہوں تو ایک پکار سنتا ہوں اور بخدا میں تو اس سے ڈر گیا ہوں"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ خدا کی پناہ! آپؐ تو امانت ٹھیک اس کے مالک کے حوالے کرتے ہیں۔ صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ اور سچ بولتے ہیں۔ یہ بات ہو چکی۔ بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ اس وقت

۱- سیرت ابن ہشام

۲- نووی — تہذیب الاسماء

۳- المحب الطبری عن ام سلمہ

۴- مروج الذہب وتاریخ الطبری

۵- الریاض النضرۃ، نیز بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ

رسول اللہ ﷺ گھر میں نہیں تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ سارا واقعہ سنایا اور کہا: ''عتیق! محمد ﷺ کو ورقہ کے ہاں لے جاؤ''۔

آپؓ کا گھر مکہ معظمہ میں قبیلہ بنی جمح کے محلے میں تھا[1]۔

شراب سے اجتناب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت ہی میں شراب اپنے اوپر ایک بار حرام ٹھہرا دی اور پھر کبھی نہیں پی۔ نہ جاہلیت میں، نہ اسلام میں۔ ہوا یوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گزر ایک مدہوش آدمی کے پاس سے ہوا جو غلاظت میں اپنا ہاتھ ڈالتا۔ پھر اسے منہ کے قریب لے جاتا اور بُو آتی تو رک جاتا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر شراب حرام کر لی[2]۔

تجارت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دورِ جاہلیت میں تاجر تھے۔ ابوطالب اپنا قافلۂ تجارت شام کی طرف لے کر گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے[3] جب آپ نے اسلام قبول کیا تو آپ کے پاس چالیس ہزار درہم کا سرمایہ تھا۔ آپ نے یہ پورے کا پورا سرمایہ اسلام کی حمایت میں صرف کر دیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ بال بچوں کے لیے کیا چھوڑ آئے؟ تو فرمانے لگے: ''اللہ و رسول''۔

۱- الریاض النضرۃ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرنے کی خبر میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تیمی تھے، لیکن ایک قبیلہ بنی جمح کے محلے میں تھے۔

۲- ابونعیم نے یہ روایت کی ہے۔ اس کی اور بھی اسناد ہیں۔ تاریخ السیوطی اور منتخب کنزالعمال دیکھیے۔ اندازہ کیجیے! اپنی سلامتِ طبع اور طہارتِ قلب کی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کس طرح شراب کے نقصانات کو بھانپ گئے اور اپنے اوپر اسے حرام کر لیا اور دیکھیے کہ اسلام کے اوامر و نواہی کا عقلِ سلیم اور متوازن مزاج سے کوئی ٹکراؤ نہیں۔ دورِ جاہلیت ہی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ تو بغیر کسی وحی اور کسی شریعت کے رو کے بغیر شراب کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیتے ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ آج بعض مسلمان کتاب اللہ کو ماننے اور حق کے واضح اور دین کے مکمل ہو جانے کے بعد کس طرح شراب کو اپنے لیے حلال کر لیتے ہیں۔

۳- ابن عساکر — مسعودی — طبری۔

Marfat.com

مروّت

زبیر بن بکار[۱] کہتے ہیں کہ جاہلیت کا دور تھا، ایک آدمی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کسی ضرورت کے لیے بلایا اور اس راستے سے جانا لگا جہاں سے حضرت ابو بکرؓ جانے کے عادی نہ تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کہاں جا رہے ہو؟ راستہ تو یہ ہے''۔ اس شخص نے جواب دیا: ''اس راستے میں کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس سے گزرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے''۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اس راستے کی طرف بلاتا ہے جس سے گزرتے ہوئے خود تجھے شرم آتی ہے؟ میں تو تیرے ساتھ نہیں جاؤں گا۔[۲]

بت پرستی سے نفرت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایک اجتماع میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کبھی کسی بت کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوا۔ قصہ یوں ہے کہ میں سنِ بلوغ کو پہنچا تو ابو قحافہ رضی اللہ عنہ مجھے پکڑ کر اس کوٹھڑی میں لے گئے جہاں بت رکھے تھے اور مجھ سے کہنے لگے کہ یہ تمھارے عالی مرتبہ اور جلیل القدر معبود ہیں۔ وہ اتنا کہہ کے مجھے وہاں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے ایک بت کے قریب جا کر اس سے کہا: ''میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلاؤ''۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: ''میں برہنہ ہوں مجھے کپڑے پہناؤ''۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے اس پر پتھر پھینکا اور وہ اوندھا گر گیا۔[۳]

............❀❀❀............

۱۔ عبد اللہ بن مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن زبیر ہیں، کتاب النسب کے مصنف ۲۵۶ھ میں وفات ہوئی۔
۲۔ منتخب کنز العمال
۳۔ ابنِ ظفر کی کتاب أنبأ نجبأ الانبأ۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا۔ زید[1] بن عمرو بن نفیل بھی وہیں تھا۔ قریب سے امیہ[2] بن ابی صلت کا گزر ہوا۔ اس نے زید سے کہا: ''اے خیر کے متلاشی! تم کیسے ہو؟'' زید نے جواب دیا: ''خیریت سے ہوں''۔ اُمیہ نے پوچھا: ''پالیا تم نے؟'' زید نے کہا: ''نہیں''۔

تب امیہ نے یہ شعر پڑھا

قیامت کے دِن سارے دین مٹ جائیں گے اور باقی صرف وہ دین حنیف رہ جائے گا جس کا فیصلہ اللہ نے فرمایا ہے۔

پھر امیہ نے کہا: ''سن لو! جس کا انتظار ہے وہ ہم میں سے ہوگا یا تم میں سے یا پھر اہلِ فلسطین میں سے''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا تھا کہ کوئی نبی پیدا ہوگا یا اس کا انتظار ہے۔ امیہ کی بات سن کر میں ورقہ بن نوفل[3] کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا (یہ ورقہ کتب سماوی پر گہری نظر رکھتے تھے اور اکثر منہ ہی منہ میں کچھ گنگنایا کرتے تھے)۔ ورقہ کہیں جا رہے تھے میں نے ان سے رکنے کے لیے کہا اور امیہ والا سارا ماجرا سنایا۔

ورقہ کہنے لگے: ''ہاں بھتیجے! ایک نبی کا انتظار تو ہے، لیکن اہلِ کتاب اور علما کو اصرار ہے کہ یہ

۱- ابن عبد العزیٰ قرشی دینِ ابراہیمی کا پیرو تھا۔ مردار نہیں کھاتا تھا۔ نہ ہی بتوں کے نام پر ذبح کرتا تھا۔ نبوت پانچ سال قبل اس کی وفات ہوئی۔

۲- امیہ بن عبد اللہ بن ابی صلت، جاہلی شاعر اور اہلِ طائف میں سے حکیم تھا۔ قبل از اسلام دمشق آیا جایا کرتا تھا۔ یہ قدیم کتابوں سے واقف تھا۔ بتوں کی پرستش اس نے ترک کر دی تھی۔ کھردرا سا بالوں کا بنا ہوا لباس اس نے اختیار کیا تھا۔ شراب اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔ جب اسلام آیا تو رسول اللہ ﷺ سے حسد کی وجہ سے اسلام قبول نہ کیا۔ ۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

۳- بن اُسد بن عبد العزیٰ، اسلام سے قبل بت پرستی ترک کر دی تھی، بتوں کے نام پر ذبح ہونے والے جانور کو نہ کھاتے، مختلف ادیان کی کتابوں کو پڑھا۔ نبوت کا ابتدائی زمانہ پایا لیکن دعوت اسلام سے قبل فوت ہو گئے۔

Marfat.com

شخص عرب کی بہترین نسل میں سے ہوگا۔ مجھے علم الانساب آتا ہے۔ مجھے پتا ہے کہ تمھاری قوم عرب میں سے بہترین ہے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے پوچھا: ''چچا! یہ تو بتاؤ، وہ نبی کہے گا کیا؟'' ورقہ نے بتایا کہ وہ وہی بات کہے گا جو کہنے کے لیے اس سے کہی جائے گی۔ بس یہ یاد رکھو کہ اس میں کوئی باہمی ظلم و زیادتی کی بات نہ ہوگی۔[1]

یمن میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعثتِ نبوی سے پہلے میں یمن جانے کے ارادے سے نکلا اور قبیلۂ ازد کے ایک بہت بڑے عمر رسیدہ عالم کے ہاں ٹھہرا۔ اس بوڑھے عالم نے آسمانی کتابوں کا مطالعہ کر رکھا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگا: ''تم حرم کے رہنے والے ہو؟'' میں نے کہا: ''ہاں! میں اہلِ حرم میں سے ہوں''۔ اس نے پوچھا: ''اور قریشی ہو؟'' میں نے جواب دیا: ''ہاں! میں قریش میں سے ہوں''۔ اس نے پوچھا: ''اور تیمی ہو؟'' میں نے کہا: ''ہاں! میرا نام عبداللہ بن عثمان ہے، قبیلہ تیم بن مرّہ میں سے ہوں''۔ (تو اس نے بتایا کہ تم ایک نبی کے ساتھی ہوگے جو عنقریب مبعوث ہونے والا ہے۔ یہ ایک لمبی روایت کا حصہ ہے[2]۔)

شام میں

ربیعہ بن کعب[3] کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام ایسے ہی تھا جیسے آسمان سے وحی نازل ہوئی ہو۔ اس بات کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ جب آپ تاجر کی حیثیت سے شام گئے۔ وہیں خواب دیکھا اور جا کر بحیرہ راہب سے بیان کر دیا۔ بحیرہ نے پوچھا: ''تم کہاں کے رہنے والے؟''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''مکہ کا''۔ بحیرہ نے سوال کیا: ''کس قبیلے سے ہو؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''قریش سے''۔ بحیرہ نے کہا: ''کرتے کیا ہو؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا: ''تاجر ہوں''۔ بحیرہ نے کہا: ''اگر اللہ نے تمھیں سچا خواب دکھایا ہے تو بات یوں ہوگی کہ تمھارے قبیلے سے ایک نبی مبعوث ہوگا۔ اس کی زندگی میں تم اس کے وزیر اور اس کی

۱- اُسد الغابۃ، تاریخ الخلفاء للسیوطی

۲- اسد الغابہ، تہذیب تاریخ ابن عساکر۔

۳- ربیعہ بن کعب اسلمی صحابی ہیں اور اہلِ صفہ میں سے ہیں۔ ۶۳ھ میں وفات ہوئی۔

Marfat.com

موت کے بعد تم اس کے خلیفہ ہو گے''۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور مدت تک کسی کو نہ بتائی۔[1]

قبولِ اسلام

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جگری یار اور قریبی دوست تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو قریش کے کچھ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا کہ ابو بکر! وہ تمھارا ساتھی......!

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''ان کا کیا معاملہ ہے؟'' ان قریشیوں نے بتایا کہ وہ کعبے میں ہے۔ ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں''۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ واقعی وہ ایسا کہتے ہیں؟ اُن لوگوں نے بتایا کہ ہاں! واقعی وہ ایسا کہتے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر آنے کی درخواست کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے پوچھا: ''اے ابوالقاسم! آپ کے متعلق مجھے کیا بات پہنچی ہے؟'' جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سوال کیا اور پوچھا: ''ابو بکر! میرے متعلق تمھیں کیا خبر پہنچی ہے؟'' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''مجھے پتا چلا ہے کہ آپ ایک خدا کی طرف دعوت دیتے اور رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں''۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، ابو بکر! میرے پروردگار نے مجھے خاص اس مقصد کے لیے بھیجا ہے کہ میں بھلے کاموں پر لوگوں کو بشارت دوں، برے کاموں کے برے انجام سے انھیں چوکنا کروں اور ان تک وہ پیغام پہنچاؤں جو ابراہیم علیہ السلام نے پہنچایا تھا۔ مجھے اللہ نے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا ہے''۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بخدا! کبھی تجربہ نہیں ہوا کہ آپؐ نے جھوٹ بولا ہو۔ آپؐ رسالت کے اہل ہیں۔ اس لیے کہ آپؐ امانت دار ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں اور دوسرے اچھے کام کرتے ہیں۔ ہاتھ بڑھائیے کہ میں آپ کی بیعت کروں''۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ''اے محمدؐ! آپ جو نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں، اس کی دلیل کیا ہے؟'' تو رسول اکرمؐ نے فرمایا: ''وہ خواب جو تو نے

۱- تهذيب تاريخ ابن عساكر، الرياض النضره، یہ سب روایات صحیح نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود نہیں معلوم تھا کہ وہ نبی منتظر ہیں۔

Marfat.com

شام میں دیکھا تھا۔'' تو حضرت ابوبکر حضورؐ سے بغل گیر ہو گئے اور حضور ﷺ کی آنکھوں کا بوسہ لیا اور اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ پڑھ لیا۔[1]

پہلا مسلمان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے بھی میں نے دعوتِ اسلام دی، وہ جھینپا اور تذبذب میں پڑ گیا، مگر ابوبکر کے سامنے میں نے اسلام کا ذکر کیا تو انھوں نے کوئی تردد اور توقف نہ دکھایا''۔[2]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد جو سب سے پہلا مرد مسلمان ہوا، وہ ابوبکر[3] ہی تھے۔ وہ امت کے صدیق اور اسلام کی طرف سب سے زیادہ سبقت لے جانے والے ہیں۔

شعبی[4] نے ابنِ عباس[5] سے پوچھا کہ سب سے پہلے کون مسلمان ہوا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیا تم نے حسانؓ بن ثابت[6] کے یہ شعر نہیں سنے؟''

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقة — فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا
خیر البریة اتقاھا واعدلھا — بعد النبی و اوفاھا بما حملا
والثانی التالی المحمود مشھدہ — واول الناس ممن صدق الرسلا
ثانی اثنین فی الغار المنیف وقد — طاف العدو بہ اذ صعد الجبلا

۱- الریاض النضرة ۲- سیرت ابن ھشام

۳- زرقانی، شرح المواھب، ایک گروہ کی رائے ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔ ابنِ سمان نے الموافقة میں اور المحب الطبری نے الریاض میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے ساری روایات جمع کرنے کی بجائے اسی اشارے پر اکتفا کیا ہے۔

۴- عامر بن شرحبیل تمیری شعبی اپنے زمانے کے امام تھے۔ وفات ۱۰۳ھ۔

۵- عبداللہؓ بن عباسؓ بن عبدالمطلب۔ حبر الامة اور رسول اللہ ﷺ کے عم زاد بھائی ہیں۔ مسلسل حضور ﷺ کے ساتھ رہے اور آپؐ سے روایات بیان کیں۔ صحیحین میں ان کی ۱۶۶۰ روایات ہیں۔ حلال حرام، عربی لغت، نسب، شعر اور تاریخ سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔ ذکاوت و حافظہ میں بے مثال تھے۔ ولادت ۳ قبل از ہجرت۔ وفات ۶۸ھ۔ آپ نابینا ہو گئے تھے۔

۶- حسان بن ثابت انصاری، رسول اللہؐ کے شاعر جن کی روح قدس سے تائید کی گئی، ۱۲۰ سال کی عمر میں ۵۴ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

۱- جب بھی کسی معتمد علیہ شخص کے غم کا ذکر کرو تو اپنے بھائی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کے کارناموں سمیت یاد کیا کرو۔

۲- وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سارے جہان میں بہترین تھے۔ سب سے زیادہ متقی و منصف تھے۔ انھوں نے جو ذمہ داری اٹھائی اسے بہترین طریقے سے نبھایا۔

۳- وہ نبی کے ساتھ تھے، صاحب کردار تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

۴- اونچے غار میں یہ دو میں سے دوسرے تھے جب کہ پہاڑ پر چڑھ کر دشمن ان کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سنے تو آپؐ خوب ہنسے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''حسانؓ! تم نے سچ کہا۔ ابوبکر اسی طرح کے آدمی ہیں''۔[۱]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے اسلام سے پہلے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل میں سے کوئی چیز دیکھی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! میں نے دیکھی، یہ بتاؤ کہ قریش یا دوسرے قبائل کے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا بھی ہے، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حجت قائم نہ ہوئی ہو؟ حجت تو ہر ایک پر قائم ہو چکی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے قانونِ ہدایت و ضلالت کے تحت جسے مناسب سمجھتا ہے ہدایت کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور جو گمراہ ہونا چاہے اسے گمراہی کے لیے چھوڑ دیتا ہے''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا: ''دورِ جاہلیت میں ایک روز میں ایک درخت کے سایے میں بیٹھا تھا کہ اچانک اس کی ایک شاخ جھکتے جھکتے میرے سر کے قریب آ پہنچی۔ میں نے اسے دیکھا اور کہا: یہ کیا ہے؟ اس وقت مجھے درخت سے آواز سنائی دی کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ تم اس کی تصدیق اور مدد کرنا، تم سب سے زیادہ خوش بخت انسان ہو گے۔ میں نے کہا کہ کھل کر بتاؤ کہ اس نبی کا نام کیا ہو گا؟ آواز آئی کہ اس کا نام محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی ہے۔ میں نے کہا: وہی جو میرا دوست، ساتھی اور محبوب ہے؟ اس کے بعد پھر میں نے آواز سنی کہ ابوقحافہ کے بیٹے! تیار ہو

۱- الرياض النضرة

Marfat.com

جاؤ اور کمر کس لو۔ موسیٰ کے رب کی قسم! وحی آ گئی ہے۔ دیکھنا اسلام لانے میں کوئی تم پر بازی نہ لے جائے''۔ اس کے بعد لمبی روایت ہے جس میں بیان فرماتے ہیں کہ آپ کیسے ایمان لائے[1]۔

الریاض النضرۃ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تم سے پہلے اسلام لایا تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہیں کیا۔

حضرت ابوسعید خدری[2] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اپنی بیعت کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بعض لوگوں میں انقباض کی کیفیت محسوس کی تو آپ نے فرمایا: ''کیا میں خلافت کے لیے سب سے زیادہ موزوں نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا تھا''[3]۔

صحیح مسلم[4] میں ایک لمبی روایت ہے، جس میں ہے کہ عمرو[5] بن عبسہ نے مکہ مکرمہ میں نبیﷺ سے پوچھا کہ اس معاملے میں تمھارے ساتھ کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ آزاد بھی اور غلام بھی۔ اس وقت آپؐ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما تھے۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت بلالؓ سے سوال کیا کہ اس معاملے میں پہل کرنے والا کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' اس شخص نے پھر پوچھا کہ دوسرے درجے پر کون تھا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ''۔ اس آدمی نے کہا کہ میرا مقصد تو ہے کہ ''سواروں میں درجہ کس کا تھا؟'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا'' میں سمجھ

۱- تہذیب تاریخ ابن عساکر۔ یہ روایات من گھڑت ہیں۔

۲- یہ سعید بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ اکثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے۔ بارہ غزوات میں شریک ہوئے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ۱۱۷۰ احادیث آپ سے روایت کی گئی ہیں۔ مدینہ منورہ میں ۷۴ھ میں وفات پائی۔

۳- سیوطی کہتے ہیں کہ ترمذی، ابن عساکر اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت بیان کی ہے۔

۴- یہ مسلم بن حجاج بن مسلم نیشاپوری ہیں۔ امام، حافظِ حدیث اور صحیح مسلم کے مؤلف ہیں۔ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو وفات پائی۔

۵- یہ عمروؓ بن عبسہ بن عامر بن خالد السلمی آغاز دعوت ہی میں اسلام لے آئے۔ مسلمان ہونے سے پہلے ہی بتوں کی پرستش چھوڑ چکے تھے۔ حافظ ابن حجر الاصابۃ میں لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کا انتقال ہوگیا، کیونکہ بعد کے اختلافات اور لڑائیوں کے سلسلے میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔

Marfat.com

رہا تھا بھلائی اور نیکی میں سبقت کون لے گیا؟''

حضرت علیؓ کے پاس جب بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا جاتا تو وہ کہتے کہ ہر بھلائی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم پر بازی لے گئے۔ وہ بھلائیوں میں پہل کرنے والے تھے[1]۔''

امام نووی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ ثعلبی نے دعویٰ کیا ہے کہ اس بات پر اہلِ علم کا اجماع ہے کہ سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا[2]۔

اس معاملے میں المحب الطبری کی بات سب سے بہتر ہے۔ انھوں نے ان روایات میں اس طرح تطبیق پیدا کی ہے کہ سب سے پہلے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئیں، بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اس وقت وہ کم سن بچے تھے۔ انھوں نے اپنے اسلام کا کھلم کھلا اعلان نہ کیا۔ سب سے پہلے بالغ عربی مرد جنھوں نے اسلام قبول کر کے باقاعدہ اس کا اظہار کیا، وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ[3] اسلام لائے۔ اس بات کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو اسی پر محمول کیا جائے گا کہ بالغ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

اس بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو ترمذی نے بیان کی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آٹھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور عورتوں میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئیں۔ ابن الصلاح[4] کہتے

۱- دیکھیے: ابن السمان کی کتاب الموافقۃ۔

۲- یہ بات امام نووی نے کہی ہے۔ شرح المواہب میں ہے کہ اس پر تو علما کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا، البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کے بعد کون مسلمان ہوا۔ ثعلبی یا ثعالبی کا پورا نام احمد بن محمد بن ابراہیم ابواسحاق نیشاپوری ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ وہ حافظِ حدیث اور عربی لغت اور تفسیر کے امام تھے۔ بہت ہی عابد و زاہد تھے۔ ۴۲۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۳- زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی حضورؐ کے موالی میں سے تھے، بدر میں شریک ہوئے، ۸ھ میں جنگ موتہ میں ان کی شہادت بطور قائد ہوئی۔ ان کا نام قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے۔

۴- ابن الصلاح امام، حافظ، تفسیر، حدیث اور اصول حدیث میں بلند مقام رکھتے تھے۔ یہ تقی الدین ابوعمر و عثمان بن صلاح کُردی ہیں۔ ان کی وفات ۶۴۳ھ میں ہوئی۔

Marfat.com

ہیں کہ یہی رائے وقیع ہے۔ سیوطی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ رائے امام ابوحنیفہ[1] نے دی۔

ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''امیر المومنین! مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں سبقت کیوں کی جب کہ آپ کو ان پر فوقیت حاصل تھی''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چار باتوں میں فوقیت حاصل تھی۔ میں ان میں ان کا ہمسر نہیں تھا۔ اسلام کا اعلان کرنے، ہجرت میں پہل کرنے، غار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے اور علانیہ نماز قائم کرنے میں وہ مجھ سے آگے تھے۔ انھوں نے اس وقت اسلام کا اظہار کیا جب کہ میں اسے چھپا رہا تھا۔ قریش مجھ کو حقیر سمجھتے تھے جب کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پورا پورا وزن دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیات نہ ہوتیں تو اسلام اس طرح نہ پھیلتا اور طالوت کے ساتھیوں نے نہر سے پانی پی کر جس کردار کا اظہار کیا تھا، اسی طرح کے کردار کا اظہار لوگ یہاں بھی کرتے۔ دیکھتے نہیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو ڈانٹا ہے وہاں اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (التوبہ ۹:۴۰)۔

محمد بن حنفیہ[2] سے سوال کیا گیا: ''کیا سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا؟'' انھوں نے نفی میں جواب دیا۔ ان سے پوچھا گیا تو پھر ان کو دوسروں پر کیا فضیلت حاصل ہے کہ ان کے مقابلے میں کسی کا ذکر نہیں کیا جاتا؟ انھوں نے کہا کہ وہ جس روز اسلام لائے اس دن سے لے کر اپنی وفات تک وہ سب سے بہتر مسلمان تھے۔''

.... ❀❀❀ ....

۱- آپ کا نام نعمان بن ثابت ہے۔ امام اعظم تھے۔ ابن ہبیرہ نے انھیں جج بنانا چاہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ پھر عباسی حکمران منصور نے قسم کھائی کہ وہ آپ کو جج بنا کے چھوڑے گا۔ امام نے بھی قسم کھالی کہ وہ یہ منصب قبول نہیں کریں گے۔ اس نے امام کو قید کر دیا لیکن بعد میں وہ رہا کرنے پر مجبور ہوگیا۔ آپ بہت فیاض تھے۔ دلائل کے بادشاہ تھے۔ ان کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ ان کی سیرت پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ۱۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۲- یہ محمد بن علی بن ابی طالب ہیں۔ ان کی والدہ کا نام خولہ بنت جعفر حنفیہ ہے۔ ان کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔ ابراہیم بن جنید کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جتنی صحیح اور ثقہ روایات محمد بن حنفیہ نے بیان کی ہیں اتنی اور کسی نے نہیں کیں۔ ۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

Marfat.com

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے جو لوگ مسلمان ہوئے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے ساتھ اس کا اعلان بھی کر دیا اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔ قریش کے کچھ لوگوں کی آپ سے دوستی تھی۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ کی باتیں سنتے اور ان سے متاثر ہوتے۔ انھی میں سے کچھ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعے مسلمان ہو گئے۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق یہ حضرات عثمان[1] بن عفان، زبیر[2] بن عوام، عبدالرحمٰن[3] بن عوف، سعد[4] بن ابی وقاص اور طلحہ[5] بن عبید اللہ تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سمیت ان خوش قسمت افراد کی تعداد آٹھ ہے۔ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے اور اسلام لانے میں پہل کی[6]۔

۱- یہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں شریف النفس مال دار تھے۔ ان کی ذات اور ان کے مال کے ذریعے اسلام کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔ ہر موقع پر دل کھول کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے۔ ان کے دورِ خلافت میں آرمینیا، خراسان، کرمان، سجستان اور کئی دوسرے علاقے فتح ہوئے۔

۲- زبیر بن عوام بن خویلد اسدی قریشی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بہت بہادر تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ پہلے تنگدست تھے، بعد میں بہت مال دار ہو گئے۔

۳- عبدالرحمٰن بن عوف زہری قریشی رضی اللہ عنہ، کبار صحابہ میں سے تھے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ بہت ہی بہادر اور سخی تھے۔ بدر اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے۔ بہت بڑے تاجر اور صاحبِ ثروت تھے۔

۴- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، زہری قریشی، عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کی۔ عراق ان کے ہاتھوں فتح ہوا۔ کوفہ کا سنگِ بنیاد انھی نے رکھا۔ مدت تک یہ وہاں گورنر بھی رہے۔ جنگ بدر اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے۔ بہت ہی بہادر تھے۔ آخری عمر میں ان کی بصارت جاتی رہی۔ ۵۵ھ میں وفات پائی۔ صحیحین میں ان سے روایت کردہ ۲۷۱ احادیث ہیں۔

۵- طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان تیمی قریشی رضی اللہ عنہ، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جنگِ اُحد، خندق اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوۂ اُحد میں ثابت قدم رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر انھوں نے اللہ کی راہ میں مر مٹنے کی بیعت کی۔ جنگِ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھی تھے۔ اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ بخاری و مسلم میں ان سے روایت کردہ ۳۸ احادیث ہیں۔

۶- سیرت ابن ہشام۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرات عثمان، طلحہ، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم کو لائے اور انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اگلے روز آپ عثمان[1] بن مظعون، ابوعبیدہ[2]، عبدالرحمٰن، ابوسلمہ[3] اور ارقم رضی اللہ عنہم کو لائے اور وہ بھی مسلمان ہو گئے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کعبہ کے صحن میں بیٹھا تھا جب مجھے یہ خبر ملی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی رقیہ کی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دی ہے۔ اس پر مجھے حسرت ہوئی کہ کاش یہ نکاح میرے ساتھ ہوتا۔ اسی کیفیت میں گھر پہنچا تو وہاں میری خالہ سعدیٰ بنت کریز تھیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر مبعوث کیا ہے۔ انھوں نے مجھے اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلائی۔ میری مجلس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی تھی۔ میں ان کے پاس گیا۔ وہ مجھے اکیلے مل گئے۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ کسی سوچ میں ہو؟ میں نے اپنی خالہ کی بات انھیں بتائی۔ انھوں نے بھی مجھے اسلام قبول کرلینے کی ترغیب دلائی۔ تھوڑی ہی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر وہاں سے ہوا۔ آپؐ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپؐ کی چادر اُٹھائے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اللہ جنت کی طرف بلا رہا ہے، تم اس دعوت کو قبول کرلو۔ اس نے مجھے تمھاری طرف اور سب لوگوں کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے''۔ اللہ کی قسم! جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی تو

۱- عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ عرب کے حکما میں شمار ہوتے تھے۔ جاہلیت ہی میں اپنے اوپر شراب حرام کرلی تھی۔ دو دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جنگِ بدر میں شریک ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بوسہ دیا۔

۲- عامر بن عبداللہ بن الجراح فہری رضی اللہ عنہ، قریشی فاتح شام۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ سب غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ''امین الامت'' کہا۔ ۱۸ھ میں طاعون سے وفات ہوئی۔ صحیحین میں ان سے روایت کردہ ۱۴ احادیث ہیں۔

۳- عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ ''السابقون الاولون'' میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ آپ کی پھوپھی برّہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ ام المومنین اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند تھے۔ مہاجرین حبشہ و مدینہ میں سے تھے۔ ۴ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

میں نے بے اختیار اسلام قبول کرلیا۔ کچھ عرصے بعد میری شادی رقیہ[1] سے ہوگئی۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بارہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ ان کا چچا ایک چٹائی میں انھیں بند کر کے دھواں دیا کرتا اور کہتا کہ اسلام سے باز آ جاؤ۔ وہ جواب دیتے کہ میں کفر ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ انیس سال کی عمر میں اسلام لائے۔ اسلام لانے والوں میں یہ ساتویں تھے۔[2]

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بصریٰ کے بازار میں گیا۔ وہاں ایک راہب اپنے گرجے میں لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ ذرا معلوم کرو یہاں کوئی اہلِ حرم میں سے بھی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں ہوں۔ اس نے سوال کیا: احمد کا ظہور ہوگیا؟ میں نے پوچھا: کون احمد؟ اس نے کہا: احمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ یہ اس کے ظہور کا مہینہ ہے۔ دیکھنا اس پر ایمان لانے میں کوئی تم پر بازی نہ لے جائے۔ یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی۔ میں وہاں سے نکلا اور جلدی جلدی مکہ معظمہ پہنچا۔ میں نے پوچھا: کوئی نئی خبر؟ لوگوں نے کہا: ہاں! خبر ہے۔ امین نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔

پھر قریش نے کہا کہ کسی آدمی کو مقرر کرو کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قابو کرے۔ یہ ذمہ داری حضرت طلحہ بن عبید اللہ پر ڈالی گئی۔ حضرت ابوبکر لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ طلحہ آئے اور انھوں نے کہا: ابوبکر! اٹھو میری بات سنو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ''تم مجھے کیا دعوت دیتے ہو؟'' طلحہ نے کہا کہ میں لات وعزیٰ کی عبادت کی تمھیں دعوت دیتا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لات وعزیٰ کیا ہوتے ہیں؟ طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''تو پھر ان کی ماں کون ہے؟'' طلحہ رضی اللہ عنہ خود خاموش ہوگئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جواب دو۔ وہ لوگ بھی مہر بلب ہوگئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے

۱- طبری نے روایت کی ہے کہ قریش عتبہ بن ابولہب کے پاس گئے اور کہا کہ محمد کی بیٹی کو طلاق دے دو اور قریش کی جس عورت سے چاہو ہم تمھاری شادی کیے دیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے میری شادی کر دو تو میں رقیہ کو طلاق دے دوں گا۔ قریش یہ بات مان گئے اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ نے دین کے اس دشمن سے بچالیا۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہا کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں ان کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

۲- شرح المواهب للزرقانی

Marfat.com

کہا: ابوبکر! اٹھو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کا ہاتھ پکڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا[۱]۔

محمد[۲] بن عبداللہ کہتے ہیں۔ خالد[۳] بن سعید بن عاص آغاز ہی سے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ یہ اپنے بھائیوں میں سے سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ ابتدا یوں ہوئی کہ انھوں نے خواب میں اپنے آپ کو دوزخ کے کنارے کھڑا دیکھا۔ دوزخ کی وسعت بس خدا ہی کو معلوم ہے۔ حضرت خالد کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا باپ انھیں دھکے دے دے کر اس دوزخ میں گرا رہا ہے اور رسول اللہ بازوؤں سے پکڑے انھیں گرنے نہیں دیتے۔ حضرت خالد گھبرا کے نیند سے اٹھے اور قسم کھا کے کہنے لگے کہ یہ خواب سچا ہے۔ وہ جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملے اور انھیں سارا واقعہ سنایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھارے ساتھ بھلائی ہوگی۔ یہ رسول اللہ ہیں۔ ان کی پیروی اختیار کر لو۔ اسلام دوزخ میں گرنے سے تمھیں بچا لے گا اور تمھارا باپ دوزخ میں گرنے والا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صفا کے قریب محلّہ جیاد میں ملے۔ انھوں نے پوچھا: ''محمد! تم کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف اور اس بات کی طرف کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اس بات کی طرف کہ اپنی موجودہ حالت بدل دو''۔ اس پر خالدؓ اسلام لے آئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا رکھی تھی جس میں آپ نماز اور قرآن پڑھا کرتے تھے۔ لوگ اکٹھے ہو ہو کر آپ کی نماز، قراءت اور گریہ وزاری سنتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا

۱- عیون الاخبار۔

۲- یہ ابن عمرو بن عثمان بن عفان ہیں۔ اپنے حسن کی وجہ سے یہ دیباج اور ان کے والد مطرف کے نام سے مشہور تھے۔ منصور نے ۱۴۵ھ میں انھیں قتل کرا دیا۔ بہترین اخلاق والا سخی نوجوان تھا۔

۳- خالدؓ بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبدالشمس کو اللہ کی راہ میں اذیتیں پہنچائی گئیں۔ حبشہ کی طرف انھوں نے ہجرت کی۔ پھر لوٹ آئے۔ فتح مکہ اور جنگ تبوک کے موقع پر حاضر تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ پھر آپؐ نے انھیں یمن کا گورنر بنایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے انھیں واپس بلا بھیجا اور شام میں محاذ پر روانہ کر دیا۔ جنگ اجنادین میں شریک ہوئے اور دمشق کے قریب ۱۴ھ میں مرج صفر کے معرکے میں شہید ہوئے۔

Marfat.com

یہ رویہ بہت سے لوگوں کے اِسلام لانے کا سبب بنا اور یہ آپ کے حوالے سے مشہور خبر ہے[1]۔

صدرِ اسلام میں جو شعرا گزرے ہیں۔ ان میں سے بعض نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جنھوں نے ابتدا میں اسلام قبول کیا ہے۔ چند اشعار یہ ہیں:

فيا سائلي عن خيار العبا د صادفت ذا العلم والخبرة
خيار العباد جميعاً قريش و خير قريش ذوو الهجرة
و خير ذوي الهجرة السابقو ن ثمانية وحدهم نصره
على و عثمان ثم الزبير و طلحة و اثنان من زهرة
و شيخان قد جاورا أحمد و جاور قبراهما قبره
فمن كان بعدهما فاخرا فلا تذكروا عندهم فخره

۱- بہترین لوگوں سے متعلق اے سوال کرنے والے! علم والے اور تجربہ کار لوگ آمنے سامنے ہوگئے ہیں۔

۲- سارے انسانوں میں سے بہترین قریش ہیں اور قریش میں سے بہترین مہاجر ہیں۔

۳- مہاجرین میں سے بہترین آٹھ "سابقون الاولون" ہیں۔

۴،۵- وہ علی، عثمان، زبیر، طلحہ رضی اللہ عنہم اور دو بنو زہرہ میں سے ہیں۔ اور شیخین رضی اللہ عنہما ہیں جو احمد کے پاس رہے اور پھر ان کی قبریں بھی آپ ﷺ کی قبر کے ساتھ ہیں۔

۶- ان دونوں کے بعد جو فخر کرنے والا ہو۔ اس کے فخر کا ذکر ان کے سامنے نہ کرو۔

............❀❀❀............

۱- الرياض النضرة۔ میں کہتا ہوں یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے کہ جوں ہی انھیں پتا چلا کہ اسلام حق ہے اور قریش باطل پر ہیں، وہ ایمان لے آئے جوان کے قلب و روح میں سرایت کر گیا۔ پھر انھوں نے اس کی دعوت دینا شروع کر دی جس کی ابتدا قریبی دوستوں، یاروں سے کی۔ انھیں اللہ و رسول ﷺ کی طرف بلایا۔ انھوں نے لبیک کہا۔ جلدی سے ایمان قبول کیا۔ انھی میں سے وہ عظیم الشان جوانمرد تھے جن کا مرتبہ تاریخ میں بڑا بلند ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: "میرے والد (ابوطالب) کی وفات کے تین دن بعد قریش اکٹھے ہوئے۔ ان کا ارادہ رسول اللہ کو قتل کرنے کا تھا۔ اس موقع پر بس ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ وہ ان سے جھگڑتے، ان کو ہٹاتے اور کہتے: "تم ایک آدمی کو محض اس جرم کی بنا پر قتل کرتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، حالانکہ اپنے اس دعوے پر وہ اپنے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس دلائل بھی لایا ہے۔ بخدا وہ تو اللہ کے رسول ہیں"۔ اس روز حضرت ابوبکرؓ کی الگ گندھی ہوئی بالوں کی ایک لٹ کٹ گئی تھی۔

ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "خدا کی قسم کھا کے ٹھیک ٹھیک بتاؤ کہ آلِ فرعون کے مومن اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں سے کون بہتر ہے؟" لوگوں نے توقف کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "خدا کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک دِن آلِ فرعون کے مومن کی پوری زندگی سے بہتر ہے۔ وہ ایک مردِ مومن تھا جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا اور (اس کے باوجود) اللہ نے اس کی تعریف کی اور یہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) ایک جوانمرد تھا جس نے اپنی جان اور خون خدا کے لیے برملا خرچ کر دیا[2]"۔

اسما بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ تم نے وہ کون سی انتہائی تکلیف دیکھی جو مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی ہو؟ حضرت اسما رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مشرکین مسجد حرام میں براجمان تھے۔ محفل میں رسول اللہ کا ذکر چھڑ گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے معبودوں کے متعلق جو کچھ فرماتے تھے اس کا تذکرہ ہوا۔ اسی اثنا میں اچانک رسول اللہ مسجد میں آ داخل ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مشرکین اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ کی طرف بڑھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ جب لوگ ان سے کچھ پوچھتے تو آپ ٹھیک ٹھیک بات بتا دیتے۔ مشرکین نے

۱- اس موضوع پر کچھ گفتگو پہلے آپ کی والدہ کے اسلام لانے کے باب میں گزر چکی ہے۔

۲- الموافقة (ابن سمان)

پوچھا: ''کیا تم ہمارے معبودوں کے متعلق ایسی ایسی باتیں نہیں کہتے؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں کہتا ہوں''۔ بس پھر کیا تھا کہ وہ سارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھپٹ پڑے۔ کوئی گیا اور پکار پکار کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: ''جاؤ اپنے ساتھی کو بچالو''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے اور دیکھا کہ رسول اللہ کو مشرکین نے گھیر رکھا ہے۔ ان لوگوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمھارا ناس ہو۔ تم ایک آدمی کو محض اس جرم کی بنا پر قتل کرتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے جب کہ اپنی اس بات پر وہ اپنے پروردگار کی جانب سے تمھارے پاس دلائل بھی لایا ہے''۔ یہ سنتے ہی مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر جھپٹ پڑے اور انھیں مارنے لگے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت اسما رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ اس روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس گھر اس حالت میں لوٹے کہ وہ اپنے بالوں کو جہاں سے چھوتے بال ہاتھ کے ساتھ آجاتے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے: ''اے رب ذوالجلال! تو بابرکت ہے''۔[۱]

حضرت عمرو[۲] بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ قریش ایک روز حرم میں جمع تھے۔ میں ان کے ساتھ تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی آدمی اس حد کو پہنچ گیا ہو جس حد کو یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچا ہے۔ اور کسی شخص نے کبھی کسی قوم پر وہ آفت نازل نہیں کی ہوگی جو اس نے کر دی ہے۔ اس نے تو ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ یہ ہمارے دین میں کیڑے نکالتا ہے۔ ہمارے آبا و اجداد کو برا بھلا کہتا ہے۔ ہمیں بے وقوف بناتا ہے۔ جب یہ سب کچھ ہے تو پھر ہم اسے چھوڑے کیوں جا رہے ہیں؟ مشرکین اسی طرح کی باتیں کر رہے تھے کہ دفعتاً رسول اللہ تشریف لے آئے اور رکنِ کعبہ تک پہنچ گئے۔ پھر آپؐ طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے۔ مشرکین نے کوئی طعنہ آپؐ کو دیا جس کا اثر خدا کی قسم! میں

۱- الریاض النضرۃ۔

۲- عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بن وائل سہمی قرشی، فاتح مصر۔ عرب کے عظیم مدبرین میں سے تھے۔ صلح حدیبیہ کے وقفے میں ایمان لائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امراء ۃ ذات السلاسل کا گورنر بنایا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ معاون کے طور پر بھیجا۔ انھوں نے ''قنسرین'' فتح کیا اور ''حلب'' اور ''منبج'' والوں سے صلح کی۔ بعد میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں مصر کا گورنر بنا دیا۔ وفات ۴۳ھ قاہرہ میں ہوئی۔ صحیحین میں ان سے ۳۹ احادیث مروی ہیں۔

Marfat.com

نے حضور ﷺ کے چہرے پر محسوس کیا۔ پھر تیسرا طواف کرتے ہوئے آپ مشرکین کے پاس سے گزرے۔ انھوں نے پھر اسی طرح آپ ﷺ کو طعنہ دیا۔ جواب میں آپؐ نے فرمایا: ''اے قبیلۂ قریش! میں تمھارے پاس دینِ حق لے کر آیا ہوں، لوگوں نے سر جھکا لیے۔ کوئی نہیں تھا جس کے متعلق یہ محسوس نہ ہوتا ہو کہ اس کے سر پر پرندہ نہیں بیٹھا ہے حتیٰ کہ یہ حالت ہوگئی کہ پہلے جو لوگ بڑھ بڑھ کر حضور ﷺ پر حملے کررہے تھے، وہ اب ممکن حد تک بہترین باتیں کرنے لگے اور کہنے لگے: ''ابوالقاسم! آپ اجنبی تو نہیں تھے؟ رسول اللہ ﷺ چلے گئے۔ لوگ بکھر گئے۔ دوسرا دن ہوا تو مشرکین پھر اپنی مجلس جما کر بیٹھے۔ نبی اکرم ﷺ کے متعلق پھر باتیں کرنے لگے: ''تم نے تو ارادے باندھے تھے، مگر دیکھا کہ وہ (نبی ﷺ) تمھارے ساتھ کیا کر گیا؟ اس کا ذکر تم نے کیا، حتیٰ کہ جب وہ (محمد ﷺ) تمھارے سامنے وہ کچھ کہہ گیا جسے تم ناپسند کرتے تھے، تو تم نے اسے (محمد ﷺ کو) چھوڑ دیا'' مشرکین اسی طرح کی باتیں کررہے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ ادھر آنکلے۔ وہ لوگ اکٹھے یک لخت آپؐ پر یہ کہتے ہوئے جھپٹے کہ تم ہی ہو جو یہ اور یہ کہتے ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''ہاں، میں ہی ایسا کہتا ہوں، بس پھر کیا تھا میں (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) نے دیکھا کہ کفار میں سے ایک آدمی حضور ﷺ کی طرف بڑھا اور اس نے آپؐ کی چادر کا سرا پکڑ لیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نبیؐ اور مشرکین کے درمیان آ گئے اور کہنے لگے: ''تم ایک شخص کو محض اس جرم کی بنا پر قتل کرتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟'' مارنے پیٹنے کے بعد مشرکین ہٹ گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس حالت میں لوٹے کہ ان کا سر درمیان سے پھٹ چکا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ مشرکین نے ان کو ڈاڑھی سے پکڑ کر گھسیٹا تھا اور ان کے بال بہت زیادہ تھے۔

المحب الطبری نے ذکر کیا ہے کہ اسما بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سورۃ ''تبت یدا ابی لھب و تب'' نازل ہوئی تو عورا بنت جمیل بن حرب (جسے قرآن نے حمالۃ الحطب یعنی ایندھن اٹھانے والی کہا ہے) چیخ و پکار کرتی اور تباہی کی دعائیں مانگتی ہوئی آئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پتھر تھا اور وہ کہہ رہی تھی: مذمما أبینا ودینہ قلینا وأمرہ عصینا'' قابل مذمت شخص سے ہم

Marfat.com

نے قطع تعلق کیا...... اس کے دین سے ہمیں دشمنی ہے اور اس کے حکم کی ہم نے نافرمانی کی''۔

اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنتِ جمیل کو دیکھ کر کہا: ''یا رسول اللہ! دیکھیے، وہ آ رہی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ لے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مجھے قطعاً نہیں دیکھ سکے گی۔ آپؐ نے قرآن پڑھ کر اس کا سہارا لیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ إِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۙ

(بنی اسرائیل ۱۷: ۴۵) ترجمہ: جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمھارے اور آخرت کے منکرین کے درمیان ایک غیر مرئی پردہ حائل کر دیتے ہیں۔

ابولہب کی بیوی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر رک گئی اور کہنے لگی: ''اے ابنِ ابی قحافہ! تیرے ساتھی کو کیا ہے؟ وہ میرے متعلق شعر کہتا ہے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرا ساتھی تو شاعر نہیں ہے''۔ بنتِ جمیل بولی: ''کیا اسی نے نہیں کہا: فی جیدھا حبل من مسد (اس کی گردن میں کھجور کی رسی ہو گی) اسے کیا خبر کہ میری گردن کیسی ہے؟'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر[1] اس سے کہو، کیا میرے پاس تمھیں کوئی اور دکھائی دیتا ہے؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سوال سے اس پوچھا۔ اس نے جواب دیا: ''اے ابنِ ابی قحافہ! مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ خدا کی قسم! مجھے تو تمھارے پاس کوئی نظر نہیں آتا۔ مجھے پتا چلا ہے کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میری ہجو کہتا ہے۔ خدا کی قسم! وہ مجھے مل جاتا تو میں اسے یہ پتھر مارتی''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں، اس گھر کے مالک کی قسم! انھوں نے تو کبھی تمھاری ہجو نہیں کہی''۔ تو عوراء نے یہ کہتے ہوئے پیٹھ

۱- ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاہلیت میں ہر وہ چیز تھی جس سے ایک آدمی اپنی قوم میں معزز ہوتا ہے۔ عزت واحترام، مال و دولت، غرض ہر چیز تھی۔ جب اسلام آیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہچان لیا کہ وہ حق ہے تو آپ نے سب سے پہلے بغیر کسی ہچکچاہٹ اسے قبول کیا۔ پھر اس کی تائید کی راہ میں ہر چیز تج دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت دل و جان سے کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ حتی کہ مشرکین ان پر چڑھ دوڑے۔ جوتیوں سے ان کا چہرا پیٹ ڈالا۔ اس وقت بھی آپ کے قلب وایمان میں کوئی کمزوری اور نرمی نہیں پیدا ہوئی، نہ ہی کسی دنیوی نقصان پر آپ مایوس ہوئے۔ اسلام کی خاطر کوئی چیز پیچھے نہیں چھوڑی۔ حتیٰ کہ آخری درہم تک خرچ کر دیا۔ پوچھا گیا: اہل وعیال کے لیے کیا رکھا؟ تو فرمایا: اللہ اور اس کا رسول۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

Marfat.com

پھیر لی کہ ’’ قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں‘‘۔

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے ’’ تمھیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کس کس طرح قریش کی اذیتیں مجھ سے دور کرتا رہتا ہے۔ وہ میری ہجو کرتے ہوئے مجھے مذمّم (جس کی مذمت کی گئی ہو) کہتے ہیں حالانکہ میں تو محمد ﷺ ہوں‘‘ (قریش آپ ؐ کا نام مذمّم رکھتے۔ پھر مذمّم کو گالیاں دیتے۔ اس طرح آپ ؐ کو کوئی گالی لگتی ہی نہیں تھی کیونکہ آپ ؐ تو مذمّم تھے ہی نہیں۔

............❀❀❀............

جن لوگوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آزاد کیا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب عذاب میں مبتلا کسی غلام کے پاس سے گزرتے تو اس کے مالک سے خرید کر خدائے برتر کی خوشنودی کی خاطر اسے آزاد کر دیتے۔ اس طرح آپ نے سات ایسے افراد کو آزاد کیا جنھیں اللہ کے معاملے میں عذاب دیا جا رہا تھا[۱]۔

بلال[۲]، عامرؓ بن فہیرہ[۳]، زنیرہؓ، ام عبیسؓ[۴]، نہدیہؓ اور اس کی لڑکی اور ابن عمرو بن مؤمل کی لونڈی[۵]۔ حضرت ابوبکرؓ نے بلال رضی اللہ عنہ کو پانچ اوقیہ سونے کے عوض خریدا۔ اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ زخموں سے ان کا جسم چور تھا۔ مالکوں نے کہا: ابوبکر! اگر تم اصرار کرتے کہ ایک ہی اوقیہ سونا دوں گا تو بھی ہم بیچ دیتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اور اگر تم سو اوقیے پر بضد ہوتے تو میں سو اوقیہ ہی دے دیتا''۔ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ پاکیزہ دِل مخلص مسلمان تھے۔ امیہ بن خلف[۶] گرم دوپہر کے وقت باہر لے جا کر مکہ کی پتھریلی زمین پر پیٹھ کے

۱- زرقانی فی شرح المواہب۔

۲- آپ بلالؓ بن رباح حبشی مؤذن ہیں۔ آپ کو ماں کی طرف منسوب کر کے ابن حمامہ بھی کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں آزاد کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنگِ بدر اور باقی تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ دمشق میں سکونت رکھی۔ وہیں کچھ اوپر ۶۰ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بس ایک بار انھوں نے اذان کہی۔

۳- عامر بن فہیرہ تیمی رضی اللہ عنہ ان سابقون الاولون میں سے ہیں جنھیں راہِ خدا میں اذیتیں پہنچائی گئیں۔ سیاہ رنگ کے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں شریک بھائی طفیل کے غلام تھے۔ بدر و اُحد میں شریک ہوئے۔ چالیس سال کی عمر میں ۴ھ میں بئر معونہ کے معرکے میں شہید ہوئے۔

۴- یہ کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس کی اہلیہ ہیں۔ کریز سے ان کے ہاں عبیس پیدا ہوا تو ان کی کنیت اُمِ عبیس پڑ گئی۔ ابتدا میں مسلمان ہو گئیں۔ مشرکین نے انھیں کمزور سمجھ کر اذیتیں پہنچائیں۔

۵- شرح المواہب میں کہتے ہیں کہ بیہقی نے یہ روایت کی ہے۔ ابن اسحاق نے ابوفکیہ اور ابنِ عبدالبر نے اُمِ بلال رضی اللہ عنہ کا اضافہ کیا ہے۔ ۶- قبیلہ جمح میں سے ہے۔ رؤسائے کفار میں سے تھا۔ موت جنگ بدر میں ہوئی۔

Marfat.com

بل انھیں لٹاتا۔ اس کے حکم سے بہت بڑی سل آپ کی ریڑھ کی ہڈی پر رکھی جاتی۔ پھر امیہ کہتا: ''ایسے ہی رہو گے یہاں تک کہ یا تو مرجاؤ گے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے لات وعزیٰ کی پرستش شروع کردو گے''۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ''احد، احد'' (یعنی اللہ ایک ہے۔ ایک ہے) کی صدا بلند کرتے رہتے[1]۔

ورقہ بن نوفل پاس سے گزرتے۔ بلال رضی اللہ عنہ کو عذاب دیا جا رہا ہوتا۔ بلال رضی اللہ عنہ ''احد، احد'' کہہ رہے ہوتے۔ ورقہ بھی کہتے: ''ہاں! بلال، وہ ''احد، احد'' ہی ہے۔'' پھر ورقہ، امیہ اور بنی جمح کے دوسرے ظالموں کی طرف متوجہ ہو کر کہتے: ''بخدا! اگر تم نے بلال رضی اللہ عنہ کو مار ڈالا تو میں اس کی قبر کو رحمتِ الٰہی کا وسیلہ بناؤں گا''۔ ورقہ مسیحیت کے متبع تھے۔ یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت گزرے جب کہ مشرکین یہ حرکتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گھر بنی جمح کے محلے ہی میں تھا۔ انھوں نے امیہ سے کہا: ''اس مسکین کے معاملے میں تجھے خدا کا خوف نہیں آتا، تم کب تک ایسا کرو گے؟'' امیہ نے جواب دیا: ''تم ہی نے اسے بگاڑا تھا، اب تم ہی بچاؤ''۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں بچاؤں گا۔ میرے پاس ایک غلام ہے جو بلال سے زیادہ مضبوط اور توانا ہے۔ تم مجھ سے وہ لے لو اور یہ مجھے دے دو''[2]۔ امیہ مان گیا۔ لین دین ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اگر تو آپ نے مجھے اپنے لیے لیا ہے تو مجھے اپنے پاس رکھ لیں اور اگر مجھے اللہ کے لیے خریدا ہے تو پھر اسی کے کام کے لیے چھوڑ دیجیے[3]''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں آزاد کر دیا اور ہجرت سے پہلے ان کے

۱- اسلام کا یہی راز ہے جس نے اس کمزور بندے کو وہ قوت بنا دیا جس کے آگے قریشیوں کا جبر وظلم شکست کھا گیا۔ قریش کی قوت مرجھا گئی۔ اور بس ''اللہ احد'' رہ گیا۔ وہ بے نیاز رہ گیا، جس کے والدین ہیں، نہ اولاد اور جس کا کوئی ہمسر نہیں۔

۲- المحب الطبری نے یہ دونوں روایات بیان کی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان دونوں میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کے عوض جو غلام دیا، اس کی قیمت پانچ اوقیہ سونا تھی۔ مشرکین نے چاہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے فیصلے پر نادم ہوں، لیکن انھوں نے وہی جواب دیا جو پہلے مشرکین کو دیا تھا۔

۳- بخاری میں یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور انھوں نے ہمارے آقا بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا۔

Marfat.com

علاوہ چھے اور غلاموں کو بھی آزاد کرایا۔

زنیرہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی لونڈی تھیں۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام قبول کرلیا۔ اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پیٹا کرتے تھے۔ اس مار کا اثر ان کی بصارت پر ہوا۔ قریش نے کہا کہ لات وعزیٰ کی مار زنیرہ پر پڑی ہے جس کے نتیجے میں اس کی نظر جاتی رہی ہے۔ زنیرہ رضی اللہ عنہا اس وقت دیکھ نہیں سکتی تھیں لیکن انھوں نے پورے اعتماد اور ایمانی کیفیت کے ساتھ کہا کہ اللہ کی قسم! یہ بات نہیں ہے۔ لات وعزیٰ تو بس بت ہیں وہ تو ان کو بھی نہیں جانتے جو ان کی پرستش کرتے ہیں۔ اور میرا رب تو اس بات پر قادر ہے کہ میری بصارت بحال کردے۔ اللہ کی قدرت کہ جس رات انھوں نے یہ بات کہی، اسی صبح کو اللہ تعالیٰ نے ان کی نظر بحال کردی۔ اس پر قریش نے کہا کہ یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جادو کا اثر ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں خرید کر آزاد کردیا۔ قریش کہا کرتے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات میں خیر ہوتی تو اسے قبول کرنے میں زنیرہ رضی اللہ عنہا تو ہم پر سبقت نہیں لے جاسکتی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

> وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ (الاحقاف ۴۶:۱۱) کافر اہلِ ایمان کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر یہ خیر کا کام ہوتا تو اس کے قبول کرنے میں یہ لوگ ہم پر سبقت نہ لے جاتے۔

نہدیہؓ اور ان کی بیٹی قبیلہ بنوعبدالدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں۔ اس نے ان دونوں کو ایک دن چکی پیسنے پر لگا رکھا تھا اور کہہ رہی تھی کہ اللہ کی قسم! میں ان کو کبھی بھی آزاد نہیں کروں گی۔ اس وقت ان کے پاس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ ان دونوں کو آزاد کردو۔ اس نے کہا کہ تم ہی نے ان کو بگاڑا ہے۔ تم ہی ان کو آزاد کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ان کی قیمت کیا ہے؟ اس عورت نے جو قیمت بتائی، آپ نے وہ دے کر ان کی آزادی کا اعلان فرمادیا اور کہا کہ اس کی چکی اسے واپس کردو۔ ان دونوں نے کہا کہ اجازت ہو تو ہم اس کا یہ کام مکمل کردیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جیسے تمھاری مرضی''[1]۔

۱- شرح المواہب۔

Marfat.com

قبیلۂ بنومؤمل کی ایک لونڈی مسلمان ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے سے پہلے اسے اذیتیں پہنچایا کرتے تھے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو جائے۔ آپ اسے مار مار کر تھک جاتے تو بیٹھ جاتے اور کہتے کہ میں تھک کر بیٹھ گیا ہوں، دم لے کر پھر تمھیں ماروں گا۔ وہ کہتیں کہ اللہ تم سے مجھے نجات دے۔ ایک دن اسی کیفیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے اس لونڈی کو خرید کر آزاد کر دیا[۱]۔

............❀❀❀............

۱- الریاض النضرۃ۔ یہ روایت ابن اسحاق نے نقل کی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اُبی بن خلف

رومیوں اور ایرانیوں کی جنگ ہوئی جس میں رومیوں کو شکست ہوئی۔ یہ خبر مکہ معظمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو پہنچی تو انھیں اس سے صدمہ ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے تکلیف پہنچی کہ آتش پرست ایرانی اہلِ کتاب رومیوں پر غالب آ گئے۔ مشرکین مکہ اس خبر سے بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے بغلیں بجائیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کہا کہ عیسائی بھی اہلِ کتاب ہیں اور تم بھی۔ اس کے مقابے میں ہم بھی بت پرست ہیں اور ایرانی بھی۔ ہمارے ایرانی بھائی تمھارے اہلِ کتاب بھائیوں پر غالب آ گئے ہیں۔ اگر تمھاری ہمارے ساتھ جنگ ہوئی تو اس میں بھی ہمارا ہی پلڑا بھاری رہے گا۔ اس وقت سورۂ رُوم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں کہا گیا کہ آیندہ چند سالوں میں رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کفار سے کہا کہ تم اپنے بھائیوں کی فتح پر اتراؤ نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ جلد ہی رومی ان پر غالب آنے والے ہیں۔ اُبی بن خلف نے کھڑے ہو کر کہا: ''ابوبکر! تم جھوٹ کہہ رہے ہو''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ اللہ کے دشمن! تم جھوٹ کہہ رہے ہو''۔

اُبیٔ نے کہا کہ اس پر میں تم سے دس دس اونٹنیوں کی شرط باندھتا ہوں۔ اگر تین سال تک رومی غالب آ گئے تو میں تمھیں دس اونٹنیاں دوں گا اور اگر ایرانیوں نے فتح پائی تو تم مجھے دس اونٹنیاں دو گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایسے نہیں کہا تھا۔ وحی میں '' بضع سنین '' (چند سال) کا ذکر ہے اور '' بضع '' (چند) تین سے نو تک کو کہتے ہیں۔ تم جاؤ اور مدت بھی بڑھاؤ اور اونٹنیوں کی تعداد بھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جا کر اُبیٔ سے ملاقات کی۔ اُبیٔ نے کہا: ''اب تو تم اپنی شرط پر پچھتا رہے

Marfat.com

ہو گے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں تو، آؤ ہم اونٹنیوں کی تعداد بھی بڑھائے لیتے ہیں اور مدّت بھی۔ اونٹنیاں ایک سو کیے دیتے ہیں اور مدّت نو سال''۔ اُبیَ نے کہا: ''مجھے منظور ہے''۔

اُبیَ کو خدشہ محسوس ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ سے ہجرت کر جائیں گے۔ اس نے آ کر آپ سے کہا کہ ''میں تمھیں مکہ سے نہیں جانے دوں گا جب تک تم مجھے کوئی قابلِ اعتماد ضامن نہ دو''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنا بیٹا عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ضامن کے طور پر دیا۔ جب اُبیَ جنگِ اُحد کے لیے جانے لگا تو حضرت عبداللہ نے اسے پکڑ لیا اور فرمایا کہ ''جب تک ضامن نہ دو تمھیں نہیں جانے دوں گا''۔ اُبیَ نے ضامن دیا۔ پھر وہ جنگِ اُحد سے واپس مکہ معظّمہ آیا لیکن لڑائی میں اسے جو زخم آیا تھا اس سے وہ جانبر نہ ہو سکا اور مر گیا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ میں چیلنج دیا تھا اور یہ زخم اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھ سے لگا تھا۔ سات سال بعد صلح حدیبیہ کے موقع پر رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُبیَ کے وارثوں سے شرط کا مال وصول کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت تک جوا حرام نہیں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے صدقہ کر دو[1]۔

.... ❀❀❀ ....

۱- تفسیر خازن، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے سیکڑوں قطعی دلائل میں سے ایک ہے۔ اس دلیل کا انکار صرف احمق یا متعصب مخالف ہی کر سکتا ہے۔ انکار بھی وہ زبان سے کرے گا لیکن اس کا دل گواہی دے رہا ہو گا کہ محمد سچے رسول ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حبشہ کی طرف نکلنا

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شعور کے پہلے ہی دن سے اپنے والدین کو دینِ حق پر پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز بلا ناغہ صبح و شام ہمارے گھر تشریف لاتے۔ جب مسلمانوں پر سخت ابتلا کا دور آیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے۔ جب آپ برک الغماد[1] کے مقام تک پہنچے تو آپ کی ملاقات ابن الدغنہ[2] سے ہوئی۔ وہ قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔ اس نے کہا: ''ابو بکر! کہاں کا ارادہ ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''میری قوم نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ زمین میں گھوموں پھروں اور اپنے رب کی عبادت کروں''۔

ابن الدغنہ نے کہا: ''ابو بکر! تم ایسا شخص نہ خود گھر سے نکلتا ہے، نہ اسے نکالا جاتا ہے۔ تم تو ناداروں کی مدد کرتے، صلہ رحمی کرتے، کمزوروں کا ہاتھ بٹاتے، مصیبت زدگان کا سہارا بنتے اور مسافروں کی خدمت اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہو۔ میں تمھیں پناہ دیتا ہوں۔ چلو اور اپنے شہر ہی میں اپنے رب کی عبادت کرو''۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ابن الدغنہ کے ساتھ واپس مکہ آ گئے۔ شام کو ابن الدغنہ سردارانِ قریش سے ملا اور اس نے انھیں سمجھایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ایسے شخص کو نہ نکالا جاتا ہے نہ ایسا شخص خود گھر چھوڑ کر نکلتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو گھر سے نکالنا چاہتے ہو جو مفلسوں کی مدد کرتا، کمزوروں کا ہاتھ بٹاتا، صلہ رحمی کرتا، مصیبت زدگان کا سہارا بنتا اور مسافروں کی خدمت اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرتا ہے؟

قریش ابن الدغنہ کی بات کو نہ جھٹلا سکے۔ انھوں نے اس سے کہا کہ ٹھیک ہے تم نے ابو بکر کو

۱- مکہ سے پانچ راتوں کی مسافت پر واقع سمندر کے قریب جگہ ہے۔

۲- ابن الدغنہ کا نام ربیعہ بن فہیم ہے۔ دغنہ اس کی ماں کا نام ہے۔ قارہ ایک مشہور قبیلہ ہے۔ یہ بنو زہرہ کا حلیف قبیلہ تھا۔ تیر اندازی میں اس کے لوگوں کو مہارت حاصل تھی۔

Marfat.com

پناہ دی ہے۔ اب تم اس سے اتنا کہو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے طریقے کے مطابق اپنے رب کی عبادت کرے۔ وہاں وہ جو چاہے پڑھے لیکن ہمیں اذیت نہ پہنچائے اور نہ بلند آواز سے قرآن پڑھے کیونکہ ہمیں خدشہ ہے کہ اس کی بلند آواز سے تلاوت کرنے سے ہماری عورتیں اور بچے گمراہ ہو جائیں گے۔

ابن الدغنہ نے جا کر یہی بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہی۔ آپ کچھ عرصے تک ایسا ہی کرتے رہے۔ آپ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے، وہیں قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ گھر سے باہر بلند آواز سے قرآن نہ پڑھتے۔ پھر آپ کے ذہن میں بات آئی اور آپ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی۔ آپ وہاں نماز پڑھتے اور قرآن حکیم کی تلاوت کرتے۔ قریش کے بچے اور ان کی عورتیں آپ کی آواز سنتیں تو اس آواز کا ان پر عجیب اثر ہوتا اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تعجب کی نگاہوں سے بس دیکھتے ہی جاتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خود نرم دل تھے اور آپ کی آواز میں عجیب قسم کی رقت تھی۔ جب آپ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے۔ اس صورتِ حال سے سردارانِ قریش گھبرا گئے۔ انھوں نے ابن الدغنہ کو پیغام بھیجا۔ وہ آیا تو انھوں نے اس سے کہا: ''ہم نے تمھارے پناہ دینے پر ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر ہی میں اپنے رب کی عبادت کرے گا، لیکن وہ تو اس سے آگے بڑھ گیا۔ اس نے تو گھر میں مسجد بنالی ہے۔ اور وہاں وہ علانیہ نماز پڑھتا اور بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اس سے ہماری عورتیں اور بچے بہک جائیں گے۔ تم اسے اس حرکت سے روکو۔ اگر وہ رک جائے اور گھر کے اندر نماز پڑھنے کے عہد کی پابندی کرنے کا یقین دلائے تو ٹھیک، ورنہ تم اپنی پناہ واپس لے لو پھر ہم جانیں اور وہ۔ ہم بہر حال اسے اونچی آواز سے قرآن نہیں پڑھنے دیں گے''۔

ابن الدغنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ تمھیں وہ وعدہ یاد ہے جو میں نے تم سے لیا تھا۔ اب یا تو اس کی پابندی کرو اور قرآن اونچی آواز سے نہ پڑھو۔ یا جو پناہ میں نے تمھیں دی تھی اسے واپس کر دو۔ میں نہیں چاہتا کہ عرب کہیں کہ ابن الدغنہ نے ایک شخص کو پناہ

Marfat.com

دے کر اس کی حفاظت نہ کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمھاری پناہ میں تمھیں واپس لوٹاتا ہوں اور خود اللہ کی پناہ پر راضی اور مطمئن ہوں''۔

یہ اس دور کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ ہی میں تھے۔

............✿✿✿............

Marfat.com

ہجرتِ مدینہ

امام نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت عقبہ ثانیہ کے دو ماہ اور چند دن بعد ہجرت کی۔ بیعت ایامِ تشریق (ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ) میں ہوئی اور ہجرت ربیع الاوّل کے آغاز میں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے تمھارا دار الہجرت دکھایا گیا ہے۔ یہ کھجوروں والا شہر ہے۔ پھر کچھ لوگوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت شروع کر دی اور جو لوگ ہجرت کر کے حبشہ گئے ہوئے تھے، وہ بھی مدینہ منورہ آ گئے[1]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ہجرتِ مدینہ کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وہاں تمھارے لیے بھائی بند اور امن و سکون کے گھر بنائے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہجرت کے لیے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت کے انتظار میں رکے رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے مکہ میں صرف وہ باقی رہ گئے جنھیں کفار نے زبردستی روک دیا یا پھر حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما وہاں تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بہت دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ ان سے فرماتے: ''جلدی نہ کرو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمھارا کوئی ساتھی بنا دے''[2]۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ''توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اجازت دے دیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: ''یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا، آپ کو یہ توقع ہے؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کے لیے اپنے

۱- صحیح بخاری۔
۲- سیرت ابن ہشام۔

آپ کو روک لیا۔ آپ ہجرت کے مقصد کے لیے چار ماہ تک اپنی دو اونٹنیوں کو خوب چارہ کھلا کر پالتے رہے[1]۔ پھر جبریل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا۔ حضرت جبریل نے کہا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! اور وہ صدیق ہے''[2]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن میں ایک مرتبہ صبح یا شام ضرور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے، جس دن آپؐ کو ہجرت کی اجازت ملی اس روز آپ دوپہر کے وقت تشریف لائے[3]۔ گھر میں سے کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج خلاف معمول دوپہر کے وقت ہمارے ہاں تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ اس وقت تشریف لا رہے ہیں تو ضرور کوئی اہم بات ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس وقت باقی لوگوں کو یہاں سے ہٹا دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا کہ یہاں تو صرف آپؐ کے اہلِ خانہ (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا۔ مجھے بھی شرفِ معیت حاصل ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے اس سے پہلے معلوم نہ تھا کہ خوشی سے بھی آنسو آ جاتے ہیں۔ اس روز میں نے دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ چلنے کی خوشخبری سنائی تو خوشی سے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے[4]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، ان میں سے ایک سواری آپؐ لے لیجیے[5]''۔ پھر دونوں میں سے بہتر انھوں نے پیش کی[6] اور عرض کیا: ''میرے ماں باپ

۱- صحیح بخاری۔
۲- ''الموافقۃ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان ہوئی ہے۔
۳- الریاض النضرۃ—الموافقۃ—شرح المواھب میں ہے کہ طبرانی نے یہ روایت بیان کی ہے۔
۴- سیرت ابن ہشام۔ ۵- صحیح بخاری۔
۶- زرقانی کہتے کہ امام بخاری اور ابنِ اسحاق کے قول کے مطابق اس اونٹنی کا نام جدعا تھا۔

Marfat.com

آپ پر فدا! اس پر سوار ہو جائیے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو اپنی ہی سواری پر سوار ہوں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "یارسول اللہ! یہ آپؐ ہی کی ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسے نہیں۔ جس قیمت پر تم نے یہ خریدی ہے، وہ مجھ سے لو"۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ "میں نے اتنی قیمت پر خریدی ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے اس قیمت پر خرید لی"۔[1]

جب مکہ سے نکلنا ٹھہر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی پچھلی جانب سے نکل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ اس طرح آپؐ کے نکلنے کی خبر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھی جنھیں آپؐ نے اہلِ مکہ کی امانتیں واپس کرنے کے لیے مکہ میں چھوڑ دیا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ مکہ والوں کے پاس جو بھی قیمتی چیزیں تھیں، وہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت اور صداقت کی وجہ سے آپؐ ہی کے پاس امانت کے طور پر رکھی ہوئی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر "حزورہ" (مسجد حرام کے قریب ایک بازار تھا) میں کھڑے ہوئے اور بیت اللہ کی طرف دیکھ کر آپؐ نے فرمایا: "مجھے بھی اور اللہ کو بھی تو سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔ اگر یہاں کے رہنے والے مجھے نکلنے پر مجبور نہ کر دیتے تو میں یہاں سے بالکل نہ نکلتا"۔[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی اسما رضی اللہ عنہا کو درہم دیے کہ وہ گوشت خرید کر لائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت پسند تھا۔ ادھر مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے کھوج پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تک پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت اسما رضی اللہ عنہا گوشت پکا رہی تھیں۔ مشرکین نے ان سے پوچھا کہ تمھارے والد کہاں ہیں؟ حضرت اسما رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں تو کام میں مصروف ہوں اور مجھے پتا نہیں کہ والد کہاں ہیں؟ حضرت اسما رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوجہل بہت خبیث اور بدزبان آدمی تھا۔ اس نے میرے منہ پر تھپڑ مارا جس سے

۱- امام بخاری نے اس مفہوم کی روایت بیان کی ہے۔ الروض الانف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال میں تصرف فرماتے رہتے تھے لیکن اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا کہ ہجرت کے عمل میں آپؓ اپنی جان اور مال کے ساتھ پوری طرح شریک ہوں۔

۲- مسند احمد اور جامع ترمذی۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے۔

Marfat.com

میرے کانوں کی ایک بالی گر گئی۔ پھر وہ چلے گئے اور ہم نے تین دن رات اس طرح گزارے کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ پتا نہ تھا۔ تین دن بعد مکہ کے زیریں حصّے کی طرف سے ایک جن آیا جس کو لوگ دیکھ تو نہیں سکتے تھے، البتہ اس کی آواز سن سکتے تھے۔ وہ اشعار ترنم سے گا رہا تھا

جزى الله ربّ النّاس خير جزائه ‏ رفيقين حلّا خيمتي أم معبد

هما نزلا بالبر ثم تروّحا ‏ وقد فاز من أمسى رفيق محمد

۱- اللہ تعالیٰ ان دو ساتھیوں کو بہترین جزا دے، جو اُمِ معبد کے خیمے میں اترے ہیں۔

۲- وہ دونوں وہاں اترے، پھر کوچ کر گئے۔ وہ بامراد ہوا جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھا۔ راستہ بتانے کے لیے ان کے ساتھ عبدالرحمٰن بن اریقط[1] تھا۔ یہ قبیلہ بنودیل سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی طبیعت میں ٹھہراؤ تھا۔ بہت ہی منجھا ہوا اور تجربہ کار شخص تھا۔ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ بتانے کے لیے اس سے اُجرت پر معاملہ طے کیا تھا۔ اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کی تھیں اور اس سے وعدہ لیا تھا کہ تین دن بعد وہ انھیں غارِ ثور[2] میں ملے گا۔

اُمِ معبد کا واقعہ

راستے میں ان مسافرانِ حق کا گزر قبیلہ خزاعہ کی ایک نیک نہاد بڑھیا اُمِ معبد کے پاس سے ہوا۔ اُمِ معبد پاک دامن، محنتی اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کھجوریں اور گوشت اس کے پاس ہوں تو خرید لیں، مگر اس کے ہاں ان میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ ان مسافرانِ حق کو بھوک اور پیاس لگی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ خیمے کے ایک کونے میں ایک مریل سی بھوکی بکری بندھی ہوئی ہے۔ آپؐ نے پوچھا: ''اُمِ معبد! یہ بکری کیسی ہے؟'' اُمِ معبد نے جواب دیا کہ یہ بہت ہی کمزور ہے اس لیے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکی۔ آپؐ

۱- ابنِ سعد اور ابنِ اسحاق کی روایت میں اس کا نام عبداللہ بن ارقط ہے۔ محب الدین کی روایت کے مطابق وہ عبداللہ بن اریقط ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا نام عبداللہ بن ارقد ہے۔ یہ بنودیل بن بکر قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی ماں بنوسہم میں سے تھی۔

۲- ثور مکہ معظمہ کے باہر ایک پہاڑ کا نام ہے۔

Marfat.com

نے فرمایا: ''اسے دوہنے کی اجازت ہے؟'' اُمِ معبد نے کہا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر یہ دودھ دے تو ضرور دوہیے''۔ حضور ﷺ نے بکری منگوا کر اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ اللہ کا نام لیا اور دعا کی۔ بکری کے تھنوں میں دودھ آ گیا۔ آپ ؐ نے برتن منگوایا اور دودھ دوہنا شروع کیا۔ برتن بھر گیا۔ آپ ؐ نے اُمِ معبد کو بھی پینے کے لیے دودھ دیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی۔ سب نے سیر ہو کر پیا۔ آپ ؐ نے دوبارہ بکری کا دودھ دوہا۔ پھر برتن بھر گیا۔ آپ ؐ دودھ کا بھرا ہوا برتن اُمِ معبد کے پاس چھوڑ کر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد اُمِ معبد کا خاوند ابو معبد دبلی پتلی کمزور سی بکریاں لے کر گھر پہنچا۔ گھر میں دودھ دیکھ کر اس نے اچنبھے سے پوچھا: ''اُمِ معبد! بکریاں تو باہر تھیں۔ گھر میں کوئی دودھ دینے والا جانور نہ تھا۔ پھر یہ دودھ کہاں سے آ گیا؟'' اُمِ معبد نے کہا: ''ایک بہت ہی بابرکت شخص یہاں سے گزرا۔ اس نے گھر میں بندھی ہوئی بکری کا دودھ دوہا''۔ ابو معبد نے کہا: ''اس شخص کا حال بیان کرو''۔

اُمِ معبد نے حضور ﷺ کے سراپے کی تصویر اپنے الفاظ میں اس طرح کھینچی: ''پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ پیٹ باہر نکلا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحبِ جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دل بستگی لیے ہوئے۔ دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب۔ قریب سے نہایت حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی و بیشی الفاظ سے معرّا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی قامت سے حقیر نظر نہ آئے، نہ اتنا طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چپ سنتے ہیں، جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو''[۱]۔

ابو معبد نے کہا: ''اللہ کی قسم! یہی تو قبیلۂ قریش کا وہ شخص ہے جس کی بات مکہ میں مشہور ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھ ہو جاؤں''۔

۱- اُمِ معبد کا واقعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں نقل کیا ہے۔ زرقانی کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ اور بغوی نے بھی یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

Marfat.com

طبری نے روایت بیان کی ہے کہ اس رات قریش نے ایک آدمی کی آواز سنی جو ابو قبیس پہاڑ پر چڑھ کر ایک شعر پڑھ رہا تھا

فان يسلم السعدان يصبح محمد بمكة لايخشى خلاف المخالف

اگر دونوں سعد مسلمان ہو جائیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں کسی مخالف کی مخالفت کا ڈر نہیں رہے گا۔

صبح ابوسفیان نے کہا کہ دونوں سعد سے کیا مراد ہے۔ قبیلہ بکر کا سعد، تمیم کا سعد یا ہذیل کا سعد؟ اگلی رات انھوں نے شعر سنے

أيا سعد سعد الأوس كن أنت ناصراً ويا سعد سعد الخزرجين الغطارف

أجيبا الى داعي الهدى و تمنيا على الله في الفردوس منية عارف

فان ثواب الله للطالب الهدى جنان من الفردوس ذات رفارف

قبیلۂ اوس اور خزرج کے سعد تم دونوں داعیِ ہدایت و رحمت کی دعوت پر لبیک کہو اور اس کے معاون بن جاؤ۔ اس کے صلے میں تم اللہ سے جنت الفردوس کی امید رکھو کیونکہ ہدایت کے طالب کے لیے اللہ کے ہاں صلہ جنت ہے۔

دوسرے دن صبح ابوسفیان نے کہا کہ یہ تو سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما ہیں۔[1]

سراقہ[2] کا واقعہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے مکہ سے کوچ کیا۔ ہم ساری رات سفر کرتے رہے، یہاں تک کہ جب صبح ہو گئی تو میں نے اِدھر اُدھر سایے کی تلاش کی۔ مجھے ایک بڑی سی چٹان نظر آئی۔ میں نے اسے سیدھا کیا۔ اس کے سایے میں کپڑا بچھایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ استراحت فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے۔ میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کھانے پینے کو کچھ مل جائے۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چرواہا اپنا ریوڑ اسی چٹان کی طرف لا رہا ہے۔ وہ بھی سایے ہی میں آنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ تمھارا

۱- یہ روایت میں نے نقل کر دی ہے لیکن اس کی صحت کا مجھے یقین نہیں۔

۲- یہ سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی مدلجی رضی اللہ عنہ ہیں۔ کبھی دادا کی طرف منسوب کر کے سراقہ بن جعشم بھی کہہ دیتے ہیں۔ کنیت ابوسفیان ہے۔ ۲۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ الریاض النضرۃ میں ہے کہ ان کے واقعے کی روایت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری اور مسلم میں ہے۔

Marfat.com

کس سے تعلق ہے؟ اس نے ایک قریشی کا نام لیا کہ میں فلاں کا ہوں۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ تیری بکریاں دودھ دیتی ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ میں نے کہا کہ کچھ دودھ مجھے نکال دو گے اس نے کہا: ''ہاں''۔ اس نے ایک کو بکری پکڑ لیا۔ میں نے کہا کہ اس کے تھنوں کو صاف کرلو اور اپنے ہاتھ بھی جھاڑ لو۔ اُس نے مجھے دودھ دوہ دیا۔ میں نے سیر ہو کر پی لیا۔ میرے پاس ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا باندھ رکھا تھا۔ اس میں مَیں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے دودھ بھر لیا۔ وہ لے کر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! نوش فرمالیں۔ آپؐ نے دودھ پی لیا۔ میں نے کہا: ''یارسول اللہ! کوچ کا وقت ہو گیا ہے''۔ ہم نے پھر سفر شروع کر دیا۔ لوگ ہماری تلاش میں تھے۔ ان میں سے سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی نے ہمیں آ لیا۔ میں نے کہا: ''یارسول اللہ! یہ ہماری تلاش میں ہے اور اُس نے ہمیں آلیا؟'' میں رو پڑا۔ آپؐ نے فرمایا: لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (غم نہ کھاؤ۔ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے) جب سراقہ ہمارے اتنا قریب آ گیا کہ ہمارے اور اس کے درمیان صرف دو تین نیزوں کا فیصلہ رہ گیا تو میں رو پڑا اور میں نے کہا کہ ''اللہ کے رسول! اس نے ہمیں آ لیا''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! روتے کیوں ہو؟'' میں نے کہا: ''یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں اپنے لیے نہیں، بلکہ آپؐ کے لیے روتا ہوں''۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی: اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ (اے اللہ جس ذریعے سے تو چاہے ہمیں اس سے بچا) اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ وہ چھلانگ لگا کر نیچے اتر آیا اور اس نے کہا: ''محمد ﷺ مجھے معلوم ہے کہ یہ تمھارا کام ہے۔ تم اللہ سے دعا کرو کہ مجھے اس سے نجات دے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو لوگ میرے پیچھے تمھاری تلاش میں آ رہے ہیں میں انھیں نہیں آنے دوں گا۔ یہ تیر مجھ سے لے لو۔ فلاں جگہ تمھارا گزر میرے اونٹوں اور بکریوں کے پاس سے ہوگا۔ وہاں اپنی ضرورت کے مطابق چیزیں لے لینا''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تمھارے جانوروں کی ضرورت نہیں''۔ پھر آپؐ نے دعا کی اور وہ واپس اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔

Marfat.com

خود سراقہ رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا[1] کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے لیے نکلے تو قریش نے اس آدمی کے لیے سو اونٹ مقرر کر دیے جو حضور ﷺ کو واپس مکہ لے آئے۔ میں اپنے لوگوں کی محفل میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے آ کر کہا کہ تھوڑی دیر پہلے تین سوار میرے پاس سے گزرے اور میرا خیال ہے کہ وہ محمد ﷺ اور اس کے ساتھی تھے۔ میں نے اسے چپ رہنے کے لیے اشارہ کیا۔ میں نے کہا کہ نہیں، وہ تو فلاں لوگ ہیں جو اپنی کوئی گم شدہ چیز تلاش کر رہے ہیں۔ اس نے کہا: ''شاید ایسا ہی ہو''۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گھر گیا۔ گھوڑے پر زین کسی، ہتھیار لیے اور گھر کی پچھلی طرف سے نکل کھڑا ہوا۔ میں نے زرہ پہن لی اور فال نکالی۔ فال اچھی نہ نکلی۔ فال یہ تھی کہ اسے نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں حضور ﷺ کو قریش کے حوالے کر کے سو اونٹ لینا چاہتا تھا۔ اس لیے میں گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے کھوج میں نکل پڑا۔ گھوڑا تیز دوڑ رہا تھا۔ اچانک اس کا پاؤں پھسل گیا اور میں نیچے گر گیا۔ میں نے کہا: ''یہ کیا ہوا؟'' میں نے دوبارہ فال نکالی جو پہلے ہی والی تھی، لیکن میں پھر بھی پیچھا کرتا رہا۔ جب میں نے ان کو دیکھ لیا تو میرا گھوڑا پھر پھسلا۔ اس کی اگلی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں اور میں گر پڑا۔ گھوڑے نے زور سے اپنے پاؤں نکالے اور زمین سے دھوئیں کے بادل نکلے۔ یہ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ حضور ﷺ حفاظت میں ہیں اور وہ غالب آئیں گے۔ میں نے بلند آواز سے کہا: ''میں سراقہ بن جعشم ہوں، ذرا میری طرف دیکھو۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میری طرف سے کسی ناخوشگوار بات کا خطرہ محسوس نہ کرو''۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہی سوال کیا۔ میں نے کہا کہ مجھے کچھ لکھ دو، جو میرے اور تمھارے درمیان نشانی رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر! اسے لکھ دو''۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھ کر میری طرف پھینک دیا۔ میں نے پکڑ کر اسے اپنے تیروں کے ساتھ رکھ لیا۔ میں واپس آ گیا اور اس واقعے کا کسی سے ذکر نہ کیا، جس روز مکہ فتح ہوا اور آپ ﷺ غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو میں جعرانہ کے مقام پر آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے گیا۔ میرے پاس آپ ﷺ کی تحریر تھی۔ میں انصار کے ایک گھڑ سوار دستے

۱- سیرت ابن هشام

میں چلا گیا۔ وہ مجھے نیزوں کی انیاں چبھونے لگے۔ انھوں نے کہا: ''ہٹ جاؤ۔ تم کیا چاہتے ہو؟'' میں نے حضور ﷺ کی تحریر اوپر ہاتھوں میں اٹھا کر کہا: ''حضور! یہ آپ کی میرے۔ لیے تحریر ہے۔ میں سراقہ بن جعشم ہوں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایفائے عہد اور نیکی کا دن ہے۔ میرے قریب آؤ''۔ میں حضور ﷺ کے قریب گیا اور میں نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر میں نے آپؐ سے سوال پوچھے جن میں سے یہ مجھے یاد ہے۔ میں نے کہا کہ ''اللہ کے رسول! میں نے اپنے اونٹوں کے لیے پانی کے حوض بھرے ہوتے ہیں لیکن آوارہ اونٹ بھی آ کر وہاں سے پانی پی لیتے ہیں۔ کیا مجھے اس کا اجر ملے گا؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، ہر جان دار کو پلانے کا اجر ہے''۔ پھر میں اپنے قبیلے میں آ گیا اور صدقے کا مال لے کر دوبارہ حضور ﷺ خدمت میں حاضر ہوا۔

زرقانی شرح المواہب میں لکھتے ہیں کہ ابوجہل کو جب سراقہ رضی اللہ عنہ کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو یوں چھوڑ کر چلا آیا ہے تو اس نے اسے برا بھلا کہا۔ سراقہ نے اس وقت شعر پڑھے

ابا حکم واللات لو کنت شاهدا لامر جوادی اذ تسیخ قوائمه
عجبت ولم تشکک بأن محمدا نبی و برهان فمن ذا یکاتمه

ابوالحکم! لات کی قسم! اگر تم میرے گھوڑے کی ٹانگیں دھنسی ہوئی دیکھتے تو تم حیرت زدہ ہو جاتے اور تمھیں کوئی شک نہ رہتا کہ محمد ﷺ بلاشبہ نبی ہیں۔

ابن اثیر نے اسد الغابۃ میں مزید دو اشعار نقل کیے ہیں:

علیک بکف القوم عنه فاننی أری أمره یوماً ستبدو معالمه
بأمر یود الناس فیه بأسرهم بأن جمیع الناس طرّاً یسالمه

ابوالحکم! تیرے لیے مناسب یہی ہے کہ تو لوگوں کو اس کی مخالفت سے منع کر کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ محمدؐ غالب آنے والے ہیں۔ تمام لوگ مل کر ان سے مصالحت کرنے والے اور ان کی اطاعت قبول کرنے والے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے سراقہ سے کہا کہ وہ وقت کیسا ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔ جب کسریٰ کا تاج اور کنگن، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تو آپ نے سراقہ کو دونوں کنگن پہنائے اور فرمایا کہ دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا کر اللہ کی کبریائی اور اس کی حمد بیان

Marfat.com

کرو کہ اس نے کسریٰ کے کنگن چھین کر بنو مدلج کے ایک اعرابی سراقہؓ بن مالک کو پہنا دیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات بلند آواز سے کہی۔ پھر مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا[1]۔

غور فرمایئے کہ صرف دو آدمی ہیں جو اپنے گھر سے کس مپرسی کے عالم میں نکلتے ہیں۔ ان کی تلاش ہر طرف ہو رہی ہے۔ وہ غار میں چھپے رہتے ہیں لیکن اپنے مقصد سے باز نہیں آتے۔ نہ ہی ان کے دلوں میں تنگی پیدا ہوتی ہے نہ وہ گھبراتے ہیں۔ وہ پورے اطمینان کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی روشنی سے دیکھتے ہیں کہ کسریٰ کے کنگن سراقہ کو پہنائے جائیں گے۔ اس حال میں کہ ویران اور بنجر وادی میں ہیں، اپنے محبت کرنے والے وطن کو چھوڑ کر ایسے وطن کی جانب ہجرت کر رہے ہیں جس کے بارے میں جانتے نہیں اور نہ ہی اُنس رکھتے ہیں۔ ایسا وقت ہے کہ جب امیدیں مایوسیوں کی شکل اختیار کرتی ہیں، استقامت پسند لوگوں کے قدم بھی ڈگمگانا شروع ہو جاتے ہیں، اور بردبار لوگ بھی حیران و سرگرداں ہو جاتے ہیں، ایسے عالم میں اور اس وقت آپؐ فرماتے ہیں کہ سراقہ وہ کیسا وقت ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوتی ہے۔ کیا یہ آپؐ کی نبوت کی کافی دلیل نہیں۔

غار کا واقعہ

راہِ حق کے دونوں مسافر غارِ ثور کی طرف چل دیے۔ جب وہاں پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ پہلے اس کے اندر میں جاؤں گا کہ اگر اس میں کوئی اذیت دینے والی چیز ہو تو آپؐ اس سے محفوظ رہیں۔ یارِ غار، غار کے اندر گئے۔ اس کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ اس میں کچھ سوراخ تھے۔ آپ نے اپنا تہبند پھاڑ کر اس سے سوراخ بند کر دیے، مگر دو بچ رہے، جن کے لیے کپڑا نہ تھا۔ آپ نے اپنے دونوں پاؤں ان کے اوپر رکھ دیے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ اندر تشریف لے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ران پر سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو کسی چیز نے ڈسا، لیکن آپ نے اپنے پاؤں کو اس خیال سے بالکل حرکت نہ دی کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل آئے گا۔ شدتِ درد سے حضرت

۱- شرح المواهب للزرقانی

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر حضور ﷺ کے رخسارِ مبارک پر گرے۔ آپؐ کی آنکھ کھل گئی اور دریافت فرمایا: ''ابوبکر! کیا معاملہ ہے؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کسی چیز نے ان کو ڈس لیا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنا لعابِ دہن اس جگہ لگایا تو درد جاتا رہا۔ پھر آپؐ نے سوراخ کی طرف پھونک ماری تو موذی چیز اندر ہی مر گئی[1]۔ صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ''ابوبکر! تمھارا تہہ بند کہاں ہے؟'' انھوں نے معاملہ بتایا۔ حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ! قیامت کے دن ابوبکر کو بھی میرے ساتھ درجہ دینا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ یہ دعا قبول ہوگئی ہے[2]۔

غار کی طرف جاتے ہوئے حضرت ابوبکر کبھی حضور ﷺ کے آگے چلنے لگتے، کبھی پیچھے، کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ابوبکر! یہ کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے گزارش کی: ''یا رسول اللہ! یہ خیال آتا ہے کہ آگے کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو آگے چلنے لگتا ہوں، پھر خیال آتا ہے کہ تلاش میں کوئی پیچھے سے آ کر نقصان نہ پہنچائے، تو پیچھے چلنے لگتا ہوں۔ پھر چین نہیں آتا تو کبھی دائیں چلنے لگتا ہوں اور کبھی بائیں''[3]۔

غار کی طرف جانے کے لیے پہاڑ پر چڑھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک سے خون رسنے لگا۔ آپؐ زیادہ مشقت کے عادی نہ تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کو کندھوں پر اُٹھالیا اور غار تک لے آئے۔ (اس روایت کی صحت کے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قریش میں سے کوئی یہاں آ کر اپنے قدموں کی طرف دیکھے تو اس کی نظر ہم پر پڑ جائے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر! ان دو کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو''۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہاں ایک پودا اُگ پڑا جس سے حضور ﷺ کا چہرہ مبارک پردے میں ہوگیا۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو کبوتریوں نے غار کے منہ پر انڈے دے دیے۔ قریش کی ہر شاخ کے نوجوان اپنے ہتھیاروں سمیت وہاں پہنچے۔ وہ

۱- محبّ الدین طبری کہتے ہیں کہ نسائی نے یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ ابن عساکر نے اس کی دوسری اَسناد کا بھی ذکر کیا ہے۔

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، محب الدین الطبری کہتے ہیں کہ حافظ ابوالحسن بن بشران نے اپنی سیرت کی کتاب میں سے روایت نقل کی ہے۔ ۳- الرياض النضرة۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف چالیس ہاتھ کے فاصلے پر رہ گئے تو ان میں سے ایک آدمی غار کے اندر دیکھنے کے لیے وہاں گیا۔ اس نے وہاں کبوتریاں دیکھیں تو واپس جا کر اس نے کہا کہ وہاں کبوتریاں ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غار کے اندر کوئی نہیں گیا۔[1]

غار میں تین راتیں ٹھہرے رہے۔ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس رات گزارتے تھے۔ وہ نہایت ذہین نوجوان تھے۔ رات کے آخری حصے میں وہ مکہ معظمہ آ جاتے اور صبح یوں لگتا کہ انھوں نے رات مکہ ہی میں گزاری ہے۔ دِن بھر وہ لوگوں کی باتیں سن کر ذہن نشین کر لیتے اور رات کی تاریکی میں جا کر سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتا دیتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ دن کو بکریاں چراتا اور رات کو غارِ ثور کے پاس سے گزرتے ہوئے دودھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے آتا۔ تیسری صبح ہوئی تو رہبری کرنے والا دونوں اونٹنیاں لے کر آ گیا اور آپؐ نے ساحل کے ساتھ ساتھ سفر شروع کر دیا۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بھی کھانا لے کر آئی ہوئی تھیں۔ وہ کھانے کو باندھنے کے لیے کپڑا لانا بھول گئی تھیں۔ سفر کا آغاز ہونے لگا تو وہ کھانا باندھنے لگیں، لیکن اس کے لیے کپڑا نہ تھا۔ انھوں نے اپنے کمر بند کے دو حصے کر کے ایک حصے سے کھانا باندھ دیا اور ایک حصے سے اپنی کمر باندھ لی۔ اس بنا پر انھیں ذات النطاقین کہتے ہیں۔

راستہ بتانے والا مکہ کی زیریں جانب سے ہوتا ہوا ساحل کی طرف لے گیا۔ وہاں سے عُسفان، پھر ثنیۃ المرۃ، پھر امَج کی زیریں جانب، پھر مدلجہ اور مجاج، پھر وادی ذی کشر، پھر جداجد، پھر اجرد، پھر وادی ذی سلم، پھر ابابید یا عبابیب، پھر القاجہ یا الفاجۃ سے ہوتے ہوئے العرج پہنچے۔ راستے میں کہیں کہیں آرام کرتے اور پھر سفر شروع کر دیتے۔ سامان کی وجہ سے یہ سفر سست روی کا شکار ہوا تو حضورؐ نے سامان ایک مسلمان کے حوالے کیا پھر وہ راہبر کے ساتھ ثنیۃ العائر پہنچے، وہاں سے بطن ریم (مدینہ سے تیس میل کے فاصلے پر) پہنچے۔ آخر کار یثرب سے باہر بنو عمرو بن عوف کے ہاں بارہ ربیع الاول کو پیر کے دِن قبا میں پہنچے۔[2] ایک اونٹ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے، ایک پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ایک پر عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وزن اونٹ کے لیے بھاری تھا،

۱- صحیح بخاری و مسلم ۲- سیرت ابن ہشام۔

(شدت وحی کی وجہ سے) اس لیے اونٹ بدلتے رہتے۔ حضور ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والے اونٹ پر، وہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ والے اونٹ پر اور وہ حضور ﷺ والے اونٹ پر سوار ہو جاتے۔ قبا ہی میں ملکِ شام سے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس شام کے بنے ہوئے سفید کپڑوں کا ہدیہ آیا۔ حضور ﷺ نے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ کپڑے پہن لیے اور سفید لباس میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے[1]۔

راستے میں لوگ حضور ﷺ کو زیادہ نہیں پہچانتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگ جانتے تھے۔ وہ ان سے پوچھتے کہ تمھارے ساتھ یہ کون ہے؟ آپ جواب دیتے کہ یہ مجھے سیدھی راہ بتاتے ہیں۔ لوگ سمجھتے کہ سیدھا راستہ مراد ہے جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مطلب ہوتا کہ نیکی کی سیدھی راہ بتاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا کہ ایک سوار[2] پیچھے سے بالکل قریب آ گیا تھا (یہ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ تھے جن کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے)۔

❀❀❀

۱- صحیح بخاری

۲- ایضاً

Marfat.com

ہجرت کے بعد کے حالات و واقعات

مدینہ منوّرہ میں

مدینہ منوّرہ کی طرف سب سے پہلے ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی نے ہجرت کی۔ انھیں قریش نے بہت اذیتیں پہنچائیں تو بیعتِ عقبہ سے پہلے ہی وہ ہجرت کر گئے۔[1] بیعتِ عقبہ کے بعد سب سے پہلے ہجرت[2] کرنے والے حضرت مصعب[3] بن عمیر ہیں۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ[3] کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں سب سے پہلے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، جو بنوعبدالدار بن قصی سے تعلّق رکھتے تھے، ہجرت کر کے آئے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا کہ آپ مکہ ہی میں ہیں اور آپؐ کے ساتھی میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ ان کے بعد بنوفہر کے عمرو بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ[4] نابینا آ گئے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا کہ وہ میرے پیچھے

۱- سیرت ابن هشام

۲- مصعب بن عمیر بن عبدمناف قرشی رضی اللہ عنہ السابقون الاولون میں سے تھے۔ حبشہ کی طرف انھوں نے ہجرت کی۔ جنگِ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ غزوۂ اُحد میں علم بردار تھے اور اسی میں شہید ہوئے۔ یہ بہت ہی حسین و جمیل اور ناز و نعمت میں پلے ہوئے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے سارے ناز و نخرے چھوڑ دیے۔ اسلام کا رنگ پوری طرح ان پر چڑھ گیا۔ اللہ کی راہ میں انھیں بہت اذیتیں پہنچائی گئیں۔ انھیں مصعب الخیر بھی کہا گیا ہے۔

۳- براء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ان کے والد بھی صحابی تھے، کم سن ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جنگِ بدر میں شریک نہ ہونے دیا۔ اُحد سمیت چودہ غزوات میں شریک ہوئے۔ جنگِ جمل اور صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ۷۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۴- یہ عمرو بن زائدہ یا قیس بن زائدۃ عامری ہیں۔ مکہ میں پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے، نبی کریمؐ نے تیرہ (۱۳) مرتبہ انھیں لوگوں کی امامت کے لیے مقرر کیا جب نبیؐ خود مدینہ میں نہ ہوتے۔ جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔ یہ وہی اعمٰی ہیں جو سورہ عبس مذکور ہیں۔

آ رہے ہیں۔ ان کے بعد عمار[۱] بن یاسر، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود[۲] اور بلال رضی اللہ عنہما آئے۔ پھر بیس سواروں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہنچے۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے[۳]۔

عبداللہ بن عویم بن ساعدہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میرے قبیلے کے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مجھے بتایا کہ جب ہم نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے نکل پڑے ہیں تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ ہم صبح کی نماز پڑھ کر نکلتے اور سخت دھوپ چڑھنے تک مدینہ کے باہر انتظار کرتے۔ موسم بہت سخت تھا۔ جب دھوپ بہت تیز ہو جاتی اور ہمیں کوئی سایہ نہ ملتا تو ہم گھروں میں واپس آتے۔ ایک دن حسبِ معمول دھوپ کے بہت تیز ہونے تک انتظار کے بعد ہم گھروں کو گئے تھے کہ آپؐ تشریف لے آئے۔ سب سے پہلے آپؐ کو ایک یہودی نے دیکھا۔ وہ ہمارے روزانہ کے معمول سے واقف تھا اس لیے اس نے بلند آواز سے چیخ کر کہا: ''بنو قیلہ! دیکھو یہ تمھارا بزرگ آ گیا''۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے نکلے[۴]۔ آپؐ بنو عمرو بن عوف کے محلے میں نازل ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھ گئے۔ انصار آنے لگے اور جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے نہیں دیکھا تھا، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام اور خوش آمدید کہنے لگے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آ گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اپنی چادر سے آپ

۱- عمار بن یاسر بنو مخزوم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ اور ان کے والد شروع ہی میں مسلمان ہو گئے۔ ابوجہل نے نیزہ مارا جس سے ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا شہید ہو گئیں۔ یہ اسلام میں پہلی شہید ہیں۔ ان کے خاندان کو اذیتیں پہنچائی جاتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ''آلِ یاسر صبر کرو۔ تمھارا بدلہ جنت ہے''۔ جنگِ صفین میں ۳۷ھ میں ۹۳ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھے۔

۲- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ غافل ہذلی عقل وفہم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تقرب کے لحاظ سے کبار صحابہ میں سے تھے۔ مکہ میں سب سے پہلے انھوں نے بلند آواز سے قرآن کعبہ میں سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ سفر وحضر اور غزوات میں آپؐ کے ساتھ ہوتے۔ صحیح میں ان سے ۸۴۸ روایت منقول ہیں، مذہب ابوحنیفہ کے مرجع اول اور سب سے بنیادی فقیہ ہیں، مدینہ میں ۳۲ھ میں وفات پائی۔

۳- الریاض النضرة

۴- سیرت ابن ہشام۔

پر سایہ کر دیا[1]۔ تب لوگوں کو پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ آپ ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمرو بن عوف کے قبیلے کے کلثوم[2] بن ہدم کے ہاں اور ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خارجہ بن زید بن ابوزہیر[3] کے ہاں فروکش ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خارجہ کی بیٹی سے نکاح بھی کر لیا۔ آپ حضور ﷺ کی وفات تک بنوحارث بن خزرج کے محلے سخ میں رہے۔ وہاں سے حضور ﷺ کی رہائش ایک میل کے فاصلے پر تھی۔

آپؐ نے قبا میں پیر، منگل، بدھ اور جمعرات کے دن قیام فرمایا[4]۔ وہاں آپؐ نے مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہ وہی مسجد ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اس میں نبی ﷺ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی۔ قبا سے آپؐ جمعہ کے دن نکلے۔ نماز جمعہ کا وقت بنوسالم بن عوف کے محلے میں آیا تو حضور ﷺ نے وہاں نماز جمعہ پڑھائی۔ اس نماز میں سو کے قریب نمازی تھے۔ پہلی نماز جمعہ چونکہ اس مسجد میں ادا کی گئی اس لیے اس کا نام مسجد جمعہ رکھا گیا۔ یہ چھوٹی سی مسجد ہے۔ مسجد قبا کی طرف جاتے ہوئے دائیں ہاتھ آتی ہے۔ نمازِ جمعہ کے بعد حضور ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی سواری پر آپؐ کے پیچھے سوار تھے۔ حضور ﷺ انصار کے جس گھر کے پاس سے گزرتے۔ وہ آپ کو اپنے ہاں قیام کی دعوت دیتے اور قوت و حفاظت بہم پہنچانے کی ضمانت دیتے۔ آپ فرماتے کہ اونٹنی اللہ کے حکم سے خود اس جگہ بیٹھے گی جہاں اسے بیٹھنا چاہیے۔ آپؐ نے اس کی مہار ڈھیلی چھوڑ دی

۱- صحیح بخاری۔

۲- کلثوم بن ہدم بن امرؤالقیس رضی اللہ عنہ قبیلۂ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑی عمر کے بزرگ تھے۔ حضور ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ غزوۂ بدر سے پہلے ہی وفات پا گئے۔

۳- یہ مالک بن امرؤالقیس بن مالک انصاری خزرجی ہیں، غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں شہید ہوئے، نبی کریمؐ نے ان کے اور ابوبکرؓ کے درمیان مواخاۃ کروائی۔

۴- صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے وہاں چودہ دن قیام فرمایا لیکن مشہور روایت چار دن والی ہی ہے۔

Marfat.com

تھی۔ یہ دائیں بائیں دیکھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ موجودہ مسجد نبوی کے دروازے پر بنو مالک بن نجار کے محلے میں بیٹھ گئی۔

جن لوگوں نے آپ کو اپنے ہاں قیام کی دعوت دی، اُن میں بنو سالم کے عتبان[1] بن مالک، بنو بیاضہ کے فروہ[2] بن عمرو، بنو ساعدہ کے منذر[3] بن عمرو اور سعد[4] بن عبادہ اور بنو عدی کے ابو سلیط[5] وغیرہ شامل تھے۔

مسجد والی جگہ اس وقت رافع بن عمرو کے دو یتیم بیٹوں سہل اور سہیل[6] کی ملکیت تھی، ان دونوں کے سرپرست اسعد[7] بن زرارہ تھے۔

اونٹنی وہاں سے پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اس کے اوپر ہی تھے۔ وہاں سے اُٹھ کر وہ حضرت ایوب[8] انصاری کے دروازے پر آ بیٹھی۔ وہاں سے پھر اٹھی اور پہلے والی جگہ پر جا کر بیٹھ گئی اور وہاں اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اتر آئے اور فرمایا: ''ان شاء اللہ یہی جگہ ہے''۔ حضرت ابو ایوب نے اونٹنی کا پالان اور سامان اُتار کر اندر رکھ لیا۔ ان کے ساتھ زید

۱- خزرجی تھے۔ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ اپنی قوم کے امام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مواخات قائم کی۔ بڑی عمر کے ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں فوت ہوئے۔

۲- بیعتِ عقبہ اور جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ ہر سال ایک ہزار وسق (تقریباً چھے سو من) کھجوریں صدقہ کیا کرتے تھے۔ جنگِ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

۳- خزرجی بدری صحابی تھے۔ بیعتِ عقبہ میں شریک ہوئے۔

۴- خزرج کے سردار تھے۔ بیعتِ عقبہ میں شریک ہوئے۔ عربی لکھ لیتے تھے۔ تیر اندازی اور تیراکی کے ماہر تھے۔ انھیں کامل کہا جاتا تھا۔ یہ اور ان کے باپ اور دادا جود و کرم میں معروف تھے۔ ہر روز اہلِ صفہ میں سے اسّی آدمیوں کو رات کو کھانا کھلاتے تھے۔ ۱۵ھ یا ۱۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۵- ان کا نام اسیر یا اسیرۃ بن عمرو تھا۔ بدر اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے۔

۶- سہیل رضی اللہ عنہ بدر اور بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ سہل بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ بعد کے غزوات میں شریک ہوتے رہے بھائی سے پہلے ان کا انتقال ہوا۔

۷- ان کو اسعد الخیر کہتے ہیں۔ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے۔ یہ اور ذکوان عبد القیس رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جو مدینہ میں اسلام لائے۔ ۱ھ میں وفات ہوئی۔

۸- یہ خالد بن زید بن کلیب انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بیعتِ عقبہ اور جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ ۵۲ھ میں قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوئے۔

Marfat.com

بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے سامان اتروایا۔

بنونجار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جناب عبدالمطلب کے نھیال تھے اور ان کے گھر دوسرے گھروں سے بہتر تھے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ہاں قیام فرمایا تو ہم اوپر کی منزل میں رہتے تھے۔ جب رات کو میں نے اپنی بیوی سے بات کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی اور فرشتے آپؐ کے پاس آتے ہیں اس لیے اوپر والی منزل میں حضور کو رہنا چاہیے۔ اتفاق سے اسی رات ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ اس وقت ہمارے پاس ایک ہی لحاف تھا تو میں اور اُمِ ایوب اس لحاف سے پانی کو خشک کرتے رہے کہ کہیں کوئی قطرہ نیچے گر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پریشانی کا باعث نہ بنے۔ صبح ہوئی تو میں نے کہا: ''یارسول اللہ! رات میں اور اُمِ ایوب تو سو نہیں سکے''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت فرمائی تو میں نے عرض کی کہ آپؐ پر وحی نازل ہوتی اور فرشتے آپ کے پاس آتے ہیں، حضور اوپر والی منزل کے زیادہ حق دار ہیں۔ جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کی قسم! میں ہرگز اس گھر میں اُوپر نہیں رہوں گا جہاں آپ نیچے ہوں[1]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ تقریباً پانچ سو انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا اور انھوں نے کہا: ''مرحبا! آپ امن کی جگہ پہنچ گئے۔ آپؐ کی اطاعت کی جائے گی''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ نے باہر نکل کر ان کو خوش آمدید کہا۔ حتیٰ کہ عورتیں بھی چھتوں پر چڑھ گئیں۔ وہ پوچھتی تھیں: ''حضور کون سے ہیں؟''

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس روز بھی دیکھا جب آپؐ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے اور رحلت کے روز بھی میں نے آپؐ کی زیارت کی۔ ہم نے زندگی بھر ایسے مناظر نہیں دیکھے[2]۔

۱- شرح المواهب.

۲- الرياض النضرة.

ابن[1] عائشہ کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو عورتوں اور بچوں نے نغمے گا گا کر آپؐ کا استقبال کیا۔

طلع البدر علینا من ثنیّات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داع

یہ ہے ہجرت کا سال جس سے ایک بے مثال اور عظیم تاریخ کا آغاز ہوا۔ یہ انسانی تاریخ میں تاریک اور روشن دور کے درمیان حد فاصل ہے۔ یہاں سے وہ ترقی کا دور شروع ہوتا ہے جس میں انسانی تمدّن اور تہذیب اپنے عروج کو پہنچتے ہیں۔ یہیں سے وہ نئی تہذیب جنم لیتی ہے جس نے یورپ کے لیے علم کے دروازے کھولے۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو یہ مہاجرین جو اپنے گھربار اور اپنے اعزہ واقارب چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے، یہ سب سے افضل مسلمان قرار پائے۔ ان کا مقام سب سے بلند اور ان کا اجر وثواب سب سے زیادہ ہے۔ اللہ کے رسول کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس گئی تھی اور دنیا ان کی نگاہوں میں بالکل حقیر ہوگئی تھی۔ حضرت صہیب رومی کا واقعہ ہے کہ جب انھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو کفارِ قریش نے کہا کہ جب تم مکہ میں آئے تھے تو قلاش تھے۔ اب یہیں سے مال کما کر تم دولت مند ہوگئے ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ مال تم لے جاؤ۔ حضرت صہیب نے کہا کہ اگر میں مال یہیں چھوڑ جاؤں تو مجھے جانے دو گے؟ انھوں نے کہا: ''ہاں''۔ حضرت صہیب نے فرمایا: ''میں نے اپنا مال تمھارے لیے چھوڑ دیا''۔ اور خود ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

یہ ہجرت تھی ذلت وکمزوری سے عزت وقوت کی طرف۔ یہ ایک ایسے مقام کی طرف ہجرت تھی جہاں مسلمان اپنے دینی شعائر قائم کرسکیں۔ جہاں وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ جہاں وہ اس دین کو عملاً نافذ کرسکیں جو عزت وقوت اور زندگی کا پیغام دیتا ہے۔

۱- یہ عبید اللہ بن محمد بن حفص تیمی بصری ہیں۔ عائشی اور ابن عائشہ کی کنیت سے مشہور ہیں۔ یہ عائشہ بنت طلحہ کی اولاد میں سے تھے۔ ثقہ راوی ہیں۔ اہلِ بصرہ کے سردار تھے۔ فصیح اللسان اور کریم النفس شخصیت تھے۔ چار لاکھ دینار انھوں نے اپنے بھائیوں پر خرچ کیے۔ رمضان ۲۳۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِيۡمَ كُنۡتُمۡ‌ؕ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا‌ ؕ فَاُولٰٓـئِكَ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَـنَّمُ‌ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ۙ اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ حِيۡلَةً وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ سَبِيۡلًا ۙ فَاُولٰٓـئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ۝ وَمَنۡ يُّهَاجِرۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ يَجِدۡ فِى الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا كَثِيۡرًا وَّسَعَةً‌ ؕ وَمَنۡ يَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَيۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ يُدۡرِكۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۝

جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے، اُن کی رُوحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مُبتلا تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور اور مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا، کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعید نہیں کہ اللہ اُنھیں معاف کر دے، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔ جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور بسر اَوقات کے لیے بڑی گنجایش پائے گا، اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسولؐ کی طرف ہجرت کے لیے نکلے، پھر راستہ ہی میں اُسے موت آجائے، اُس کا اجر اللہ کے ذمّے واجب ہو گیا، اللہ بہت بخشش فرمانے والا اور رحیم ہے۔

.... ❁❁❁ ....

Marfat.com

مدینہ منوّرہ میں بخار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منوّرہ تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے بہت سوں کو بخار ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحت مند رہے۔ جن کو بخار ہوا ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ اس وقت تک پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حضرات کی عیادت کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ یہ سب ایک ہی گھر میں تھے۔ میں گئی اور باری باری ان کی مزاج پرسی کی۔ ان تینوں نے مختلف اشعار پڑھے۔ جن میں موت کا ذکر تھا۔ میں نے کہا کہ یہ ہوش میں نہیں ہیں۔ یہ بات میں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی کہ بخار کی شدت کی وجہ سے وہ اس وقت ہوش میں نہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! مدینے کو ہمارے لیے مکے جتنا بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ ہمارے لیے اسے صحت و تندرستی کی جگہ بنا دے اور ہمارے لیے اس میں برکت پیدا فرما دے۔ اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل فرما دے[1]۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، یہاں تک کہ مدینہ کو مکے سے زیادہ ان کے لیے محبوب بنا دیا۔ مدینہ منورہ کی پاکیزہ فضا میں ایسی خوشگوار مہک پیدا فرما دی جو اس کے علاوہ کسی سرزمین میں نہ پائی جا سکتی تھی۔

سہیلی[2] کہتے ہیں کہ اس سے وطن کی محبت اور اس کے لیے تڑپ کا اظہار ہوتا ہے۔ اصیل[3]

۱- جحفہ مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلے پر مدینہ منورہ کی طرف راستے پر ایک جگہ ہے۔ میقات حج ہے۔

۲- ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد خثعمی سہیلی مشہور امام، فقیہ اور محدث تھے۔ مالقہ میں ۵۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۸۱ھ میں مراکش میں ان کی وفات ہوئی۔

۳- اصیل بن سفیان ان کا نام تھا یا پھر عبداللہ ہذلی انھیں غفاری اور خزاعی بھی کہا گیا ہے۔

الغفاری کی روایت میں ہے کہ جب وہ مکہ معظّمہ سے مدینہ منوّرہ آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا کہ مکے کا کیا حال ہے؟ انھوں نے اپنے الفاظ میں وہاں کا حال بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آپ نے فرمایا: ''لاتشوقنا یا اصیل (بس کرو اصیل ہمیں پریشان نہ کرو۔)''[۱]

.... ❀❀❀ ....

۱- بحوالہ الروض الانف، اسد الغابۃ اور الاصابۃ۔

Marfat.com

مسجدِ نبوی کی تعمیر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہاں بھی نماز کا وقت آ جاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نماز پڑھ لیتے۔ یہاں تک کہ بھیڑ بکریاں جہاں ہوتیں وہاں بھی آپؐ صاف جگہ پر نماز پڑھ لیتے۔ پھر آپؐ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا اور اس کے لیے بنونجار سے جگہ خریدنے کے لیے فرمایا۔ انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ اس کا اجر تو ہم اللہ ہی سے لیں گے[1]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا قیمت زمین لینے سے انکار کر دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال میں سے دس دینار دے کر مسجد کی جگہ خریدی[2]۔ اس کے بعد لوگ رجز پڑھتے ہوئے پتھر ڈھونے اور مسجد بنانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے۔ آپؐ یہ شعر پڑھتے:

اللهم لا خير الا خير الآخرة فاغفر للأنصار والمهاجرة

[اصل خیر آخرت کی خیر ہے۔ اے اللہ! مہاجرین وانصار کی مغفرت فرما۔]

روایت بیان کی گئی ہے کہ مسجد کی تعمیر کے لیے حضور بھی اپنے دست مبارک سے پتھر اٹھاتے اور یہ شعر پڑھتے:

هذا الحمّال لا حمّال خيبر هذا أبرّ ربنا و أطهر

زہری[3] کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے پتا چلتا ہو کہ اس شعر کے علاوہ کوئی اور مکمل شعر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پڑھا ہو۔

۱- صحیح بخاری و مسلم۔

۲- المواهب اللدنیه اور بهجة المحافل۔

۳- محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری مدنی تھے۔ جلیل القدر امام، ثقہ راوی اور حجاز و شام کے عالم تھے۔ حدیث وروایات کثرت سے بیان کرتے تھے۔ گہرے علم کے مالک اور فقیہہ تھے۔ کہا کرتے تھے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں کوئی چیز یاد کر کے بھول گیا ہوں۔ بہت سخی لوگوں میں سے تھے۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۱۲۳ھ یا ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ

ہجرت کے پہلے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ابورافع[۱] کو بھیجا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور ام المومنین حضرت سودہ[۲] بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مدینہ لے آئیں۔ جب عبداللہ بن اریقط واپس مکہ آیا تو اس نے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان کا پتا بتایا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے اہل وعیال کو لے کر مدینہ کی طرف نکلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ ساتھ طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبیداللہ بھی تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا بھی[۳]۔

............❀❀❀............

۱- ابورافع قبطی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے ابراہیم تھا۔ کوئی اسلم اور کوئی کچھ اور کہتا ہے۔ جنگ بدر سے پہلے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکے۔ اُحد اور بعد کی جنگوں میں شریک ہوتے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انھوں نے مدینہ میں وفات پائی۔ ابنِ اثیر کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پائی۔

۲- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی موت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔ جب بہت بوڑھی ہو گئیں تو اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ وفات ۵۵ھ میں ہوئی۔

۳- تاریخ الطبری۔

Marfat.com

جنگِ بدر میں[1]

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ سے نکل کر وادی ذفران میں پہنچے، تو آپؐ کو قریش کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ قافلے کی حفاظت کے لیے آ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو بتایا کہ قریش آ رہے ہیں۔ ساتھ ہی مشورہ بھی طلب کیا کہ اب ہم کیا کریں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر تقریر کی۔ وہ کیا خوب تقریر تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انھوں نے باتیں کیں اور وہ بہت عمدہ باتیں تھیں۔ پھر مقداد رضی اللہ عنہ[2] نے اٹھ کر کہا: ''یارسول اللہ! جو ارشادِ ربانی ہو، اس کے مطابق چلیے۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ بخدا! ہم وہ نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم اور تمھارا خدا جا کے جنگ لڑو۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم یوں کہتے ہیں کہ آپؐ اور آپؐ کا پروردگار جنگ لڑیں۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں''۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپؐ ہمیں برک الغماد (یعنی کسی دور دراز مقام) کی طرف لے چلیں تو بھی ہم آپؐ کی محافظت کریں گے تا آنکہ آپؐ وہاں پہنچ جائیں۔''

یہ اسلام کے ان لشکروں کا نمونہ ہے جنھوں نے اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت دین کے لیے اپنی

۱- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شامل ہوئے اور اگر ان سب کا احاطہ کیا جائے تو کتاب بہت لمبی ہو جائے گی۔ اس لیے صرف انھی غزوات کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے جن کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص تعلق ہے۔

۲- حضرت مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک نہروانی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں حضرموی ہیں۔ ان کے باپ نے کندہ سے معاہدہ کیا، اس لیے انھیں کندی بھی کہتے ہیں۔ اسود بن عبدیغوث زہری نے انھیں متبنّٰی بنایا۔ اس لیے انھیں مقداد بن اسود بھی کہتے ہیں۔ ابتدا میں اسلام قبول کیا۔ نبی ﷺ کے چچا کی لڑکی ضباعۃ بنت زبیر رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ پہلے حبشہ اور بعد میں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ بدر اور بعد کے غزوات میں شامل ہوئے۔ ۷۰ سال کی عمر میں ۳۳ھ میں انتقال ہوا۔

Marfat.com

جانیں قربان کردیں۔ ان میں سے ایک ایک فرد خود کو لشکر سے عظیم تر اور امت سے قوی تر خیال کرتا تھا۔ یہ معاملہ اس وقت ہوا جب کہ ان لوگوں کے دلوں میں اسلام کی محبت جاگزیں تھی۔ اور عقیدۂ توحید کی وجہ سے ان کے اندر اللہ پر اعتماد و یقین، اس کی قضا و قدر پر رضامندی، مصیبتوں پر صبر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگیا تھا۔ کیفیت یہ ہوگئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرات کو حبشہ لے چلتے یا چین یا کسی اور جگہ، بہرحال وہ ساتھ چلتے۔ جنگ لڑنے اور ان کے دلوں میں وطن چھوڑنے کا غم یا اجنبی ممالک میں ہونے کا ڈر نہ ہوتا کیونکہ وہ اللہ کی راہ میں نکلے تھے۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوتے، اللہ ان کے ساتھ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ وہ بہترین کارساز و مددگار ہے۔

یہ گفتگو اکیلے مقداد رضی اللہ عنہ کی نہیں تھی کہ وہ ذاتی شجاعت و بہادری کی وجہ سے ایسا کہہ گئے ہوں۔ نہیں بلکہ یہ سارے مسلمانوں کے احساسات کی بلیغ ترجمانی تھی اور بہتوں کو حسرت رہی کہ کیوں نہ انھوں نے یہی بات پہلے کہہ کر اس کا ثواب اور فضیلت حاصل کی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''مقداد رضی اللہ عنہ نے یہ ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا کہ میرے لیے ان کا ساتھی ہونا دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سچی بات کہی۔ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد، دین کی حمایت اور اس کی راہ میں تکلیفیں اٹھانے میں سبقت لے جانا، ان کے نزدیک دنیا و مافیہا، مال و دولت، جاہ و جلال، اہل و عیال اور تمام دنیوی لذتوں سے زیادہ محبوب تھا۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! ہم آپؐ کے لیے کھجور کا چھپر بناتے ہیں۔ آپؐ اس میں تشریف رکھیں۔ آپؐ کی سواری ہم تیار کریں گے۔ پھر دشمن سے مڈبھیڑ ہوگی۔ اگر اللہ نے دشمن پر ہمیں فتح و نصرت عطا فرمائی تو فَهُوَ الْمُراد۔ اور اگر دوسری صورت ہوئی تو آپؐ سواری پر بیٹھیں اور ہماری قوم کے جو لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں، ان سے جا ملیں۔ یارسول اللہ! کچھ ایسے لوگ بھی پیچھے ہیں جن کے دلوں میں آپؐ کی محبت اس سے کم نہیں جتنی ہمارے دلوں میں ہے اور اگر انھیں پتا ہوتا کہ آپؐ جنگ لڑنے جارہے ہیں تو وہ کبھی پیچھے نہ رہتے۔ اللہ آپ کی ان کے ذریعے حفاظت کرے گا۔ وہ آپؐ کے ساتھ مخلص ہوں گے اور جہاد کریں گے''۔ رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور ان کے لیے دعائے خیر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھپر بنا دیا گیا اور آپؐ اس میں چلے گئے۔[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ بہادر اور مضبوط دل تھے۔ جب معرکہ گرم ہوتا اور زور کا رن پڑتا تو بڑے بڑے بہادر اور جری صحابہ آپؐ کی پناہ میں آتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مدینہ میں کچھ گھبراہٹ سی پھیل گئی۔ لوگ اس طرف نکلے جدھر سے آواز آ رہی تھی، تو یکایک کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار اسی طرف سے تشریف لا رہے ہیں۔ تلوار آپؐ کے پاس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے آواز کی طرف پہنچ کر واپس آ گئے اور آپؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

جب جنگِ حنین میں زور کی لڑائی ہوئی، اور مسلمانوں پر مصیبت آئی تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے قدم اکھڑ گئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور مشرکین پر چھا گئے۔ اس وقت آپؐ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

"میں سچا نبی ہوں، میں جھوٹا نہیں ہوں، میں عبدالمطلب کی نسل سے ہوں۔"

اس روز آپؐ سے زیادہ بہادر اور جری اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ آپؐ کا منظم جنگ میں چھپر میں رہنا اور معرکے کی نگہبانی کرنا قیادت کی مصلحت کے پیشِ نظر تھا۔ آج بھی قائد عمومی میدانِ جنگ سے دور ہی رہتا ہے کیونکہ اگر وہ میدان کے اندر آ جائے تو محض ایک فرد بن کے رہ جاتا ہے جس پر فتح وشکست کا انحصار نہیں ہوتا لیکن اگر دور سے نگرانی کرے اور ہدایات دے تو وہ اپنی ذات میں ایک لشکر ہوتا ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب جنگِ بدر کا موقع آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مشرکین کی تعداد ایک ہزار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعداد تین سو سترہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رو ہو کے ہاتھ پھیلائے اور اپنے رب سے دعائیں کرنے لگے کہ اے اللہ! میرے ساتھ جو وعدہ کر رکھا ہے وہ پورا کیجیے۔ اے اللہ! اگر یہ مٹھی بھر اہلِ اسلام تو

۱- تاریخ الطبری

Marfat.com

نے ختم کر دیے تو پھر کبھی زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ آپ پیہم ہاتھ پھیلائے، قبلہ رخ ہو کے اپنے رب سے راز و نیاز کرتے رہے تا آنکہ آپ کی چادر کندھوں سے گر گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انھوں نے چادر اٹھائی اور کندھوں پر ڈال دی۔ پھر پیچھے سے انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! یہ کافی ہے۔ اللہ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ آپ نے اس کے سامنے بہت آہ و زاری کی ہے''[1]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور یہ کہتے ہوئے باہر نکلے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝

(القمر ۵۴: ۴۵) اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ (الانفال ۸: ۹)

ترجمہ: وہ کیا وقت تھا کہ تم اپنے پروردگار سے مدد مانگتے تھے۔ اس نے تمھاری التجا سن لی اور فرمایا کہ میں ہزار فرشتے پیہم بھیج کر تمھاری مدد کروں گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے آپ کی مدد فرمائی۔

ایک روز کچھ لوگ جمع تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟

۱۔ یہ اغانی اور بخاری کی ایک دوسری روایت ہے۔ سہیلی روض الانف میں کہتے ہیں یہ کیونکر ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا سے رکنے کے لیے کہنے لگے اور ان کا حوصلہ اور امید بڑھانے لگے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام، مقامِ محمود ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین سب سے بڑھ کر ہے۔
میں نے اپنے شیخ حافظ ابوبکر ابن عربی کو اس بارے میں فرماتے سنا کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ خوف میں تھے جب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقامِ رجا میں تھے اور فضیلت میں دونوں مقام مساوی ہیں۔ اس سے ہماری مراد یہ نہیں کہ رسول اور صدیق مساوی ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ خوف و رجا دو ایسے مقامات ہیں جو ایمان کے لیے ناگزیر ہیں۔ ابوبکرؓ اس گھڑی مقامِ رجا میں تھے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ خوف میں۔ کیونکہ یہ اللہ کی مرضی ہے جو چاہے کرے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈر پیدا ہوا کہ کہیں زمین میں اس کے بعد اللہ کی عبادت ہی نہ ہو اور عبادت ہی کی بنا پر اس خدشے کا آپ نے اظہار فرمایا۔ قاسم ابن ثابت نے دوسرا مفہوم لیا ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ دعا میں گریہ و زاری کر رہے ہیں کہ ان کی چادر گر گئی ہے تو انھوں نے غایت درجہ ہمدردی کی بنا پر عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ اتنے ہلکان کیوں ہوتے ہیں جب کہ اللہ نے آپ سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے'' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت نرم دل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت ہی محبت رکھتے تھے۔

لوگوں نے جواب دیا: ''امیر المومنین! آپ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں! میرا تو مقابلہ جس سے بھی ہوا بس میں اس کے برابر رہا، لیکن بہادر ترین شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ میدانِ بدر میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جھونپڑا بنایا۔ سوال پیدا ہوا کہ رسول اللہ کے ساتھ کون رہے جو آپ تک مشرکین کو نہ پہنچنے دے۔ بخدا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہم میں سے کوئی بھی قریب نہیں جاتا تھا، بس وہ تلوار سونتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے رہے۔''[1]

ابن اسحاق روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیمے میں ذرا اونگھ آ گئی۔ آپؐ بیدار ہوئے تو فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ بشارت ہو۔ اللہ کی مدد آ پہنچی۔ یہ جبریل اپنے گھوڑے کی باگیں پکڑے آ رہے ہیں۔ ان کے سامنے کے دانتوں پر غبار ہے۔''[2]

ایک روایت اس طرح سے ہے کہ یہ جبریل ہیں۔ زرد رنگ کی پگڑی باندھے ہوئے ہیں۔ اپنے گھوڑے کی باگیں تھامے ہوئے زمین و آسمان کے مابین ہیں۔ زمین پر آئے تو ایک گھڑی میری نظروں سے اوجھل ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے نمودار ہوئے کہ تمھارے اللہ کی مدد آ پہنچی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے۔ آپؐ نے لوگوں کو جنگ پر ابھارا اور جس کو جو اذیت بھی پہنچی تھی، اس کا مداوا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے آج جو بھی لڑے گا اور لڑتے ہوئے صبر کے ساتھ ثواب کی امید پر، پیٹھ پھیر کر نہیں بلکہ دشمن کا سامنا کرتے ہوئے مر جائے گا، اللہ اسے جنت میں لے جائے گا۔''

بنو سلمہ کے عمیر بن حمام[3] کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں۔ وہ کھا رہا تھا تو اس نے کہا: ''بخ بخ! بس میرے اور جنت کے درمیان اتنی سی بات ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں۔ انھوں نے اسی وقت ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں۔ تلوار پکڑی، لڑے اور شہید ہو گئے۔ شہادت کے وقت وہ شعر پڑھ رہے تھے:

۱- سیرت ابن ھشام، ابن سمان نے الموافقة میں۔ المحب الطبری نے الریاض میں بزار سے اور صاحب الفضائل نے یہ روایت بیان کی ہے۔

۲- سیرت ابن ھشام، الریاض النضرة۔

۳- عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام انصاری سلمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ انصار میں سے پہلے شخص ہیں جو میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ خالد بن المسلم نے انھیں شہید کیا۔

Marfat.com

رکضاً الی اللہ بغیر زاد　الا التقی و عمل المعاد
والصبر فی اللہ علی الجھاد
وکل زاد عرضۃ النفاد　غیر التقی والبر والرشاد

میں اللہ کی طرف دوڑے جا رہا ہوں اور پاس زادِ راہ کچھ بھی نہیں۔ بس تقویٰ ہے۔ آخرت میں کام آنے والے اعمال ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے صبر و ثبات ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دوسرا ہر زادِ راہ ختم ہو جاتا ہے اور باقی رہ جاتا ہے صرف تقویٰ، نیکی اور راست روی۔[1]

مشرکین کو شکست ہوئی۔ ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر، علی اور عمر رضی اللہ عنہما سے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ بھائی بند ہیں۔ اپنے ہی خاندان کے لوگ ہیں۔ کوئی کسی کے چچا کا لڑکا ہے اور کوئی کسی کے ماموں کا لڑکا ہے۔ میری تو رائے یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے لیجیے اور انھیں چھوڑ دیجیے اور جو فدیہ ہم ان سے لیں گے، وہ ہمارے لیے قوت کا باعث بنے گا اور ہو سکتا ہے کہ اللہ انھیں ہدایت بخش دے تو کل کو یہ ہمارے بازو بن جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ابن خطاب! تمھاری کیا رائے ہے؟" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا خدا کی قسم! میری رائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ والی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فلاں شخص میرے حوالے کیجیے۔ میں اس کا سر قلم کرتا ہوں۔ حمزہ رضی اللہ عنہ[2] کا بھائی ان کے سپرد کیجیے کہ وہ

۱- تاریخ طبری، سیرت ابن ھشام۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ہم بدر کی تمام روایات نقل کرتے جائیں تو یہ کتاب ناکافی ہوگی اور اس کے تجزیہ اور عجیب و غریب شجاعت کے مواقع کی وضاحت کے لیے بے شمار کتابیں کم رہیں گی کیونکہ جنگِ بدر تو اکیلی ہی کسی بھی ایک مغربی قوم کی تاریخ کا مقابلہ کر سکتی ہے...... امید ہے کہ ہمارے نوجوان سیرت کا مطالعہ کریں گے۔ اس کی روایات اور ان کے تجزیہ و تحلیل کی طرف توجہ دیں گے۔ اس پر ادبی مضامین کی تخلیق کریں گے جس سے ہمارا وہ قومی ادب جنم لے گا جو ہماری سربلندی کا باعث ہوگا اور جس سے ہماری نوخیز نسل کی ہمتیں اس راہ پر چلنے کے لیے بلند ہوں گی جس کا بہترین نقشہ آباؤ اجداد نے ہمارے لیے بنایا۔

۲- یہ اللہ کے شیر سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی ہیں۔ ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے انھیں دودھ پلایا۔ والدہ کی جانب سے بھی یہ حضور اکرم ﷺ کے قریبی تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ، رسول اللہ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں۔ یہ دو یا چار سال حضور ﷺ سے بڑے تھے۔ بعثت کے دوسرے سال اسلام لائے۔ جنگِ بدر میں شریک ہوئے اور ۳ھ میں جنگِ اُحد میں تیس کافروں کو قتل کرنے کے بعد شہید ہو گئے۔

Marfat.com

اس کا کام تمام کریں۔ عقیل[1] کو علی رضی اللہ عنہ کے ذمے لگایئے، وہ اس کی گردن ماریں اور لوگوں کو پتا چلے کہ کفار کے لیے ہمارے دلوں میں کوئی نرم گوشہ نہیں۔ یہ ان کے قائد اور چشم و چراغ ہیں۔ ان کا خاتمہ کر دیں تو کفر کی کمر ٹوٹ جائے گی۔

عبداللہ بن رواحہ[2] رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یارسول اللہ! کوئی ایسی وادی ڈھونڈیے جس میں بہت سا ایندھن ہو۔ انھیں اس میں دھکیل دیجیے۔ اوپر سے آگ لگا دیجیے کہ وہ بھڑک کر انھیں بھسم کر دے[3]۔'' عباس نے ان سے کہا: ''تو نے قطع رحمی کی بات کی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چپ ہو گئے۔ آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا اور اندر چلے گئے۔ بعض نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کریں گے۔ دوسروں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی بات مانیں گے اور کسی نے کہا کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول فرمائیں گے۔

پھر رسول اللہ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دل نرم کر دیتا ہے تو وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہوتے ہیں اور بعض کے دل سخت بنا دیتا ہے تو وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ تمھاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے کہ وہ کہتے ہیں:

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O (ابراہیم ۳۶:۱۴) ترجمہ: جو میری بات مان لے وہ میرے ساتھ ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تو مغفرت اور رحم کرنے والا ہے۔

اور ابوبکر! تم عیسیٰ علیہ السلام کی مانند ہو کہ فرماتے ہیں:

۱- عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ فتح مکہ تک اور ایک روایت کے مطابق صلح حدیبیہ تک ایمان لانے میں تاخیر کرتے رہے۔ قریش کے انساب اور محاسن و معائب کے عالم تھے۔ مسکت جواب دینے میں بڑے تیز تھے۔ اپنے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے الگ ہو کر اپنے ایک قرض کے سلسلے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔ ان کی وفات خلافتِ معاویہ میں یا یزید کے ابتدائی دور میں ہوئی۔

۲- یہ انصاری خزرجی مشہور شاعر صحابی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں جلیل القدر تھے۔ نقیبوں میں سے ایک، اور جنگ موتہ میں قائدین میں سے ایک تھے۔ جنگِ موتہ میں ۷ھ میں شہادت پائی۔

۳- یہ بات ایک دوسری روایت سے لی گئی ہے۔ دونوں روایات تاریخ طبری میں ہیں۔ جو شخص تاریخ طبری کی طرف رجوع کرے تو اسے چاہیے کہ وہ صحیح روایت کی پہچان کرے کیونکہ طبری نے رطب و یابس اپنی تاریخ میں جمع کر دیا ہے۔

Marfat.com

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (المائدہ ۵:۱۱۸)
(اے اللہ! اب اگر آپ) انھیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ غالب اور دانا ہیں۔

اور عمر! تم نوح کی مانند ہو جو کہتے ہیں:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا○ (نوح ۷۱:۲۶) اے پروردگار! زمین پر کسی کافر کو نہ رہنے دے۔

اور عمر! تم موسیٰ کی طرح ہو جو کہتے ہیں:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ○ (یونس ۱۰:۸۸)
پروردگار! ان کے مال تباہ کر دے۔ ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ یہ دردناک عذاب دیکھے بغیر ماننے والے نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پسند آئی اور میری رائے کی طرف آپؐ کا رجحان نہ ہوا۔ کفار سے فدیہ لے کر آپؐ نے انھیں چھوڑ دیا۔ دوسرا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں صبح سویرے حاضر ہوا۔ آپؐ تشریف فرما تھے، ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ دونوں رو رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیوں رو رہے ہیں؟ مجھے بھی بتایئے تا کہ اگر رونے کی کوئی بات ہو تو میں بھی رووں۔ اور نہیں تو آپ دونوں حضرات کے رونے کی وجہ سے ہی رووں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عذاب اس قریب کے درخت سے زیادہ نزدیک آ گیا اور یہ آیات نازل ہوئیں:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ○ (الانفال ۸:۶۷-۶۸) کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ اچھی طرح خونریزی کیے بغیر قیدیوں کو چھوڑ دے۔ تم دنیا کی شان و شوکت چاہتے ہو اور اللہ کے پیش نظر آخرت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب وحکیم ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے معافی کی بات نہ ہو چکی ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے، اس پر تمھیں عظیم عذاب آ پکڑتا۔

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے۔ مسلمان ہوئے تو اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: ''آپ جنگِ بدر میں میرے نشانے کی زد میں آ گئے تھے۔ بس میں ہٹ گیا اور آپ کو قتل نہیں کیا''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم میری زد میں آئے ہوتے تو میں نہ چھوڑتا''۔

میں کہتا ہوں! ابوبکر رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ (المجادلہ ۵۸: ۲۲) تمھیں ایسے لوگ نہیں مل سکتے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان بھی رکھتے ہوں اور پھر ان کی ایسے لوگوں سے دوستی بھی ہو جو اللہ اور رسول کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں۔ چاہے وہ ان کے باپ، بیٹے اور دوسرے اہل قرابت ہی کیوں نہ ہوں۔

اب ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسے تو نہ تھے کہ وہ اپنے بیٹے سے پیار اور اس پر رحم کرتے جب کہ وہ خدا و رسول کے مقابلے میں نکل چکا تھا اور حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان باللہ و ایمان بالآخرت تمام لوگوں سے بہتر تھا۔ کئی صحابہ ایسے ہیں جنھوں نے میدانِ جنگ میں اپنے بھائیوں اور قریبی رشتے داروں کو قتل کیا اور یہ مہلک انسانی مرض ان کے آڑے نہ آیا جسے لوگ ''نرمی'' کہتے ہیں۔ کیونکہ فرض کے معاملے میں نرمی کے متعلق عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ جرم ہے اور اسلام کا معجزہ بس اتنا ہی نہیں کہ یہ عظیم الشان فتوحات ہوئیں اور یہ اونچے درجے کا تمدّن وجود میں آیا، بلکہ اصل معجزہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اندر دلوں میں پیدا ہوا۔ وہ دل جو اسلام کے طفیل گھٹیا خواہشات اور پست رجحانات سے بالاتر ہو گئے، وہ فرائض کی فضا میں اُڑنے لگے۔ ان میں اسلام کے علاوہ کسی چیز کا اثر نظر ہی نہیں آتا۔ اور ان رجحانات و طبائع کا کوئی کھوج ہی نہیں ملتا تھا جن کی وجہ سے دل میں گھٹیا جذبات گھر کر لیتے ہیں۔ خواہشات ہدایتِ نبوی کے تابع ہو گئیں۔ اب رغبت ہے تو حلال کی اور خوف ہے تو حرام سے۔ اب مومن کو اللہ و رسول اور جہاد سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

............❀❀❀............

جنگِ اُحد

شکست کے بعد انس بن نضر[1] رضی اللہ عنہ کچھ مہاجرین و انصار کے پاس پہنچے جو ہاتھ پاؤں توڑے بیٹھے تھے۔ پوچھا: بیٹھے کیوں ہو؟ کہنے لگے کہ رسول اللہ تو شہید ہو گئے۔ کہا تو پھر ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ آؤ جس بات پر رسول اللہ شہید ہوئے ہم بھی اسی پر شہید ہوں۔ پھر کفار کا سامنا کیا۔ لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے[2]۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس شخص نے سب سے پہلے پہچانا وہ کعب ابن مالک[3] ہیں۔ کہتے ہیں کہ خود کے نیچے چمکتی ہوئی آنکھوں کو میں نے پہچان لیا کہ حضورؐ کی ہیں۔ میں نے بلند آواز سے پکارا۔ مسلمانو! بشارت ہو۔ یہ رسول اللہ ہیں۔ آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ چپ رہو۔ جب مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو سارے مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور گھاٹی

۱- انس بن نضر انصاری خزرجی انس بن مالک کے چچا ہیں۔ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس پہلی لڑائی میں شرکت نہ کر سکا جو آپ نے مشرکین سے کی۔ خدا کی قسم! اگر اب کے مجھے شریک ہونے کا موقع اللہ نے دیا تو دیکھیے گا کیا کرتا ہوں۔ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے۔

۲- سیرت ابن ھشام اور بخاری کی روایت ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: زخموں کے باعث پہچانے نہیں جاتے تھے حتیٰ کہ ان کی ہمشیرہ نے ان کی انگلیوں کے پوروں سے شناخت کی۔ تلواروں، تیروں اور نیزوں کے اسّی سے زیادہ زخم تھے یعنی نوّے کے قریب ضربیں آئیں تو شہادت ہوئی۔ اس دوران میں آپ صبر سے جہاد میں مصروف رہے۔ زخم ادائے فرض میں مانع نہیں ہوتے تھے۔ ان بہادروں پر اور اس شجاعت پر اللہ کی رحمت ہو۔ تاریخ بن گئی ہے جس کی روایت کی جاتی اور کبھی حقیقت تھی جس کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ہمارے حصے میں عبرت و تاسف آیا۔

۳- آپ کعب بن مالک بن ابوکعب (عمرو) بن قیس انصاری خزرجی سلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ میں تھے۔ صرف جنگِ بدر اور تبوک میں شرکت نہ کر سکے۔ شعرائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے۔ ان تین میں سے ایک تھے جو جنگِ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔ ابنِ عساکر کہتے ہیں کہ کعب نے شام میں ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

Marfat.com

کی جانب چل دیے۔ ساتھ ابوبکر، عمر، علی، طلحہ، زبیر، حارث بن صمہ[۱] رضی اللہ عنہم اور ایک اور گروہ تھا۔ یہ ثابت قدم رہے تھے۔ دوسروں کے ساتھ شکست کھا کے بھاگے نہیں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھاٹی میں ٹیک لگائی تو اُبیّ بن خلف کو پتا چل گیا۔ وہ کہہ رہا تھا: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہے؟ وہ بچ جائے تو میں نہ بچوں گا''۔ لوگوں نے کہا: ''یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی اس پر دھاوا بولے؟'' آپ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو''۔ جب وہ قریب آیا تو رسول اللہ نے حارث بن صمہ سے برچھی لی اور اس تیزی سے اسے گھمایا کہ ہم یوں ہٹ گئے جیسے اونٹ کی پیٹھ پر سے چھوٹی سی مکھی اڑ جاتی ہے۔ پھر اس کا سامنا کیا۔ گردن پر اس زور سے نیزہ مارا کہ وہ لڑکھڑاتے ہوئے گھوڑے سے نیچے آ گرا...... یہ اُبیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ملا کرتا تو کہتا: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس گھوڑا ہے۔ میں اسے ہر روز ایک فرق (وزن کا پیمانہ بقدر آٹھ سیر) کھلاتا ہوں۔ تجھے اس پر چڑھ کر قتل کروں گا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ''نہیں! اِن شاءاللہ میں تجھے قتل کروں گا''۔

وہ واپس قریش کے پاس گیا۔ اس کی گردن پر خراش پڑی ہوئی تھی۔ وہ کوئی اتنی بڑی نہیں تھی۔ خون بھی نہ بہا تھا۔ کہنے لگا: ''مجھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مار ڈالا''۔ قریش نے کہا: ''تو نے تو دل چھوڑ دیا۔ اور بخدا! تجھ پر تو خوف طاری ہے''۔ اُبیّ نے کہا: ''اس نے مجھے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتا تو مجھے ہلاک کر دیتا''۔ اللہ کا یہ دشمن مکہ جاتے ہوئے مقام سرف[۲] پر مر گیا۔ کوئی روایت ایسی نہیں ہے کہ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو قتل کیا ہو[۳]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین گھاٹی میں تھے تو ابوسفیان نے جھانک کر کہا: ''لوگو! تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جواب نہ دو''۔ ابوسفیان نے پھر تین بار کہا: ''ابن ابی قحافہ ہے؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جواب نہ دو''۔ پھر اس نے تین بار پوچھا: ''اس گروہ میں ابنِ

۱- حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی۔ معرکہ بئر معونہ میں شامل اور شہید ہوئے۔

۲- مکہ سے چھ میل کا فاصلہ یا اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر یہ جگہ ہے۔

۳- سیرت ابن ہشام اور تاریخ طبری

Marfat.com

خطاب ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جواب نہ دو''۔

اس کے بعد ابوسفیان اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوا اور کہا: ''یہ تو مارے گئے، زندہ ہوتے تو جواب تو دیا ہی ہوتا''۔

حضرت عمر ﷺ سے ضبط نہ ہو سکا، فرمانے لگے: ''اللہ کے دشمن! اللہ نے تیری رسوائی کے لیے ابھی سامان رکھا ہے۔''

ابوسفیان نے کہا: ''اعل ھبل، ہبل[1] سربلند ہو۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اسے جواب دو''۔ پوچھا: ''کیا کہیں''۔ فرمایا: ''اللہ اعلیٰ و اجل، اللہ بزرگ و برتر ہے''۔ ابوسفیان نے کہا: ''لنا عزّٰی ولا عزّٰی لکم، ہمارے لیے عزّیٰ ہے، تمھارے لیے کوئی عزّیٰ نہیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اسے جواب دو''۔ عرض کیا: ''کیا کہیں''۔ فرمایا: ''اللہ مولانا ولا مولی لکم، اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمھارا کوئی مولیٰ نہیں''۔

ابوسفیان نے کہا: ''بدر کا بدلہ چکا دیا گیا، اور لڑائی جاری رہے گی۔ دیکھو! تم اپنے میں کچھ کو مثلہ پاؤ گے۔ میں نے اس کا حکم تو نہیں دیا لیکن مجھے اس سے تکلیف بھی نہیں ہوئی''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو اس نے انھیں بلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ، دیکھو تو اس کا کیا حال ہے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے۔ ابوسفیان نے کہا: ''عمر! تجھے خدا کی قسم ہے، سچ بتاؤ، کیا محمد ﷺ کو ہم نے مار ڈالا؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قطعاً نہیں، وہ تو تمھاری بات اب بھی سن رہے ہیں''۔ ابوسفیان نے کہا: ''ابن قیئمہ[2] سے تم میرے نزدیک زیادہ سچے اور نیک ہو'' (جو یہ کہتا ہے کہ میں نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے۔)[3]

۱- ہبل قریش کے عظیم ترین بتوں میں سے تھا۔ کعبہ کے درمیان رکھا ہوا تھا۔ اس کی عبادت کی جاتی۔ لات طائف میں بنو ثقیف کا بت تھا۔ تمام عرب اس کی تعظیم کرتے۔ عزّیٰ بنو غطفان کا بت تھا۔

۲- نام عبداللہ اللیثی ہے۔ اسی نے نبی ﷺ کو تیر مارا تھا جس سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ اسے گمان ہوا کہ آپ ﷺ کو اس نے شہید کر دیا۔ تیر مار کے کہنے لگا۔ دیکھ لو میں ابن قیئمہ ہوں۔ حضور ﷺ نے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے فرمایا: ''تجھے کیا ملا، اللہ تیرا قلع قمع کرے''۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پہاڑی مینڈھا اس پر مسلط کر دیا، جس نے پیہم ٹکریں مار مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ فتح الباری۔

۳- تاریخ الطبری، فتح الباری، بهجة المحافل۔

رسول اللہ میدانِ جنگ سے واپس آ رہے تھے تو بنی دینار کی ایک خاتون کے پاس سے گزرے۔ اس خاتون کا خاوند، بھائی اور باپ میدانِ اُحد میں شہید ہو چکے تھے۔ یہ خبر اسے دی گئی۔ اس نے پوچھا: ''تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال کیسا ہے؟'' لوگوں نے جواب دیا آپؐ بخیریت ہیں۔ وہ بحمد اللہ ایسے ہی ہیں جیسے تم چاہتی ہو۔ کہنے لگی: ''دکھاؤ تو ذرا، میں زیارت کرلوں''۔ اشارہ کیا گیا کہ وہ ہیں۔ دیکھ کر کہنے لگی: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کے بعد ہر نوعیّت کی تکلیف معمولی ہے[1]''۔

حدیث میں آتا ہے۔ جنگِ اُحد کے متعلق باتیں کرتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ خود کی ایک کڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی میں پیوست ہوگئی ہے۔ اسے نکالنے کے لیے میں جھکا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ میں ہٹ جاؤں۔ اب انھوں نے اپنے اگلے دانتوں سے وہ کڑی پکڑی اور نرمی نرمی سے آہستہ آہستہ کھینچنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ نکل آئی اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے دانت گر گئے[2]''۔

............❀❀❀............

۱- تاریخ الطبری...... گو اس واقعے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے متعلق کوئی بات نہیں، تاہم یہ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ قارئین کے سامنے خواتین کے ایمان، عزیمت اور بلند ہمّتی کی مثال آسکے اور انھیں معلوم ہو سکے کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں بس ہے ہی فضیلت اور شرافت۔ عورتوں کے خاوند، بھائی اور باپ کا شہید ہو جانا اور خود تنہا رہ جانا انھیں عشقِ رسول سے غافل نہیں کرتا تھا۔ مصیبت فرائض سے بے پروا نہیں کرتی تھی۔ وہ ایمان سے بھرپور کھلے دل اور اٹل صبر سے انھیں برداشت کرتی تھیں۔ اس انداز کی عورت بس تاریخ اسلامی ہی میں ملتی ہے۔ یہ خاتون غیر معروف ہے۔ سیرت میں برسبیلِ تذکرہ اس کا ذکر آ گیا ہے۔ اس میں وہ عظمت اور اعلیٰ صفات ہیں جو بڑے بڑے مردوں میں بھی نہیں ملتیں۔ جب اس کا یہ حال ہے تو پھر مشہور خواتین اور تاریخ اسلامی کے ممتاز رجال کے متعلق کیا تصور ہے؟ خدا کی قسم! اگر مسلمان کامیاب اور دنیا کے فاتح نہ ہوئے ہوتے۔ اگر ہزاروں فتوحات نے آ کر اُحد کی شکست کو نہ مٹایا ہوتا تو بھی اس خاتون نے اپنے اس مسلک سے اس شکست کو مٹا دیا تھا اور مسلمان اپنی ہزیمت اور مشرکین کی فتح کے باوجود ان سے کہیں برتر و ارفع تھے۔

۲- الکامل للمبرد۔

Marfat.com

واقعۂ اِفک

یہ واقعہ جسے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زبانی بیان کیا ہے، مکمل طور پر ایک ادبی قصہ کی مانند ہے۔ اس میں کہانی کی تمام صفات موجود ہیں۔ کعب بن مالک کا واقعہ جب وہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ جب انھیں پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے، وہ واقعات بھی اسی قبیل سے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں میں قرعہ اندازی کرتے، جس کے نام قرعہ نکلتا اسے ساتھ لے جاتے۔ غزوۂ بنی مصطلق[1] کا واقعہ پیش آیا۔ حسبِ سابق آپ نے قرعہ اندازی کی۔ قرعہ میرے نام نکلا۔ رسول اللہ مجھے ساتھ لے چلے۔ عورتیں ان دنوں کھانا بس اتنا ہی کھاتی تھیں کہ کفایت کر جائے جس سے گوشت بڑھتا نہیں تھا کہ ان کا بوجھ زیادہ ہو جاتا۔ جب میرے والے اونٹ پر پالان کس دیا جاتا اور میں اپنے کجاوے میں بیٹھ جاتی تو جو لوگ میرا کجاوہ اونٹ پر رکھنے والے ہوتے وہ آتے۔ کجاوہ نیچے سے پکڑتے اور اٹھا کے اونٹ کی پیٹھ پر رکھ دیتے۔ پھر رسی سے باندھ دیتے اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل پڑتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس سفر سے فارغ ہوئے تو واپسی کا قصد کیا۔ مدینہ کے قریب آئے تو ایک جگہ اترے۔ تھوڑی سی رات وہاں گزاری اور پھر کوچ کی منادی کرا دی۔ اس وقت میں رفع حاجت کے لیے نکلی تھی۔ میرے گلے میں منکوں کا ہار تھا۔ حاجت سے فارغ ہوئی تو وہ ہار گلے سے گر پڑا اور مجھے پتا بھی نہ چلا۔ واپس کجاوے میں آئی تو گلے کو ٹٹولنے لگی کہ ہار کہاں گیا۔ مگر وہ نہ ملا۔ لوگ کوچ کر رہے تھے۔ میں جدھر پہلے گئی تھی واپس اسی طرف رخ کیا۔ وہاں ہار ڈھونڈا جو مل گیا۔ پیچھے وہ لوگ آئے جو میرے اونٹ پر پالان کسا کرتے تھے۔ انھوں نے پالان کس کے کجاوہ اٹھایا اور اس خیال سے کہ میں حسبِ سابق اسی کے اندر ہوں اسے اونٹ پر رکھ دیا۔ انھیں گمان بھی نہ ہوا کہ میں اس میں نہیں ہوں۔ وہ اونٹ کو لے کر چل دیے۔ میں لشکر کی طرف واپس آئی تو دیکھا کہ لوگ جا چکے ہیں۔ کوئی بلانے سننے والا نہیں۔ تب میں اوڑھنی میں لپٹ کر لیٹ گئی۔ مجھے

۱- ۵ھ یا ۶ھ میں غزوہ ہوا۔ مصطلق لقب ہے۔ نام جزیمہ بن سعد بن عمرو بن ربیعہ تھا۔ بنو خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔

Marfat.com

یقین تھا کہ مجھے گم پائیں گے تو لوٹ کے اسی جگہ آئیں گے۔ بخدا میں لیٹی ہوئی تھی کہ صفوان[۱] بن معطل سلمی پاس سے گزرا۔ وہ لشکر سے پیچھے تھا اور اس نے رات لشکر کے ساتھ نہیں گزاری تھی۔ فرضیتِ حجاب سے پہلے وہ مجھے دیکھا کرتا تھا۔ اس کی نظر میرے وجود پر پڑی تو قریب آ کر ٹھہر گیا۔ مجھے اس نے پہچان لیا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھا۔ اس نے پوچھا: ''کیا آپ رسول اللہ کی رفیقہ حیات ہیں؟ میں اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے پھر کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، پیچھے کیسے رہ گئیں؟ میں نے اس سے بات نہیں کی۔ اس نے اونٹ قریب کرتے ہوئے کہا: ''اللہ آپ پر رحم کرے، اس پر سوار ہو جائیے''۔ وہ خود ایک طرف ہٹ گیا۔ میں سوار ہو گئی۔ پھر وہ آیا۔ اس نے اونٹ پکڑا اور تیزی سے لوگوں کی تلاش میں چل پڑا۔ بخدا ہم لوگوں سے نہ مل سکے۔ اور صبح تک لوگوں کو بھی یہ پتا نہ چلا کہ میں گم ہوں۔ وہ آرام سے اتر چکے تھے تو صفوان میرے اونٹ کو لیے پہنچ گیا۔

اس پر بہتان طرازوں نے تہمتیں باندھیں۔ لشکر میں کھلبلی مچ گئی اور خدا کی قسم مجھے اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ ہم مدینہ آئے۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ مجھے سخت درد ہوا۔ اس وقت تک یہ بات مجھ تک نہیں پہنچی تھی۔ ہاں رسول اللہ کو اور میرے والدین کو اس کا علم ہو گیا تھا، مگر انھوں نے اس کا کچھ تھوڑا بہت ذکر بھی مجھ سے نہیں کیا تھا۔ ہاں رسول اللہ کی کرم فرمائیوں میں کمی مجھے کھٹکنے لگی۔ پہلے کبھی میں بیمار ہو جاتی تو پیار کرتے۔ اب کے تکلیف ہوئی تو پہلے کا سا معاملہ نہ تھا۔ میری والدہ تیمارداری کر رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو محض اتنا پوچھتے کہ کیسے حال ہیں؟ یہ بے توجہی مجھے کھٹکی۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو اپنی والدہ کے ہاں چلی جاؤں کہ وہ تیمارداری کرے گی۔ ارشاد ہوا کہ کوئی حرج نہیں جا سکتی ہو۔ میں اپنی والدہ کے ہاں چلی گئی اور مجھے اس معاملے کا کچھ بھی پتا نہ تھا۔ یہاں تک کہ بیس سے کچھ زیادہ دنوں کے درد کی وجہ سے میں انتہائی کمزور ہو گئی۔ ہم

۱۔ یہ صفوان بن معطل بن ربیضہ بن خزاعی سلمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنگِ خندق اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ غزوۂ بنی المصطلق میں شامل ہوئے۔ فتح دمشق میں بھی ساتھ تھے۔ وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ خلافت عمر رضی اللہ عنہ یا معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوئی۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ وہ شہید ہوئے۔

عرب لوگ اپنے گھروں میں عجمیوں کی طرح بیت الخلا نہیں بنایا کرتے تھے۔ ہمیں یہ بات پسند ہی نہیں تھی۔ لوگ شہر سے باہر نکل جایا کرتے تھے۔ عورتیں رات کو حاجات ضروریہ کے لیے باہر جاتیں۔ ایک رات میں بھی گئی۔ ساتھ اُمِ مسطح بنت ابورُہم بن عبدالمطلب تھیں۔ اُمِ مسطح کی والدہ صخر بن عامر بن کعب کی بیٹی تھیں۔ یہ میرے والد کی خالہ ہوتی تھیں۔ اُمِ مسطح میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں کہ اپنی چادر کے دامن سے ان کا پاؤں پھسل گیا۔ کہنے لگیں مسطح[1] کا ستیاناس ہو۔ میں نے کہا: ''ایک بدری مہاجر کے لیے تم نے بہت برے کلمات استعمال کیے''۔

وہ پوچھنے لگیں: ''ابوبکر کی بیٹی! تجھ تک بات نہیں پہنچی؟'' میں نے کہا: ''کون سی بات؟'' اس نے مجھے بہتان طرازوں کی بات بتائی۔ میں نے پوچھا: ''اور وہ ایسا کہتے ہیں؟'' کہنے لگی: ''ہاں، خدا کی قسم! وہ ایسا کہتے ہیں''۔ بخدا مجھ میں رفع حاجت کے لیے جانے کی سکت ہی نہ رہی۔ میں لوٹ آئی اور پیہم روتی رہی۔ تا آنکہ مجھے گمان ہوا کہ رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا۔ میں نے والدہ سے کہا: ''اللہ آپ کو معاف فرمائے، لوگوں نے جو باتیں بنائیں اور آپ کو جو خبریں پہنچیں ان کا آپ نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا''۔

والدہ نے کہا: ''اس بات کی پروا مت کرو، ہوتا یوں ہی ہے کہ کوئی حسین وجمیل خاتون ہو۔ شوہر کو اس سے محبت ہو۔ ساتھ سوکنیں بھی ہوں، تو وہ سوکنیں بھی اور عام لوگ بھی طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ مجھے پتا نہیں تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ دیا: ''لوگو! ان لوگوں کا کیا معاملہ ہے جو مجھے میری بیویوں کے سلسلے میں اذیت پہنچاتے ہیں۔ ان کے

۱۔ مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب۔ نام عوف، لقب مسطح تھا۔ والدہ کا نام سلمی، ریطہ یا رائطہ تھا۔ یہ خود اور ان کی والدہ پہلے مہاجرین میں سے تھے۔ بچپن میں باپ کی وفات ہوئی۔ بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کفالت کرتے رہے کیونکہ مسطح کی والدہ ان کی قریبی عزیزہ تھیں۔ ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو دُرّے لگوائے جنھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا تھا اور مسطح کو بھی ان میں شمار کیا۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی کو بھی دُرّے نہیں لگوائے گئے تھے۔ مسطح کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہوئے۔

Marfat.com

متعلق انہونی باتیں کہتے ہیں۔ بخدا مجھے تو ان (بیویوں) کے متعلق بھلائی ہی کی خبر ہے اور کہتے اس آدمی کے متعلق ہیں جس کے متعلق مجھے تو خیر ہی کی خبر ہے۔ وہ میرے کسی گھر میں تبھی آتا ہے جب میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں“۔

عبداللہ[1] بن اُبَیّ بن سلول نے کچھ خزرجی لوگوں کے ساتھ مل کر رائی کا پربت بنا رکھا تھا۔ ساتھ مسطح اور حمنہ[2] بنت جحش کی بات مل گئی اور حمنہ کے اس رویے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی ہمشیرہ زینب[3] بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ہاں تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اللہ نے ان کے دین کے سبب بچا لیا۔ ان کے منہ سے تو خیر کے کلمات ہی نکلے، لیکن حمنہ نے بہتان کی خوب

۱- یہ عبداللہ بن ابی بن مالک بن حارث ہے۔ سلول حارث کی والدہ تھی۔ وہ شرفائے خزرج میں سے تھا۔ اس قبیلے نے اتفاق کر لیا تھا کہ اس کی تاج پوشی کر کے اپنے معاملات اس کے سپرد کر دیں گے۔ اسلام آیا تو وہ نخوت کے پھندے میں پھنس کر رہ گیا۔ اس نے اخلاص کے ساتھ اسلام قبول نہ کیا، بلکہ جذبۂ حسد و بغاوت کی بنا پر اس نے نفاق اپنے دل میں چھپائے رکھا۔ یہ منافقوں کا سردار تھا۔ تبوک سے واپسی پر ۹ھ میں مر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ط (التوبہ ۹:۸۴) ”منافقین میں سے کوئی مرے تو اے رسول! اس کا جنازہ نہ پڑھاؤ، نہ اس کی قبر پر جاؤ“ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی منافق کا نہ تو جنازہ پڑھایا اور نہ ہی کسی منافق کی قبر پر گئے۔

۲- حمنہ بنت جحش بن ریاب اسدیہ ہیں۔ یہ اور ان کی بہن زینب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹیاں تھیں۔ حمنہ رضی اللہ عنہا نے بیعت کی تھی۔ اُحد میں شریک ہوئیں۔ پیاسوں کو پانی پلاتی رہیں۔ زخمیوں کو اُٹھا کر لاتیں اور ان کی مرہم پٹی کرتی رہیں۔

۳- یہ اُم المومنین ہیں۔ ۳ھ یا ۵ھ میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔ پہلے یہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید رضی اللہ عنہ کے ہاں تھیں۔ انھی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب ۳۳:۳۷) ”جب زید نے اپنی خواہش زینب سے پوری کر لی تو ہم نے تمھارا نکاح اس سے کرا دیا“۔ یہ بہت روزے رکھنے والی، راتوں کو قیام کرنے والی اور ہاتھوں سے کام کرنے والی تھیں۔ ہاتھ کی کمائی سے صدقہ خیرات کرتیں۔ عائشہ کہتی ہیں میں نے کوئی عورت زینب سے بڑھ کر دین دار، متقی، سچی، امانت دار اور صدقہ اور صلہ رحمی کرنے والی نہیں دیکھی۔ امہات المومنین میں سے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں۔ پچاس سال کی عمر تھی کہ ۲۰ھ میں انتقال ہوا۔

Marfat.com

اشاعت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''وہ اپنی بہن زینب کی وجہ سے مجھے اذیت پہنچا رہی تھی۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری۔'' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ دیا تو اُسید[1] بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! اگر وہ لوگ قبیلۂ اوس کے ہیں تو ہم انھیں روکیں گے اور اگر وہ ہمارے خزرجی بھائی ہیں تو ان کے بارے میں جو ارشاد ہو، اس کی تکمیل ہوگی۔ ایسے لوگ اس قابل ہیں کہ ان کی گردنیں اڑادی جائیں''۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اُٹھے۔ وہ بہت نیک شخص تھے لیکن اس موقع پر ان کی قومی عصبیت بھڑک اٹھی۔ وہ کہنے لگے: ''اُسید! خدا کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے، ان کی گردنیں نہیں اڑائی جائیں گی اور تو نے یہ بات بس اسی لیے کہی ہے کہ تجھے معلوم تھا کہ وہ خزرجی ہیں۔ اگر یہ تیری قوم کے ہوتے تو ایسا نہ کہتا''۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''خدا کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم منافق ہو اور منافقوں کی طرفداری کرتے ہو''۔ لوگ اس درجہ بھڑک اٹھے کہ ان دونوں قبیلوں میں جنگ ہوتے ہوتے رکی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے اور علی اور اسامہ[2] بن زید رضی اللہ عنہما کو بلا کر مشورہ کیا۔ اُسامہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج! ہم تو ان کے بارے میں خیر ہی کا علم رکھتے ہیں۔ یہ سب باتیں جھوٹ اور بے بنیاد ہیں۔

۱- اُسید بن حضیر بن سماک بن عتیک رضی اللہ عنہ انصاری اوسی سابقون الاولون اور بیعت عقبہ کے نقیبوں میں سے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ انصار میں سے ان کی سب سے زیادہ تعظیم و تکریم کرتے۔ نہایت شریف انسان تھے۔ ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں وفات پائی۔

۲- اسامہ بن زید بن حارثہ کلبی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب اور محبوب کا بیٹا تھا۔ ان کی والدہ اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی۔ زمانۂ اسلام میں ان کی پیدائش ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت عمر بیس سال تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک بہت بڑے لشکر کا قائد بنایا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں بحیثیتِ قائد قائم رکھا۔ یہ فتنوں سے الگ تھلگ رہے تا آنکہ خلافتِ معاویہ کے اواخر میں انتقال فرمایا۔ وفات ۵۴ھ میں ہوئی۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یارسول اللہ! عورتیں بہت ہیں۔ آپ ایک کی جگہ دوسری لا سکتے ہیں۔ لونڈی سے پوچھ لیجیے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچ بتائے گی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ رضی اللہ عنہا[1] کو بلا کر پوچھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اس کی سخت پٹائی کی[2] اور حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچ بتانا۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میرے علم میں تو بس بھلائی ہی ہے۔ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی۔ سوائے اس کے کہ میں آٹا گوندھ کے رکھ جاتی اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ جاتی کہ ذرا دھیان رکھنا، مگر وہ سو جاتیں اور بکری آ کے آٹا کھا جاتی''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے۔ وہاں میرے والدین اور ایک انصاری خاتون تھیں۔ میں رو رہی تھی۔ وہ خاتون بھی ساتھ رو رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا! تمھیں پتا چل ہی گیا ہوگا کہ لوگ کیا کہتے ہیں، اللہ سے ڈرو، اگر کوئی برائی سرزد ہوگئی ہے، جیسا کہ لوگ کہتے ہیں، تو اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے''۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نہ جانے کیا ہوا۔ بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا کہنا تھا کہ میرے آنسو اس طرح رک گئے گویا وہ بہے ہی نہ تھے۔ میں نے انتظار کیا کہ والدین جواب دیں گے، مگر وہ چپ رہے۔ اور خدا گواہ ہے کہ میں اپنے متعلق گمان بھی نہیں رکھتی تھی کہ میرے متعلق قرآن میں کچھ نازل ہوگا جو مسجدوں اور نمازوں میں پڑھا جائے گا۔ ہاں یہ توقع ضرور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

۱۔ بریرہ رضی اللہ عنہا انصار میں سے کسی کی لونڈی تھیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ مغیث رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آزادی کے بعد اختیار دیا کہ چاہیں تو نکاح قائم رکھیں اور چاہیں تو فسخ کر دیں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے علیحدگی کو ترجیح دی۔ مغیث کو ان سے محبت تھی۔ وہ مدینے کی گلیوں میں روتا پھرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سفارش کی۔ پوچھنے لگی: ''حکم ہے؟'' فرمایا: ''نہیں! سفارش ہے''۔ عرض کیا کہ پھر میں اسے نہیں چاہتی۔ عبدالملک خلیفہ بننے سے پہلے مدینے میں ان کے پاس بیٹھ کر حدیثیں سنا کرتا تھا۔

۲۔ سہیلی کہتے ہیں کہ آزاد عورت کو حق اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مارنے کی توجیہہ میرے نزدیک یہ ہے کہ انھوں نے اسے ڈانٹا اور پٹائی کی دھمکی دی کہ کہیں اس نے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت نہ کی ہو اور بات چھپائی نہ ہو۔

Marfat.com

خواب یا کسی اور ذریعے سے میری برأت کی خبر دے دی جائے گی۔ رہ گئی یہ بات کہ میرے بارے میں قرآن میں کچھ آئے تو بخدا میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر سمجھتی تھی۔ وہ مزید کہتی ہیں: ''میں نے دیکھا کہ والدین بات نہیں کرتے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ ﷺ کی بات کا جواب نہیں دو گے؟'' وہ کہنے لگے: ''ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دیں؟'' اور خدا جانتا ہے کہ ان دنوں آل ابوبکر پر جو بیتی اس سے کسی گھرانے کو سابقہ پیش نہیں آیا ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ والدین چپ رہے تو میرے آنسو پھر بہنے لگے۔ میں نے کہا: ''اس بات کی توبہ میں کبھی نہیں کروں گی، اگر میں لوگوں کی بات کا اقرار کرلوں اور اللہ کو علم ہے کہ میں اس سے بَری ہوں۔ تو میں وہ بات کہوں گی جو ہوئی نہیں اور اگر میں انکار کر دوں تو تم لوگ میری بات مانو گے نہیں۔ میں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد کرنے کی کوشش کی مگر ذہن میں آتا نہیں تھا۔ تو میں نے کہا میں وہی بات کہتی ہوں جو یوسف علیہ السلام کے باپ نے کہی تھی: فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (میرا رویہ صبر جمیل کا ہے اور جو بات تم کہتے ہو اس پر میں خدا سے استعانت طلب کرتی ہوں) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے ہلے نہیں تھے کہ آپؐ پر اللہ کی طرف سے وہی حالت طاری ہوگئی جو وحی نازل ہونے کے وقت ہوا کرتی تھی۔ آپؐ نے کپڑا اوڑھ لیا۔ چمڑے کا تکیہ آپؐ کے سر کے نیچے رکھا تھا۔ میں نے یہ حالت دیکھی تو بخدا مجھے کچھ گھبراہٹ ہوئی، نہ پروا۔ مجھے معلوم تھا کہ میں بَری ہوں اور اللہ مجھ پر ظلم نہیں کرے گا۔ رہ گئے میرے والدین تو اس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں عائشہ کی جان ہے جب رسول اللہ ﷺ کی وہ حالتِ وحی ختم ہوئی تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ کہیں ان کی جانیں اس ڈر سے نکل نہ جائیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی باتوں کی تصدیق کر دے۔

پھر رسول اللہ ﷺ اپنی عام حالت میں بیٹھ گئے۔ سردی کے موسم میں پسینے کے قطرے موتی بن بن کے گر رہے تھے۔ آپؐ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ عائشہ بشارت ہو۔ اللہ نے تیری برأت نازل فرمائی ہے۔ میں نے کہا: الحمد للہ

نبی ﷺ نکلے۔ لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور اس بارے میں قرآن کا جو حصہ نازل ہوا

تھا، وہ تلاوت فرمایا۔ آپؐ نے (تم میں سے ایک گروہ نے جو بہتان باندھا ہے اسے اپنے لیے برا مت سمجھو......) دس آیات پڑھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسطح کی قرابت داری اور ضرورت مندی کی وجہ سے اسے خرچ دیا کرتے تھے۔ اب انھوں نے اعلان کیا کہ آیندہ مسطح کو کچھ نہیں دیا کروں گا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو کچھ اس نے کہا اور ہم پر جو آفت نازل کی اس کے بعد اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاؤں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی وَ الْمَسٰکِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَکُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (النور ۲۴:۲۲) تم میں سے صاحبِ استطاعت وفضیلت لوگ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ قریبی اعزہ، مسکینوں اور فی سبیل اللہ ہجرت کرنے والوں کو کچھ دیں گے نہیں۔ عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے۔ کیا تم نہیں پسند کرتے کہ اللہ تمھاری لغزشوں سے درگزر کرے اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں تو چاہتا ہوں کہ اللہ میری خطائیں معاف فرمائے۔ جو نان ونفقہ آپ مسطح کو دیا کرتے تھے وہ پھر سے شروع کر دیا اور فرمایا کہ یہ کبھی اس سے چھینوں گا نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اس بہتان کا واقعہ ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر باندھا گیا۔ وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو تمام عورتوں میں علم، سیرت، دین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مرتبہ ومقام کے اعتبار سے بہترین اور ان کے لیے باعثِ فخر ہیں۔ یہ قصہ ہے جسے کچھ منافقین نے تصنیف کیا اور کچھ مومنین نے غلطی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسد وچپقلش کی بنا پر اس کی تصدیق کی اور برأت ہوئی نصِ قرآنی کی اس دلیل سے جو امکانی حد تک معتبر ترین ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد کوئی مومن اور مومن تو کیا کوئی عقل مند کافر بھی ایسا نہ رہ گیا جو اس تہمت کو مانے یا اس پر خوش ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ تہمت کسی ایسی عورت پر لگانا محال ہے جو متوسط درجے کے خاندان میں سے ہو اور جس کی تربیت کسی صاحبِ فضیلت وعزت گھرانے میں ہوئی ہو۔ کجا یہ کہ فضیلت وعزت اور بلندیٔ مقام کے اعتبار

Marfat.com

سے خواتین کی سردار کی طرف یہ بات منسوب کی جائے۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے کہا: ''ابوایوب! سنا ہے لوگ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا کہتے ہیں؟'' کہنے لگے: ''ہاں! اور یہ جھوٹ ہے۔ اُمِ ایوب! تم ایسا کر سکتی ہو؟'' کہنے لگیں: ''خدا کی قسم! میں تو ایسا نہیں کر سکتی''۔ ابوایوب نے کہا: ''تو پھر عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے بہتر ہیں''۔

پھر جیسا کہ طبری روایت کرتے ہیں یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ یہ صفوان سلمی بڑے پاکباز مرد تھے۔ وہ عورتوں کے ہاں آیا جایا نہیں کرتے تھے۔ تو اس صورت میں اس گھٹیا درجے کی تہمت کے جھوٹ ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ سوائے اس شخص کے جو اسلام کا دشمن ہو۔ جسے اپنے زعم میں اسلام کے خلاف کوئی چیز مل جائے تو پھر اس بات کی کوئی پروا نہ رہے کہ اس نے کس حد تک حق اور عقل کو چھوڑا ہے۔ تاریخ کو کتنا مسخ کیا ہے۔ ان عجمی مستشرقین کا حال یہی ہے۔

وہ اسلام اور اسلامی علوم کے متعلق بات کرتے ہوئے اگر حقیقت تک پہنچتے ہیں تو وہ وہی ہوتی ہے جو عرصۂ دراز سے علمائے اسلام کہتے چلے آ رہے ہیں، لیکن اگر نئی بات لاتے ہیں تو وہم و گمان کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔

ایک قلیل گروہ کو چھوڑ کر اکثر مستشرقین کا حال یہ ہے کہ اسلام کے تجزیہ و تحلیل اور اس کے اصولوں سے استنباط سے دور رہیں تو ان کا علم بے مثال، ان کی رائے صحیح ترین اور ان کی بصیرت سب سے زیادہ کارگر۔ اور اِسلام کا تجزیہ کرنے اٹھیں تو اپنی ذہنی اپج اور اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے حقیقت کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، پھر جاہل ترین انسان بن جاتے ہیں۔ اس پر دلیل چاہیے تو اسی واقعۂ افک پر ان کی بحث کو لے لیجیے۔ ان کی ساری کوشش یہ رہی ہے کہ اس عقل سے اسے سمجھیں جسے ایمان کی روشنی اور اسلام کے جوہر کی خبر نہیں۔ جو عرب نفسیات اور صحرا کی عفت و عصمت سے ناآشنا ہے۔ پس جو کچھ انھوں نے سمجھا وہ یہی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ بھی ان عورتوں کا سا ہے جنھیں وہ جانتے ہیں جب کہ یورپ اس ڈھب کی عورت سے واقف ہی نہیں۔

.... ❁❁❁ ....

صلح حدیبیہ کے موقع پر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں صلح حدیبیہ ہوئی، اس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا آپؐ اللہ کے سچے نبی نہیں؟'' آپؐ نے فرمایا: ''میں سچا نبی ہوں۔'' میں نے عرض کیا: ''کیا ہم حق پر اور کفار باطل پر نہیں؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! ہم حق پر ہیں''۔ میں نے عرض کیا: ''پھر اپنے دین کے معاملے میں، ہم اس قدر سست کیوں ہیں؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ وہ میری مدد فرمائے گا''۔ میں نے عرض کیا: ''کیا آپؐ فرمایا نہیں کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''کیا میں نے کہا تھا کہ اس سال جائیں گے؟'' میں نے عرض کیا: ''نہیں''۔ فرمایا: ''تو پھر تم جاؤ گے اور طواف کرو گے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ اللہ کے سچے نبی نہیں؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں''۔ پھر وہی سوال دہرائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر چکے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اللہ کے بندے، یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ وہ مدد فرمائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑے رکھو۔ بخدا! آپؐ حق پر ہیں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''تو کیا یہ کہا تھا کہ اسی سال جائیں گے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''پھر جائیں گے اور طواف کریں گے''[1]۔

۱- بخاری و مسلم۔ حافظ ابن قیم جوزیہ روضۃ المحبین میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حرف بحرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا جواب بغیر کسی دیر کے دیا۔ یہ محبت کی بات محبوب کی بات کے ساتھ موافقت کر رہی ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فوجی دستہ

غزوۂ خیبر اور عمرہ کے درمیانی وقفے میں رسول اللہ ﷺ نے پانچ فوجی دستے بھیجے۔ دوسرا دستہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تھا۔ یہ شعبان ۷ ھ میں نجد کی جانب بنوکلاب یا صحیح روایت کے مطابق بنوفزارہ کے لیے بھیجا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو گرفتار اور کچھ کو قتل کیا[1]۔

سلمہ بن اکوع[2] رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قبیلۂ بنوفزارہ پر حملے کے لیے روانہ کیا۔ میں بھی ساتھ تھا۔ صبح کی نماز پڑھی تو انھوں نے ہمیں حملے کا حکم دیا۔ ہم پانی پر اترے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لشکر نے کچھ لوگوں کو قتل کیا۔ میں نے ایک گروہ دیکھا جن کے ساتھ بال بچے بھی تھے۔ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں وہ مجھ سے پہلے پہاڑ پر نہ چڑھ جائیں۔ میں نے جلدی سے پہاڑ پر چڑھ کر ان کے اور پہاڑ کے درمیان تیر پھینکا۔ تیر دیکھ کر وہ رک گئے۔ ان میں ایک عورت اُمِ قرفہ[3] تھی۔ ساتھ اس کی بیٹی تھی جو عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھی۔ میں انھیں ہانکتا ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ وہ لڑکی انھوں نے مجھے مالِ غنیمت میں دی۔ میں نے اس کا کپڑا تک نہ چھوا اور ہم مدینہ آگئے۔ رسول اللہ ﷺ مجھے ملے اور فرمانے لگے: ''یہ عورت مجھے دے دو''۔ میں نے عرض کیا: ''حضور! یہ آپؐ ہی کی ہوگئی''۔ مشرکین

۱- المواهب اللدنية. عن ابن سعد والواقدی۔

۲- سلمہ بن عمرو بن اکوع سنان بن عبداللہ سلمی ہیں۔ کنیت ابومسلم۔ سب لوگوں سے پہلے پھر درمیان میں اور پھر سب سے آخر میں انھوں نے درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کی۔ بہادر، تیرانداز اور لوگوں پر احسان کرنے والے تھے۔ پیدل، گھوڑسواروں سے آگے نکل جاتے تھے۔ ۷۴ ھ میں وفات پائی۔

۳- نام فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر ہے۔ خاوند مالک بن حذیفہ بن بدر تھا۔ عزت و مرتبت میں یہ ضرب المثل تھی۔ کہا جاتا ہے۔ فلاں اُمِ قرفہ سے زیادہ معزز و محفوظ ہے۔ اس کے گھر میں پچاس محرم مردوں کی پچاس تلواریں لٹکتی رہتی تھیں بڑی بوڑھی تھی۔ اس جنگ میں ماری گئی۔ اس کی لڑکی سلمٰی بنت مالک تھی۔ ایامِ ارتداد میں اس کی بڑی شان بن گئی۔ خالد بن ولید گئے۔ یہ اپنی والدہ کے اونٹ پر سوار تھی۔ وہاں قتل ہوگئی۔ اس کے اُونٹ کے گرد و پیش ایک سو آدمی مزید مارے گئے۔

Marfat.com

کے پاس جو مسلمان قیدی تھے ان کے فدیے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مکہ بھیج دیا۔

سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے سات خاندان قتل کیے۔ اس وقت ہمارا نعرہ تھا کہ کافروں کو مار ڈالو، مار ڈالو۔

جنگِ تبوک میں بڑا جھنڈا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھا۔ رنگ اس کا سیاہ تھا۔ جنگِ خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سو وسق آپ کو دیے۔

.... ❀❀❀ ....

Marfat.com

جنگِ حنین میں

جابر[1] بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ہم نے وادیٔ حنین کا رخ کیا تو تہامہ کی ایک گہری اور چوڑی ڈھلوان میں ہم جا گھسے۔اس میں ہم گھستے اور نیچے کو ڈھلتے ہی جا رہے تھے۔صبح کا دھندلکا تھا۔دشمن پہلے سے وادی کی گھاٹیوں، تنگناؤں اور گوشوں میں ہماری گھات میں بیٹھے تھے۔وہ پوری طرح مستعد و منظم ہو چکے تھے۔ہم نیچے کو جا رہے تھے۔پتا ہی نہیں چلا کہ دشمن کے مختلف دستوں نے ایک ساتھ اس طرح مل کے ہم پر حملہ کیا کہ گویا حملہ آور ایک ہی شخص تھا۔سب لوگ شکست کھا کر یوں بکھرے کہ کوئی پلٹتا ہی نہیں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب ذرا ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔آپؐ پکار رہے تھے: أين ايها الناس؟ هلم الي! أنا رسول الله! أنا محمد بن عبدالله! لوگو! کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ میری طرف پلٹ آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں، میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں۔'' جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پکار کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔اونٹ ایک دوسرے کو بھگائے لیے جا رہے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ مہاجرین کچھ انصار اور کچھ آپؐ کے خاندان کے لوگ رہ گئے۔مہاجرین میں سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ثابت قدم رہے۔اہلِ بیت میں سے علی بن ابوطالب، عباس[2]، فضل بن

۱- جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ خزرجی سلمی ہیں۔چھوٹی عمر تھی کہ والد کے ساتھ بیعتِ عقبہ میں شریک ہوئے۔کہتے ہیں کہ باپ کے روکنے پر بدر و اُحد میں شریک نہ ہو سکا۔جب والد جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تو پھر ہر غزوے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔کہا جاتا ہے کہ اٹھارہ غزوات میں شامل ہوئے۔علی رضی اللہ عنہ کا جنگ صفین میں ساتھ دیا۔آخری عمر میں نظر جاتی رہی۔۷۴ھ یا ۷۷ھ میں وفات پائی۔عمر ۹۴ سال تھی۔عقبی صحابہ میں سب سے آخری ہیں جنھوں نے مدینہ میں وفات پائی۔

۲- عباس بن مطلبؓ نبیؐ کے چچا تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین یا چار سال بڑے تھے۔جاہلیت میں حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کو آباد رکھنے کا منصب انھی کے پاس تھا۔پانی پلانے کی بات تو معروف ہے۔رہ گئی مسجد کی آبادی تو اس سلسلے میں یہ امر واقع ہے کہ کسی کو مسجد میں گالی گلوچ یا فضول بات نہیں کرنے دیتے تھے۔قریش کے سرداروں کا اس بات پر اتفاق تھا۔اور اس سلسلے میں ان کے معاون ہوتے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

عباس، ابوسفیان بن حارث، ربیعہ بن حارث[1] اور اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جمے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ کسی طرح مڑتے نہیں تو عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بآواز بلند کہو: ''اے معشر انصار! اے درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کرنے والو!'' یہ آوازیں دی گئیں تو لوگوں نے جواب میں لبیک لبیک کہا۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کوئی شخص چاہتا کہ اپنے اونٹ کو واپس موڑ لائے، لیکن وہ ایسا نہ کرسکتا۔ پھر اپنی زرہ پکڑتا، پہن لیتا۔ تلوار اور ڈھال پکڑتا۔ اونٹ سے نیچے اترتا اور اسے چھوڑ دیتا۔ پھر جدھر سے آواز آرہی ہوتی تھی اُدھر چل پڑتا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاتا۔ سو کے قریب آدمی اکٹھے ہوگئے تو کفار کا سامنا کیا اور جنگ لڑنے لگے اور ہزیمت کو فتح میں بدل دیا۔

عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اُمِ سلیم[2] اپنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جنگِ بدر میں مجبوراً مشرکین کے ساتھ نکلے۔ قید ہوئے۔ ان کے بندھن کس دیے گئے۔ یہ کراہتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے رات بھر سو نہ سکے۔ کسی صحابی نے پوچھا: ''یارسول اللہ! جاگنے کا باعث کیا ہے؟'' فرمایا: ''عباس کراہتا ہے۔ مجھے نیند نہیں آتی''۔ کسی نے جا کے بندھن ڈھیلے کر دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''مجھے عباس کے کراہنے کی آواز کیوں نہیں آتی؟'' اس آدمی نے بتایا کہ ان کے بندھن ڈھیلے کر آیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو سب قیدیوں کے بندھن ڈھیلے کردو''۔ پھر عباس نے اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ دیا۔ تھوڑے عرصے بعد مسلمان ہوگئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ہجرت سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، لیکن اسلام چھپائے ہوئے تھے۔ صلہ رحمی، احسان کرنے والے اور صائب الرائے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے۔ قحط کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے واسطے سے بارش کی دعا مانگی اور بارش ہوئی۔ آخری عمر میں نظر جاتی رہی۔ مدینہ میں ۳۲ھ میں وفات پائی۔

۱- دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے کئی سال بڑے تھے۔ جاہلیت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شریکِ تجارت تھے۔ ۲۳ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ ابوسفیان کا نام مغیرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی اور ہم شکل تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہتے اور اذیت پہنچاتے۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔ اچھے مسلمان ہوگئے۔ گذشتہ پر اظہار معذرت کیا۔ وفات کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرثیہ کہا۔ ۲۰ھ میں وفات پائی۔

۲- یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خادمِ رسول اللہ کی والدہ ہیں۔ کنیت سے مشہور ہیں۔ نام میں اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے سہلة ہے کوئی رملہ اور کوئی کچھ اور کہتا ہے۔ انصار میں سے سابقون الاولون میں سے ہیں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

خاوند ابوطلحہ رضی اللہ عنہ[۱] کے ساتھ ہیں۔ ان کے پیٹ میں بچہ ہے۔ چادر سے کمر باندھے ہوئے ہیں۔ ساتھ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اونٹ ہے۔ اُمِ سلیم کو خدشہ ہے کہ کہیں اونٹ باغی نہ ہو جائے۔ اس لیے اس کا سر قریب کر کے نکیل کے چھلے میں اپنا ہاتھ ڈال دیا ہے۔

رسول اللہ پوچھتے ہیں: ''یہ اُمّ سلیم ہے؟'' کہنے لگیں: ''ہاں، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں ان لوگوں کو، جو آپ کو چھوڑ کے بھاگ گئے ہیں، اسی طرح قتل کروں گی جس طرح آپ اپنے مقابلے میں لڑنے والوں کو قتل کر رہے ہیں کیونکہ یہ لوگ اس کے سزاوار ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کافی ہے''۔ ان کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ ابوطلحہ نے پوچھا: ''اُمّ سلیم یہ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟'' انھوں نے بتایا کہ خنجر ہے۔ یہ اس لیے لیا ہے کہ کوئی مشرک میرے قریب آئے تو اس کا پیٹ چیر دوں''۔ ابوطلحہ نے کہا: ''یا رسول اللہ! سن رہے ہیں؟ اُمِ سلیم رمیصا کیا کہہ رہی ہیں؟''

............❀❀❀............

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) ان کا شوہر مالک بن نضر ناراض ہو کر شام چلا گیا اور وہیں وفات پائی۔ بعد میں اسلام قبول کرنے سے پہلے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح دیا۔ انھوں نے کہا: ''اسلام قبول کر لو تو حاضر ہوں۔ اور یہ قبولِ اسلام ہی حق مہر ہوگا''۔ وہ مسلمان ہو گئے اور نکاح کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں جایا کرتے تھے۔ یہ غزوات میں شریک ہوتیں۔

۱- زید بن سہل بن اسود رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ انھی کا شعر ہے ؎

أنا ابو طلحة واسمي زيد وكل يوم في سلاحي صيد

''میں ابوطلحہ ہوں۔ نام زید ہے۔ ہر روز میرے ہتھیاروں کا کوئی نہ کوئی شکار ہوتا ہے''۔ بزرگ صحابہ میں سے تھے۔

Marfat.com

وفدِ ثقیف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ طائف کے ہاں سے لوٹے۔ پیچھے پیچھے عروہ[۱] بن مسعود رضی اللہ عنہ آئے اور مدینہ پہنچنے سے پہلے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آ ملے۔ انھوں نے اِسلام قبول کیا اور اجازت چاہی کہ اِسلام کی دعوت لے کر اپنی قوم کی طرف جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ تمھیں مار ڈالیں گے''۔ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں خود پسندی ہے) عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یارسول اللہ! میں تو انھیں ان کی نوجوان کنواری بیٹیوں سے زیادہ عزیز ہوں'' (اور عروہ رضی اللہ عنہ ان میں واقعی تھے بھی محبوب اور ان کی بات ان میں چلتی تھی)

یہ اپنی قوم کو اِسلام کی دعوت دینے نکلے۔ اُمید یہ تھی کہ قوم میں ان کا ایک مقام ہے اس لیے لوگ مخالفت نہیں کریں گے۔ یہ ایک بالاخانے میں تھے۔ وہاں سے انھوں نے لوگوں کو اِسلام کی دعوت دی۔ اپنے دِین کا اظہار کیا تو ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ ایک تیر آ لگا جو مہلک تھا۔ پوچھا گیا: ''اپنے خون بہا کے بارے میں کیا وصیّت ہے؟'' کہنے لگے: ''یہ شرف ہے جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ وہ شہادت کو میری طرف ہانک کر لایا ہے۔ میرے بارے میں وہی حُکم ہے جو ان شہیدوں کے بارے میں ہے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں شہادت پائی۔ مجھے ان کے ساتھ دفن کر دینا''۔

۱- عروہ بن مسعود معتب ثقفی رضی اللہ عنہ اکابر قوم میں سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ: وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ '' (یعنی کفار کہتے ہیں کہ قرآن دونوں بستیوں کی کسی عظیم شخصیت پر نازل ہوا ہوتا) میں عظیم شخصیت سے مراد عروہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش نے جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا ان میں سے یہ بھی ایک ہیں۔ انعقادِ صلح میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ شکل وصورت میں مسیح علیہ السلام سے مشابہ تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کا پتا چلا تو فرمایا: عروہ رضی اللہ عنہ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی تو انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کا ذکر سورۂ یٰسین میں آیا ہے۔

Marfat.com

عمرو[1] بن اُمیہ عرب کے اونچے درجے کے مدبرین میں سے تھے۔ وہ چل کر عبد یالیل[2] کے پاس اس کے گھر پہنچے۔ اندر پیغام بھیجا کہ عمرو بن اُمیہ باہر آنے کو کہتے ہیں۔

عبد یالیل نے قاصد سے کہا: "تیرا ناس ہو۔ عمرو نے تجھے بھیجا ہے؟" قاصد نے کہا: "ہاں اور وہ تمھارے گھر میں کھڑے ہیں"۔ عبد یالیل نے کہا: "مجھے تو اس بات کی توقع نہ تھی۔ عمرو تو دوسروں کے ہاں جانے سے ہمیشہ احتراز کرتا تھا"۔ خیر اسے دیکھا تو خوش آمدید کہا۔ عمرو نے کہا: "ہم پر ایک مصیبت آ نازل ہوئی ہے جسے چھوڑ کے بھاگا نہیں جاسکتا۔ اس آدمی کا معاملہ تم نے دیکھا ہی ہے۔ سارا عرب مسلمان ہو گیا ہے۔ ان کے مقابلے میں لڑنے کی ہمت تم میں نہیں اس لیے ذرا اپنے بارے میں غور کر لو۔"

اس وقت بنو ثقیف نے آپس میں مشورہ کیا۔ آپس میں کہنے لگے: "دیکھتے نہیں ہو؟ تمھارے تو مال مویشی اور فصل محفوظ نہیں۔ تم میں سے جو باہر نکلے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں گے۔" مشورہ کر کے انھوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کسی آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں جیسے کہ پہلے عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیج چکے تھے۔ عبد یالیل سے بات کی کہ وہ جائے۔ یہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کی عمر کا تھا۔ اسے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں واپس آؤں تو میرے ساتھ بھی وہی سلوک نہ ہو جو عروہ کے ساتھ ہوا ہے۔ اس لیے اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ بس اس شرط پر جا سکتا ہوں کہ کچھ اور لوگ میرے ساتھ بھیجو۔ اس اجتماع نے متفقہ فیصلہ کیا کہ عبد یالیل کے ساتھ اتحادیوں میں سے دو اور بنو مالک میں سے تین آدمی بھیجے جائیں۔ اس طرح کل چھے ہو جائیں گے۔ عبد یالیل ان کا قائد تھا۔ اور انھیں ساتھ بھی تو محض اس اندیشے سے لیا تھا کہ کہیں اس کا حشر بھی عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا نہ ہو، بلکہ جب وہ واپس طائف آئیں تو ان میں سے ہر کوئی اپنے اپنے قبیلے کو سنبھالے۔

۱- عمرو بن امیہ بن وہب بن معتب بن مالک رضی اللہ عنہ ثقفی تھے۔ الاصابہ سے کچھ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے طائف میں اس جگہ مسجد بنائی تھی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔

۲- عبد یالیل بن عمرو ثقفی رضی اللہ عنہ قبیلہ ثقیف کے سرداروں میں سے ایک تھا۔

Marfat.com

یہ لوگ مدینہ کے قریب گئے۔ وادی قناۃ میں اترے تو مغیرہ[1] بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ مغیرہ اپنی باری پر صحابۂ رسول رضی اللہ عنہم اجمعین کی سواریاں چرا رہے تھے۔ وہاں دستور تھا کہ ہر آدمی اپنی باری پر جانور چراتا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو دیکھا تو اونٹنیاں چھوڑ چھاڑ کر ان لوگوں کی آمد کی خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانے دوڑ پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے سے پہلے ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مل گئے۔ انھیں بتایا کہ قبیلۂ ثقیف کا ایک وفد آیا ہے۔ وہ اسلام قبول کرنا اور بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ ان کی شرائط ہیں۔ کچھ اپنے مال، ملک اور قوم کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھوا لے جانا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمھارے لیے اللہ کی قسم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچانے میں مجھ سے پہل نہ کرو۔ مجھے ہی یہ بات کرنے دو۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ مان گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور وفد کے آنے کی خبر دی[2]۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ واپس ان ساتھیوں کے پاس ظہر کے وقت آئے۔ انھیں سمجھایا کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہیں، مگر انھوں نے اپنا جاہلیت والا اسلام ہی کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

۱- مغیرہ رضی اللہ عنہ عرب کے مدبّروں میں سے تھے۔ طائف میں پیدا ہوئے۔ اسلام ۵ ھ میں قبول کیا۔ صلح حدیبیہ، جنگِ یمامہ اور فتوحِ شام وغیرہ میں شریک ہوئے۔ جنگِ یرموک میں ان کی آنکھ جاتی رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بصرہ کا گورنر بنایا۔ انھوں نے کئی ایک شہر فتح کیے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معزول کر دیا۔ بعد میں کوفہ کا گورنر بنایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں پہلے بحال رکھا پھر معزول کر دیا۔ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فتنے سے الگ تھلگ رہے۔ پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ آپ اس منصب پر ۵۰ ھ تک فائز رہے۔

۲- حافظ ابن قیم جوزیہ کہتے ہیں کہ وفد ثقیف میں فقہی نکتے کی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی سچی اور کامل محبت تھی۔ کس طرح ہر ممکن طریقے سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرّب چاہتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو قسم دے کر کہا کہ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفدِ طائف کی آمد کی بشارت دینے دیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری پہنچانے کی سعادت انھیں نصیب ہو۔ اِس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کسی بھائی سے اس طرح کی درخواست جائز ہے کہ وہ تقرّب اِلی اللہ والرسول کے کسی کام میں اسے ترجیح دے۔ اِس کے لیے کچھ کہنا ناپسندیدہ نہیں (زاد المعاد)۔

پاس آئے تو جیسا کہ روایت ہے کہ ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگایا گیا۔ خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے مابین آتا جاتا۔ یہاں تک کہ تحریر لکھی گئی۔

رسول اللہ ﷺ سے جو باتیں انھوں نے کہیں ان میں یہ بھی تھی کہ ان کے بت ''لات'' کو تین سال تک نہ توڑیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انکار فرمایا۔ پھر وہ ایک سال کے لیے کہتے رہے۔ اس سے بھی آپؐ نے انکار کر دیا۔ پھر ایک مہینے کے لیے بات کی۔ حضور ﷺ نے صاف انکار فرما دیا۔ کہا: ''اس کی کوئی ایسی چیز بھی باقی نہیں رکھی جا سکتی جس کا نام ''لات'' رکھا جا سکے۔'' (یہ لوگ چاہتے یہ تھے کہ بتوں کو چھوڑ دیا جائے تاکہ اپنے احمقوں، عورتوں اور بچوں سے بچ سکیں۔ وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ''لات'' کو گرا کے اپنی قوم کو خوفزدہ کر دیں۔ (یہ اس وقت تک کے لیے تھا جب تک کہ اسلام ان میں اچھی طرح داخل نہیں ہو جاتا)

رسول اللہ ﷺ نے اصرار فرمایا کہ آپؐ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجیں گے اور وہ بت توڑ آئیں گے۔

بت کو نہ توڑنے کے ساتھ انھوں نے یہ بھی کہا کہ انھیں نماز سے معاف رکھا جائے اور بتوں کو یہ اپنے ہاتھوں سے نہیں چھیڑیں گے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھوں سے بتوں کو توڑنے سے تمھیں معاف رکھا جا سکتا ہے۔ رہ گئی نماز تو اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہیں۔ وہ کہنے لگے: ''اچھا تو اس نماز میں ذلت ہی سہی مگر ہم پڑھا کریں گے''۔ یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے انھیں تحریر لکھوا کر دی۔ عثمان[1] بن ابوالعاصؓ کو ان کا قائد بنایا۔ یہ تھے تو کم سن ہی، لیکن اسلام اور قرآن سمجھنے کا شوق انھیں ان میں سب سے زیادہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! میں نے اس نوجوان کو دیکھا ہے کہ ان میں اسے قرآن و اسلام سیکھنے کا شغف سب سے زیادہ ہے۔''[2]

.... ❀❀❀ ....

۱- یہ عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ طائف کے گورنر رہے۔ تا آنکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں ۱۵ھ میں عمان اور بحرین کا عامل مقرر کیا۔ پھر یہ بصرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ وہیں ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ انھوں نے ہی اپنے ایک خطبے کے ذریعے بنوثقیف کو ارتداد سے روکا تھا۔

۲- تاریخ الطبری۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیرِ حج کی حیثیت سے

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کے لیے امیر مقرر فرمایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنھوں نے اجتماعی طور پر لوگوں کو حج کرایا اور دوسرے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ کام سرانجام دیا[1]۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ حج ۹ ھ میں ہوا[2]۔ آپ ذی الحجہ کے مہینے[3] میں روانہ ہوئے۔ ہوا یوں کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد رمضان کا باقی حصہ پورا شوال اور ذی القعدہ مدینہ منورہ میں گزرا۔ پھر ۹ ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیرِ حج بنا کے بھیجا تاکہ مسلمانوں کو حج کرائیں اور مشرکین کے لیے حج کی جگہیں مقرر فرمادیں[4]۔

تین سو آدمی مدینہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے بیس جانور ساتھ بھیجے۔ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پانچ جانور ساتھ لیے[5]۔ ان کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورۂ توبہ کی تیس چالیس آیتیں دے کر بھیجا۔ انھوں نے وہ لوگوں کو پڑھ کر سنائیں[6]۔

۱- الریاض النضرۃ۔ المحب الطبری کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ نسائی نے یہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ عمرۂ جعرانہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کا ذمہ دار بنا کر بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورۂ توبہ دے کر ارسال کیا کہ حج کے مختلف مواقع پر پڑھیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے پہلے سال یعنی ۸ ھ میں عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا گورنر مقرر کر رکھا تھا۔

۲- زرقانی، شرح المواهب میں کہتے ہیں کہ بخاری اور ابن اسحاق نے اس روایت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے اور حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ تمام روایات اس پر متفق ہیں۔

۳- ابنِ سعد وغیرہ کی روایت کے مطابق یہ واقعہ ذوالقعدہ کا ہے۔ شرح المواهب دیکھیے۔

۴- ابن هشام۔

۵- تاریخ الطبری، شرح المواهب۔

۶- تاریخ الطبری۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہم گئے۔ مقامِ عرج پر پہنچے تو انھوں نے صبح کی نماز کے لیے پکارا۔ تکبیر کے لیے کھڑے ہوئے تھے کہ پچھلی طرف سے اونٹنی کے بلبلانے کی آواز آئی۔ تکبیر روک دی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کان کٹی اونٹنی کے بلبلانے کی آواز ہے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات یاد آئی ہے۔ ہوسکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہوں تو ان کی اقتدا میں ہم نماز پڑھ لیں گے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''قاصد بن کے آئے ہو کہ قائد؟'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''قائد نہیں قاصد ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سورت بھجوائی ہے کہ لوگوں کے سامنے حج میں ان کے ٹھہرنے کی جگہوں پر پڑھ دوں''۔ ہم مکہ آئے۔ ترویہ سے ایک دن پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ انھیں مناسکِ حج کے متعلق بتایا۔ وہ فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور لوگوں کو سورۂ توبہ پڑھ کے سنائی۔ پھر ہم نکلے۔ عرفہ کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کے لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور مناسکِ حج سکھائے۔ وہ فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور سورۂ توبہ آخر تک پڑھ کے سنائی۔ قربانی کا دِن آیا تو ہم بڑھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور لوگوں کو خطبہ دیا۔ انھوں نے بتایا کہ کس طرح قربانی کریں۔ اس کے مناسک کیا ہیں۔ آپ فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مکمل سورۂ توبہ پڑھ کر سنائی۔ اگلے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبے میں لوگوں کو بتایا کہ کیسے سعی کریں۔ کیسے کنکریاں پھینکیں۔ آپؓ نے باقی مناسک کی بھی تعلیم دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تقریر ختم کر چکے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے ساری سورۂ توبہ پڑھ کر لوگوں کو سنائی[1]۔

.... ❀❀❀ ....

۱- چار بار دہرانے کی حکمت یہ ہے کہ خطبۂ عرفہ میں سب لوگ موجود نہیں تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے محض خبروں کے پھیلنے پر اکتفا اس لیے نہیں کیا کہ یہ بات بڑی عظیم الشان تھی۔ اسی لیے کئی خطبوں میں اسے دہرایا۔ یہ رائے زرقانی کی ہے۔ وہ ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ نسائی، دارمی، طبری اور ابن راہویہ نے یہ روایت بیان کی ہے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں امام کی حیثیت سے

سہل[1] بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنو عمرو[2] بن عوف رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے بعد ان کے درمیان صلح کرانے تشریف لے گئے۔ اور فرمایا: ''بلال! نماز کا وقت ہو جائے اور میں نہ پہنچ سکوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں''۔ نمازِ عصر کا وقت ہوا تو بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے اقامت کہی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ وہ آگے بڑھے۔ ابھی نماز کی نیت باندھی ہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ لوگوں نے دیکھا تو تالیاں بجانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ حتیٰ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے آ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حالت یہ ہوتی کہ نماز کی نیّت باندھ لیتے تو ادھر ادھر دھیان نہ کرتے، مگر جب دیکھا کہ تالیاں تھمتی نہیں تو خیال کیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے کھڑے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ پڑھاتے رہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کچھ دیر رکے۔ اللہ کی حمد بیان کی پھر الٹے پاؤں پیچھے ہٹ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد پوچھا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! جب میں نے اشارہ کر دیا تھا تو پڑھاتے کیوں نہ رہے؟''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ابو قحافہ کے لڑکے کا یہ مقام کہاں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امام بنے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا کہ نماز میں کوئی ایسی ویسی چیز ہو جائے تو توجہ دلانے کے لیے مرد سُبحَانَ اللّٰہ کہیں اور عورتیں تالیاں بجائیں[3]۔

۱- سہل بن سعد بن مالک بن خالد رضی اللہ عنہ انصاری ساعدی مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ وفاتِ نبوی کے وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ یہ سب سے آخری صحابی ہیں جن کی وفات ۹۱ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

۲- اوس کی ایک بہت بڑی شاخ، جس میں کئی قبیلے ہیں۔ ان کے مکان قباء میں تھے۔

۳- مسند امام احمد۔ ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے اور ابتدا میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یہ واقعہ صحیحین میں بھی ہے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھ چکا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے۔ نماز کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ نماز پڑھائے''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! ابوبکر تو بہت جلد مغموم ہو جاتے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ وہ کھڑے ہوں گے تو نمازی ان کی آواز تک نہیں سن سکیں گے۔ بہتر ہے کہ آپ عمر کو نماز پڑھانے کے لیے کہیں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں! ابوبکر ہی سے کہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا[1] سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے کے لیے کہا کہ ابوبکر بہت جلد مغموم ہو جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ نماز پڑھانے کھڑے ہوں گے تو لوگ تو ان کی آواز سُن ہی نہیں سکیں گے۔ بہتر ہے کہ آپ عمر کو حکم دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم انھی کی طرح ہو جنھوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ معاملہ کیا[2]۔ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ انھوں نے نماز کی نیت باندھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طبیعت کچھ ہلکی محسوس ہوئی۔ آپؐ دو آدمیوں کا سہارا لے کر پاؤں گھسیٹتے ہوئے تشریف لے گئے۔ مسجد کے اندر آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ سرورِ عالم تشریف لائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے بیٹھے نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ان کی اقتدا کر رہے

۱- یہ اُمّ المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔ پہلے حصن بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔ اور وہ اُحد میں شہید ہو گئے۔ بعثتِ نبوی سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ۴۱ھ میں وفات پائی۔ جب حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ ایک روایت کے مطابق ۴۵ھ میں وفات ہوئی۔

۲- حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو بات دل میں ہے اس کے خلاف ظاہر کرنے میں وہ ان کی طرح ہیں جن سے یوسف علیہ السلام کو سابقہ پیش آیا۔

Marfat.com

تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی پیروی کرتے تھے[1]۔

عبداللہ[2] بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی۔ میں کچھ اور مسلمانوں سمیت آپؐ کے پاس تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے اذان دی۔ سرور دوعالم ﷺ نے فرمایا: ''کسی سے کہو نماز پڑھادے''۔ میں باہر نکلا۔ سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان میں نہیں تھے۔ میں نے کہا: ''عمر رضی اللہ عنہ! اُٹھ کے نماز پڑھائیے۔ وہ آگے بڑھے اور تکبیر کہی۔ اُن کی آواز اونچی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے سنی تو فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اللہ اور مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی پر راضی نہیں۔'' حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا۔ وہ آئے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا چکے تھے، مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ نماز پڑھائی۔

عبداللہ بن زمعہ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ نبیؐ نے عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو حجرے سے سر باہر نکالا اور تلخی کے ساتھ فرمایا[3]: ''نہیں، نہیں، نہیں۔ ابن ابوقحافہ ہی نماز پڑھائیں''۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں۔ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ابن زمعہ تمھارا ناس ہو، میرے ساتھ تم نے یہ کیا کیا۔ خدا کی قسم! جب تم نے مجھے نماز پڑھانے کے لیے کہا تو مجھے یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہی تمھیں حکم دیا ہے، تبھی تم نے مجھے کہا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کبھی نماز نہ پڑھاتا''۔ عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھ حکم نہیں دیا تھا کہ فلاں آدمی نماز پڑھائے۔ دیکھا ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں تھے تو حاضرین میں مجھے اس کے لیے سب سے زیادہ موزوں آپ ہی نظر آئے[4]''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین بار باہر نہیں نکل سکے۔ نماز کے لیے اقامت کہی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آگے بڑھ کر نماز انھوں نے پڑھائی۔ حضور ﷺ نے پردہ اٹھایا۔ چہرہ مبارک سامنے آیا اور ہم نے اس سے زیادہ دلربا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آپؐ

۱- شیخین وغیرہ۔ الفاظ مسلم کے ہیں۔

۲- عبداللہ بن زمعہ بن اسود رضی اللہ عنہ قرشی اسدی اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ شرفائے قریش میں سے تھے۔ ان کا والد جنگ بدر میں بحالتِ کفر قتل ہوا۔

۳- سنن ابوداؤد۔

۴- سیرت ابن ہشام۔

Marfat.com

نے ہاتھ سے ابوبکر کو اشارہ کیا کہ آگے بڑھیں۔ پھر پردہ لٹکا دیا۔ اس کے بعد انتقال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی سعادت ہمیں نصیب نہیں ہوئی[۱]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی راوی ہیں کہ جس تکلیف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اسی تکلیف کے موقع کی بات ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیں نماز پڑھاتے تھے۔ پیر کا دن آیا۔ لوگ نماز میں صفیں باندھے کھڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہمیں دیکھنے لگے۔ آپ کا چہرہ مصحف کے ورق کی طرح پاکیزہ تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور ہنس دیے[۲]۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں زیارتِ نبوی کی مسرت میں ہم نماز توڑ ہی نہ دیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹ آئے کہ صف میں آکر نماز پڑھیں۔ انھیں گمان یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ نماز مکمل کرلو۔ آپؐ نے پردہ لٹکا دیا۔ اسی روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا[۳]۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ سخ چلے جاتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو لوگوں کی توجہ نماز سے ہٹ گئی۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درد سے افاقہ ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اللہ کے فضل و کرم سے ہماری خواہش کے مطابق صحت مند ہو رہے ہیں۔ آج بنت خارجہ کی باری ہے۔ اجازت ہو تو وہاں سے ہو آؤں''۔ ارشاد ہوا: ''ہاں ہو آؤ[۴]''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر چلے گئے اور حضرت ابوبکر سخ محلہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف چلے گئے۔

............❀❀❀............

۱- شیخین یعنی بخاری و مسلم۔

۲- قسطلانی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مسکرانا اس خوشی کی وجہ سے تھا کہ سب صحابہ نماز میں مجتمع اور آپس میں متحد تھے۔ اور شریعت کو قائم کر رہے تھے۔

۳- صحیح بخاری و مسلم۔

۴- الطبری و ابنِ ھشام۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گئے۔ اور اجازت اس وقت ہی تو لی تھی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روبصحت دیکھا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا موقف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے موقع پر

حضرت ابو ہریرہ[۱] رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سرورِ عالم نے انتقال فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ''کچھ منافقین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے۔ حالانکہ انھوں نے وفات نہیں پائی، بلکہ اسی طرح اپنے پروردگار کے ہاں گئے ہیں جیسے موسیٰ بن عمران گئے تھے۔ وہ اپنی قوم سے پوشیدہ ہوگئے اور لوگ کہنے لگے کہ وہ وفات پاگئے، مگر وہ چالیس دن بعد لوٹ آئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوٹ آئیں گے۔ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینے چاہییں جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ انتقال فرما گئے''۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی۔ وہ آئے اور مسجد کے دروازے پر اترے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ آپ سیدھے وہاں چلے گئے۔ آقائے دوجہاں کو گھر کے ایک گوشے میں یمنی چادر میں لپیٹ کر رکھا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخِ اقدس کھولا۔ بوسہ دیا اور کہا: ''میرے ماں باپ آپؐ پر نثار۔ جو موت مقدر تھی اس کا مزہ آپؐ نے چکھ لیا۔ اس کے بعد آپؐ کے لیے کوئی موت نہیں''۔ پھر کپڑا چہرۂ مبارک پر دے دیا اور

۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ عبدالرحمٰن بن صخر دوسی ہیں۔ جاہلیت میں حالتِ یتیمی میں پلے بڑھے۔ مدینہ آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر میں دیکھا۔ ۷ھ میں ایمان لے آئے۔ پھر ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ سب صحابہ سے زیادہ احادیث نبوی انھوں نے بیان کی ہیں۔ آٹھ سو سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ عرصے تک مدینے کے گورنر رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بحرین کا حاکم مقرر کر دیا۔ بعد میں پھر مدینے میں مقیم ہوگئے۔ وہیں ۵۹ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

باہر نکلے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ ان سے فرمایا: ''عمر! ذرا ٹھہرو۔ چپ ہو جاؤ''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ رکے اور باتیں کرتے چلے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ چپ نہیں ہوتے۔ آپ آگے بڑھے۔ لوگ ان کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ حمد وثنا کے بعد آپؓ نے کہا:

لوگو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا تھا، وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے اور جو اللہ کی پرستش واطاعت کرتا تھا اسے مطمئن رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ اس کے لیے موت نہیں۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔـا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ (آلِ عمران ۳: ۱۴۴) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت بس ایک رسول ہی کی تو ہے۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں تو پھر کیا ایسا ہو گا کہ وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور اگر تم میں سے کوئی الٹے پاؤں پھر جائے تو کیا ہو گا؟ وہ اللہ کو تو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اپنا ہی کچھ بگاڑے گا۔ اور اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو اجر دے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معلوم یوں ہوتا تھا گویا لوگوں کو پتا ہی نہ تھا کہ یہ آیت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس زور سے یہ پڑھی کہ ہر کسی کی زبان پر چڑھ گئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بس پھر کیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی، تو میں سراسیمہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ میرے پاؤں مجھے اٹھاتے ہی نہ تھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں[1]۔

ابن السمان الموافقۃ میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ جو ان کی وفات کی بات کرے گا میں تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔ سالم[2] بن عبید کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف گیا۔ وہ مسجد میں مل گئے۔ میں زار و قطار رونے لگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے''۔ میں نے کہا: ''عمر رضی اللہ عنہ کہتا ہے جو بھی ان کی

۱- ابن هشام، طبری، صحیح بخاری اور مسند احمد میں یہ روایت اختصار کے ساتھ ہے۔

۲- یہ سالم بن عبید اشجعی رضی اللہ عنہ اہل صفہ میں سے ہیں۔ کوفہ میں رہے۔

وفات کی بات کرے گا میں تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا''۔ سالم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے کلائی سے پکڑ لیا اور چل پڑے تا آنکہ اندر پہنچ گئے۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے راستہ کھلا کر دیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حد تک جھکے کہ ان کا رخسار حضرت کے رخسار سے چھونے لگا۔ سانس دیکھا، بات واضح ہوگئی کہ انتقال فرما گئے ہیں۔ تب یہ آیت پڑھی: ''اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (الزمر ۳۹: ۳۰) وہ بھی مرنے والے ہیں اور تم بھی''۔ لوگوں نے پوچھا: ''رسول اللہ کے ساتھی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے؟'' آپ نے جواب دیا: ''ہاں''۔

تب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ انھوں نے پوچھا: آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''ہاں۔ تم میں سے کچھ لوگ آئیں گے۔ تکبیریں کہیں گے۔ وہ نماز جنازہ پڑھ کے چلے جائیں گے۔ پھر دوسرے آ کر پڑھیں گے۔ تا آنکہ سب فارغ ہو جائیں گے''۔ لوگوں کو پتا چل گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات ٹھیک ہے۔ پھر لوگوں نے پوچھا: ''رسول اللہ کے ساتھی! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کہاں کیا جائے گا؟'' آپ نے فرمایا کہ جہاں اللہ نے آپؐ کی روح قبض کی۔ کیونکہ یہ اچھی پاکیزہ جگہ ہی قبض ہوئی ہے۔ اور لوگ جان گئے کہ ایسا ہی ہوگا[۱]۔

میں کہتا ہوں کہ اس مصیبت کی ہولناکی سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی عقلیں چکرا گئیں۔ اور انھیں چکرانا ہی تھا۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تھے۔ انھیں حکم دیتے اور منع فرماتے۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا لیا۔ وحی منقطع ہوگئی۔ اب وہ کبھی نہیں اترے گی۔ رسول اللہ کو انھوں نے کھو دیا اور اب قیامت تک نہ پا سکیں گے۔ اس سے پورا مدینہ لرز گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے دل دہل گئے۔ لوگوں پر وہ مصیبت آئی جس کی پہلے ان کے ہاں کوئی مثال نہ تھی۔ نتیجہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ بات کہی۔ لوگوں کو کچھ سوجھتا نہیں تھا کہ کیا کریں، حتی کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لایا۔ وہ سینوں کے لیے سکون و سلامتی اور دلوں کے لیے ہدایت و رہنمائی بن کر آئے۔ غم ان کی عقل کو کھا نہیں گیا تھا۔ مصیبت اپنی ساری شدتوں کے باوجود ان

۱- الاصابہ میں ہے کہ یونس ابن بکیر نے اپنی کتاب زیادات میں اس کی تخریج کی ہے۔

Marfat.com

سے حق بات فراموش نہ کرا سکی۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں اس عظیم مقام پر کھڑے ہوئے اور اللہ کا کلام ان کے سامنے پڑھا۔ تب وہ ہوش میں آئے اور انھیں پتا چلا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات مبنی بر حقیقت ہے۔ وہ جان گئے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ عالم، بلند ہمت، مضبوط دل اور صاحبِ بصیرت ہیں۔ انھوں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا۔ اس مصیبت پر اللہ کے ہاں سے اجر کی توقع باندھی۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر اور تا ابد باقی رہنے والا ہے اور معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ وہ کسی ضرورت سے جا رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں دُرّہ تھا۔ صرف میں ان کے ساتھ تھا۔ وہ جی ہی جی میں باتیں کرتے اور دُرّہ اپنے دائیں پاؤں پر مارتے جا رہے تھے۔ یکا یک میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ابن عباس! تمھیں پتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میں نے وہ بات کیوں کہی تھی؟'' میں نے کہا: ''نہیں تو، امیر المومنین! آپ ہی بہتر جانتے ہیں''۔ کہنے لگے: ''خدا کی قسم! اس کا سبب یہ تھا کہ جب میں یہ آیت پڑھا کرتا تھا: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ (البقرة ۲: ۱۴۳) [اسی طرح ہم نے تمھیں امتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر حق کے گواہ بنو اور رسول تم پر حق کا گواہ بنے۔] تو میں سمجھا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں ہمیشہ رہیں گے تا آنکہ اس کے آخری اعمال کی بھی شہادت دیں گے۔ بس اسی آیت نے مجھ سے وہ بات کہلوائی۔''[1]

............❀❀❀............

۱- سیرت ابن ہشام۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت

سقیفہ بنی ساعدہ کا احوال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے[1] ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بطور مہمان میرے ہاں قیام کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آخری حج کیا تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک رات میرے ہاں تشریف لائے جب کہ میں منیٰ میں تھا۔ فرمانے لگے کہ تمھیں خبر ہے کہ امیر المومنین کو ایک آدمی نے بتایا ہے کہ کچھ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ جب امیر المومنین وفات پا جائیں گے تو ہم فلاں آدمی کی بیعت کریں گے۔ اس پر امیر المومنین نے کہا کہ میں لوگوں میں کھڑا ہو کر انھیں اس گروہ سے متنبہ کروں گا جو لوگوں سے حق بیعت غصب کرنا چاہتا ہے۔ تو میں نے انھیں مشورہ دیا کہ امیر المومنین! حج میں عوام وخواص سب جمع ہو جاتے ہیں بلکہ عوام کا رنگ مجلس میں غالب ہوتا ہے۔ اس موقع پر اگر آپ بات کریں گے تو لوگ اسے محفوظ نہیں رکھیں گے، نہ ہی ٹھیک جگہ اسے پہنچائیں گے، بلکہ یوں ہی لے اڑیں گے۔ بہتر ہے کہ آپ مدینہ جانے کا انتظار کریں۔ وہ دار الہجرت ہے۔ وہاں اہلِ علم وفضل کو جمع کیجیے اور جو کچھ کہنا چاہیں اطمینان سے کہیے۔ لوگ بات یاد رکھیں گے اور مناسب لوگوں تک اسے پہنچا دیں گے۔ اس پر امیر المومنین نے جواب دیا: ''اگر میں ٹھیک ٹھاک مدینے پہنچ گیا تو پہلی فرصت میں لوگوں سے بات کروں گا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ذی الحجہ کے آخر میں ہم مدینہ پہنچے۔ جمعے کا دن تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی اسی اطلاع پر دوپہر کی شدید گرمی میں مَیں مسجد پہنچا۔ سعید[2] بن زید رضی اللہ عنہ مجھ

۱۔ صحیحین میں یہ حدیث اسی مفہوم کے ساتھ مروی ہے۔ یہاں کا سیاق ابن عساکر اور ابن جریر الطبری نے بیان کیا ہے۔ اسی سلسلے میں اور احادیث بھی ہم نے نقل کی ہیں اور ان کے مصادر کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔

۲۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخلے سے پہلے مسلمان ہوئے۔ انھوں نے ہجرت کی۔ اُحد اور بعد والے غزوات میں شریک ہوئے۔ جنگ بدر میں ان کا حصہ رکھا گیا کیونکہ ان دنوں وہ شام کی طرف گئے ہوئے تھے۔ صائب الرائے اور بہادر تھے۔ ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں وفات پائی۔ ستر سال سے کچھ زیادہ زندہ رہے۔

سے پہلے پہنچ چکے تھے۔ میں منبر کے ایک پہلو کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرے ساتھ سعید رضی اللہ عنہ اس طرح بیٹھ گئے کہ ان کا گھٹنا میرے گھٹنے کو چھو رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکلے اور منبر کی طرف بڑھے۔ وہ بڑھ رہے تھے تو میں نے سعید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج عمر رضی اللہ عنہ منبر پر وہ بات کہیں گے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کہی۔ سعید کو یہ بات ناگوار گزری اور کہنے لگے کہ وہ کون سی ایسی بات کہیں گے جو پہلے کسی نے نہیں کہی؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے۔ موذن نے اذان کہی۔ وہ چپ ہوا تو عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ کلمۂ شہادت اور ثنا کے بعد فرمایا: ''تمھیں ایک بات بتانے لگا ہوں اور مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ میری موت سے پہلے کی بات ہو تو جو اسے سمجھ کر محفوظ رکھ سکے وہ اسے وہاں تک پہنچائے جہاں تک اس کی سواری پہنچے۔ اور جسے یہ اندیشہ ہو کہ بات محفوظ نہیں رکھ سکے گا اسے میں یہ حق نہیں دیتا کہ میری طرف غلط بات منسوب کرے۔'' پھر فرمایا: ''مجھے پتا چلا ہے کہ تم میں سے فلاں آدمی یہ کہتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ مر گیا تو میں فلاں کی بیعت کروں گا۔ تم میں سے کوئی اس دھوکے میں نہ آجائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت دفعتاً ہوگئی تھی اس لیے وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ ہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت دفعتاً ہوئی تھی اور اللہ نے اس کے برے نتائج سے بچالیا۔ اور تم میں کون ہے جس کے سامنے گردنیں اس طرح جھک جائیں جس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے جھکا کرتی تھیں۔ وہ تو وفاتِ نبوی کے وقت ہم میں بہترین انسان تھے۔ کچھ انصار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور کچھ لوگ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں علی اور زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیچھے رہ گئے۔ باقی مہاجرین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ اسی اثنا میں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھے یکا یک ایک آدمی دیوار کے پیچھے سے آواز دینے لگا کہ ابن خطاب میری طرف آؤ۔ میں نے کہا: ''چلے جاؤ، میں مصروف ہوں۔ تمھاری بات نہیں سن سکتا''۔ اس آدمی نے کہا:

''ایک بات ہوگئی ہے جس میں آپ کی شرکت ناگزیر ہے۔ انصار سقیفہ[1] بنی ساعدہ میں جمع

۱۔ یہ ایک چھپر سا تھا جس کے نیچے لوگ بیٹھا کرتے تھے۔ بنو ساعدہ انصار کا ایک قبیلہ ہے۔ بنو ساعدہ بن کعب بن خزرج بن حارثہ۔

Marfat.com

ہیں۔ تم ان سے جا ملو قبل اس کے کہ وہ کوئی ایسی بات کر بیٹھیں جس سے ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی ہو‘‘۔ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ’’چلیے ان انصاری بھائیوں کی طرف چلیں‘‘۔ ہم ان کی طرف جانے کے ارادے سے نکلے۔ ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ ہمیں ملے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ ہمارے درمیان چل پڑے۔ جب ہم انصار کے قریب پہنچ گئے تو ان میں سے دو بھلے آدمی عُویم[1] بن ساعدہ اور معن[2] بن عدی رضی اللہ عنہما ہمیں ملے۔ انھوں نے سوال کیا کہ مہاجرین کے گروہ! کہاں کے ارادے ہیں؟ ہم نے کہا کہ اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ وہ کہنے لگے: ’’نہ جاؤ، اے گروہ مہاجرین! معاملہ آپس میں طے کرلو۔‘‘ میں نے کہا: ’’ہم تو ضرور جا کے رہیں گے‘‘۔

انصار کے متعلق اطلاع یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو وہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہوگئے۔ انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سپرد یہ معاملہ کریں گے۔ سعد رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ انھیں باہر لایا گیا۔ سب اکٹھے ہوئے تو سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یا چچا کے کسی لڑکے سے کہا کہ میں درد کی وجہ سے سب لوگوں کو اپنی بات سنا نہیں سکتا۔ تم میری بات سن کے ان تک پہنچاتے جاؤ۔ سعد رضی اللہ عنہ بات کرتے وہ آدمی اسے ضبط کر لیتا اور لوگوں کو بلند آواز سے سناتا۔ حمد و ثنا کے بعد انھوں نے کہا: ’’اے معشرِ انصار! تمھیں دین میں سبقت اور اسلام میں فضیلت کی وہ سعادت حاصل ہے جو عرب کے کسی اور قبیلے کو حاصل نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اوپر دس سال اپنی قوم میں رہے۔ انھیں رحمٰن کی عبادت اور اصنام سے قطع تعلق کی دعوت دیتے رہے۔ اس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں سے بس وہ تھوڑے سے لوگ مسلمان ہوئے جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر سکتے تھے، نہ دین کو غالب کرنے کی استطاعت ان میں تھی، اور نہ ہی اپنے آپ کو

۱- عویم بن ساعدہ بن عائش بن قیس رضی اللہ عنہ انصاری اوسی ہیں۔ عقبہ کی دونوں بیعتوں میں بدر و اُحد اور دوسرے غزوات میں شریک رہے۔ کہتے ہیں جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بلند ہوتا اس کے سائے کے نیچے عویم رضی اللہ عنہ ہوتے۔ ۶۵۔۶۶ سال کی عمر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

۲- معن بن عدی بن جد بن عجلان بلوی بیعت عقبہ، بدر، اُحد، خندق اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور زید رضی اللہ عنہ کے درمیان رشتہ مواخاۃ قائم کیا۔ جنگِ یمامہ میں دونوں اکٹھے شہید ہوئے۔

Marfat.com

ان آفتوں سے بچا سکتے تھے جو پے در پے ان پر آ رہی تھیں، حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمھیں فضیلت عطا کرنا چاہی تو اس بزرگی کو وہ تمھاری طرف خود لایا۔ اور تمھیں اس نعمت کے ساتھ خاص کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایمان باللہ و ایمان بالرسول کی نعمت سے نوازا۔ تمھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی حفاظت اور آپؐ کے دین کے غلبے کے لیے دشمنوں سے جہاد کی توفیق عطا فرمائی۔ تو تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے مقابلے میں، چاہے وہ تمھاری قوم میں سے تھے یا کسی اور قبیلے سے، بہت سخت جان اور بھاری ثابت ہوئے۔ بات یہاں تک پہنچی کہ عرب طوعاً و کرہاً مطیع فرمان ہو گئے اور دور کے لوگ ذلیل و خوار ہو کر جھک گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے ذریعے زمین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ عطا فرمایا۔ تمھاری تلواروں نے اسے مسخر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو وہ تم سے راضی تھے۔ ان کی آنکھیں تمھاری طرف سے ٹھنڈی تھیں۔ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر تم اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لو!''

سب لوگوں نے جواب دیا کہ تمھاری رائے صائب ہے۔ ہم اس بات سے سرمو نہیں ہٹیں گے۔ تمھیں ہم امیر بناتے ہیں کہ تم پر ہم متفق ہیں اور نیک اہل ایمان اس پر راضی ہیں۔

پھر وہ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ اگر قریشی مہاجرین نے سعد رضی اللہ عنہ کی بیعت سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ ہم مہاجرین ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ساتھی، دوست اور ہم قبیلہ ہیں تو کیا پھر ان سے اس بنیاد پر جھگڑا کرو گے؟

ایک گروہ نے کہا کہ پھر ہم یہ کہیں گے کہ ایک امیر تم میں سے ہو، ایک ہم میں سے۔ اور اس سے کم بات پر ہم کبھی راضی نہ ہوں گے۔

سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ یہ تمھاری پہلی کمزوری ہے۔[۱] پھر مہاجرین انصار کے پاس آئے جب کہ وہ اکٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:[۲]

''سارے انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع تھے۔ درمیان میں کوئی آدمی کپڑے میں لپٹا بیٹھا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جواب ملا یہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے پوچھا کہ انھیں کیا

۱- تاریخ طبری۔ ۲- ہم پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہے؟ جواب ملا درد ہے۔ پھر جب بیٹھ گئے تو انصار کا ایک خطیب اٹھا۔ حمد وثنا کے بعد اس نے کہا:

ہم اللہ کے مددگار اور اسلام کے سپاہی ہیں۔ اور اے مہاجرین کے گروہ! تم ہم میں سے ایک شاخ ہو۔ تمھارا ایک وفد ہمارے پاس آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمیں چھوڑ کر حکومت کے سربراہ بنا چاہتے ہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم میں سے کسی کو حاکم بنا کر بھیجتے تو ہم میں سے بھی کسی شخص کو اس کے ساتھ منسلک کرتے۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ اس کے سربراہ دو آدمی ہوں۔ ایک تم میں سے اور ایک ہم میں سے[۱]۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آدمی نے اپنی بات پوری کر لی تو میں نے بات کرنے کا ارادہ کیا اور میں نے کہنے کے لیے اپنے دل میں ایک بات سوچ رکھی تھی جو مجھے پسند تھی۔ اور جس کے متعلق میں چاہتا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے کہوں، لیکن میں نے بات کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے رک جانے کے لیے کہا۔ وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور باوقار تھے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ انھیں خفا کروں۔ اس لیے چپ رہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات کی۔ اور خدا گواہ ہے کہ جو باتیں بھی میں نے اپنے دل میں سوچ رکھی تھیں ان جیسی یا ان سے بھی بہتر باتیں آپ نے فی البدیہہ کہیں۔ انصار کے بارے میں قرآن وحدیث میں جو بات بھی آئی تھی اس کا انھوں نے ذکر کیا اور فرمایا ''تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تمام لوگ ایک طرف چلیں اور انصار دوسری طرف چلیں تو میں اس جانب چلوں گا جس جانب انصار جائیں گے۔'' پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم نے اپنے بارے میں جن بھلائیوں کا ذکر کیا ہے تم ان کے اہل ہو، لیکن اہل عرب سربراہی کے لیے قریش کے قبیلے ہی کو مناسب سمجھتے ہیں۔ یہ قریش خاندان ونسب کے اعتبار سے تمام عرب میں قبیلۂ وسط ہیں۔ اِس لیے ابوعبیدہ اور عمر رضی اللہ عنہما میں سے جس کی چاہو بیعت کر لو۔''

حضرت عمرؓ کہتے ہیں خدا گواہ ہے کہ ابوبکرؓ کی ساری گفتگو میں بس یہ آخری بات مجھے پسند نہیں آئی۔ یہ بات مجھے پسند تھی کہ لوگوں سے آگے نکال کر میری گردن اڑا دی جائے اور گردن اڑانے والے کو کوئی گناہ بھی نہ ہو۔ بہ نسبت اس کے کہ اس قوم پر حکومت کروں جس میں ابوبکر بھی ہوں۔

۱- طبقات ابن سعد

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ نے بات مکمل کر لی تو انصار نے کہا: ”بخدا جو خیر اللہ نے تمھیں عطا فرمائی ہے ہمیں اس پر کوئی حسد نہیں۔ تمام لوگوں میں ہمیں تم سے زیادہ محبوب کوئی نہیں، لیکن ہم بعد کے واقعات سے ڈرتے ہیں۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ آج تم اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنا دو۔ اس کے بعد ہم اپنے میں سے کسی کو امیر بنالیں گے۔ وہ وفات پا گیا تو مہاجرین میں سے کسی کا انتخاب ہو جائے گا اور اسی طرح معاملہ چلتا رہے گا۔ یہ اس لیے بھی مناسب ہے کہ قریشی کو اندیشہ رہے گا کہ اگر ادھر ادھر بھٹکا تو انصاری درست کر دے گا اور انصاری کو خطرہ رہے گا کہ کوئی گڑ بڑ کی تو قریشی موجود ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”یہ بات مناسب نہیں۔ اس ذمہ داری کے اہل بس قریش ہی ہیں۔ عرب اسی پر راضی و مطمئن ہوں گے۔ اور اللہ کی قسم ہے کہ جو اس سلسلے میں ہماری مخالفت کرے گا ہم اسے قتل کر دیں گے[۱]۔“

اس پر حباب[۲] بن منذر سلمی رضی اللہ عنہ اُٹھے۔ یہ بدری صحابی تھے۔ اُنھوں نے کہا: ”اے انصار کے گروہ! اپنے معاملے کے ذمہ دار خود بنو۔ لوگ تمھارے زیر سایہ ہیں۔ کوئی تمھاری مخالفت کی جرأت نہیں کرے گا۔ لوگ تمھارے مشورے سے چلیں گے۔ تم صاحبِ عزت و ثروت ہو۔ تمھارے پاس افراد کی عددی قوت ہے۔ تجربہ و شجاعت ہے۔ لوگ تو دیکھتے ہیں کہ تم کیا کرتے ہو۔ آپس میں اختلاف نہ کرو کہ بات بگڑ جائے گی۔ ان مہاجرین کی بات تو وہی ہے جو تم نے سن لی۔ فیصلہ یہی ہے کہ ایک امیر ان میں سے اور ایک امیر ہم میں سے ہو۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”ہرگز نہیں۔ ایک امارت میں دو آدمی جمع نہیں ہو سکتے۔ خدا کی قسم عرب اس بات پر رضامند نہیں ہوں گے کہ تمھیں اپنا امیر بنائیں جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے نہ تھے، لیکن عرب ان کی بیعت سے انکار نہیں کریں گے جن میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور جو بیعت

۱- الرياض النضرة- عن ابن شهاب زهری۔

۲- تینتیس سال کی عمر میں جنگِ بدر میں شریک ہوئے۔ دوسرے غزوات میں بھی شامل ہوئے۔ انھیں ”صاحب رائے“ کہا جاتا تھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مشورے دیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیے۔ وہ شاعر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پچاس سے زائد سال کی عمر میں وفات پائی۔

Marfat.com

سے انکار کرے گا ہمارے [پاس] اس کے خلاف بڑی واضح دلیل اور قاطع برہان ہو گی۔ ہم محمد ﷺ کے ساتھی اور ہم قبیلہ ہیں۔ ہمارے ساتھ ان کی نیابت میں وہی جھگڑا کر سکتا ہے جو غلط استدلال کرنے والا اور گناہ کی طرف مائل ہو۔ یا ہلاکت میں پڑنے والا ہو۔''

حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے انصار کے گروہ! مضبوط رہو۔ اس کی یا اس کے ساتھیوں کی باتیں نہ سنو۔ یہ تمھارا حصہ لے جائیں گے۔ اگر تمھاری بات ماننے سے انکار کرتے ہیں تو ان علاقوں سے انھیں نکال دو اور خود اس ریاست کے سربراہ بن جاؤ کہ تم ان سے زیادہ مستحق ہو۔ تمھاری ہی تلوار سے وہ لوگ اِسلام کے مطیع ہوئے جو ویسے نہیں ہوتے تھے۔ میں بہت ہی تجربہ کار آدمی ہوں۔ تم چاہو تو اس (تلوار نکالنے والی) بات کو از سرِ نو کیا جا سکتا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''پھر اللہ تجھے ہلاک کر دے گا۔'' حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے کہا ''نہیں تجھے ہلاک کرے گا۔''

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''گروہِ انصار! تم پہلے لوگ ہو جنھوں نے دین کی مدد اور آبیاری کی، اب تم ہی سب سے پہلے نہ بگاڑو۔''

بشیر[1] بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''اے انصار کے گروہ! اگر کفار کے ساتھ جہاد کرنے اور اس کے دین کی طرف سبقت کرنے میں ہم نے پہل کی تو محض رضائے الٰہی، اطاعتِ نبوی اور اپنی بھلائی کے لیے کی۔ ہماری غرض اس سے دنیا نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم پر احسان کرے گا۔ نبیؐ قریش میں سے تھے۔ ان کی قوم نیابت کی زیادہ حق دار ہے اور دعا ہے کہ مجھے اللہ کبھی اس حالت میں نہ دیکھے کہ خلافت کے بارے میں میں ان سے جھگڑ رہا ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور ان کے ساتھ تنازع پیدا نہ کرو۔''

حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہا ''بشیر بن سعد! کیا تم نے بغاوت کر دی۔ اس حرکت کی کیا ضرورت تھی؟ یہ حسد ہے کہ تمھارا چچا زاد بھائی کیوں امیر بن رہا ہے؟'' بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا ''نہیں،

۱- بشیر بن سعد بن ثعلبہ خزرجی رضی اللہ عنہ۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ بدر و اُحد اور بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ عمرہ قضا کے وقت نبی ﷺ نے انھیں مدینے کا حاکم مقرر کیا۔ دورِ جاہلیت میں لکھ لیا کرتے تھے۔ آپ معرکہ عین التمر میں جو ۱۲ھ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کمان میں لڑا گیا تھا، شہید ہوئے۔

نہیں بخدا نہیں۔ یہ تو اس قوم کا حق ہے اور میں اس سے اس سلسلے میں لڑنا نہیں چاہتا۔''

قبیلۂ اوس نے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا موقف سنا۔ قریش کی دعوت سنی۔ یہ دیکھا کہ قبیلۂ خزرج سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا رہا ہے تو یہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے (ان میں سے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی تھے جو نقیبوں میں سے تھے) ''خزرج والے ایک دفعہ تم پر امیر بن گئے تو ہمیشہ یہ فضیلت انھی کے پاس رہے گی۔ تمھیں کبھی حصہ نہیں ملے گا۔ لہٰذا اٹھو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرو''۔[1]

زید[2] بن ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ اٹھے، انھوں نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اس لیے خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوگا۔ اور ہم اسی طرح اس کے انصار ہوں گے جس طرح کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے۔'' اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: ''اللہ تعالیٰ اس قبیلے کو جزائے خیر دے۔ اور یہ بات کہنے والا ثابت قدم رہے۔ خدا کی قسم! تم لوگ کوئی اور بات کہتے تو ہم کبھی تم سے مصالحت نہ کرتے''۔[3] اس سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور خزرج کے منصوبے ختم ہو گئے۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''ہاتھ نکالو۔ تمھاری بیعت کریں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں، آپ مجھ سے افضل ہیں۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ مجھ سے قوی ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''میری قوت آپ کی فضیلت کے ساتھ ہوگی''۔[4]

حضرت عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما نے کہا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو حق نہیں پہنچتا ہے کہ آپ سے برتر ہو۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار ہیں۔ بیماری کی حالت میں سرور

۱- تاریخ طبری۔

۲- زید بن ثابت ابن الضحاک انصاری کاتبِ وحی تھے۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بھی کاتب رہے۔ ہجرت کے وقت عمر ۱۱ سال تھی۔ دین کا علم اور سمجھ بوجھ حاصل کی۔ مدینہ میں قضا، فتویٰ، علم الفرائض اور قرأت میں ممتاز تھے۔ سریانی زبان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کتابیں آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سریانی سیکھنے کے لیے کہا، چنانچہ انھوں نے سیکھ لی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج کو جاتے تو انھیں نائب بنا کر چھوڑ جاتے۔

۳- ابن سعد

۴- ابن شہاب کی روایت ہے۔ الریاض النضرۃ میں ہے۔

Marfat.com

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امام بنایا اور آپ نے نماز پڑھائی۔ اس لیے آپ اس ذمہ داری کے زیادہ اہل ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا۔ اسید بن حضیر اور بشیر بن سعد رضی اللہ عنہما بھی بیعت میں سبقت لے جانے کے لیے بڑھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اور بعد میں ان دونوں نے اکٹھے بیعت کی۔ پھر تمام اہلِ سقیفہ نے تیزی سے بیعت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے زیادہ ہم نے اپنی بات کبھی قوی نہیں پائی۔ ہمیں اندیشہ تھا کہ اگر بیعت ہونے سے پہلے ہم ان لوگوں سے الگ ہو گئے تو یہ کوئی اور بیعت کر لیں گے۔ پھر یا تو ہمیں اپنی مرضی کے خلاف بیعت کرنا ہو گی یا پھر ہم مخالفت کریں گے جس سے فساد ہو گا[1]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو اسی روز ہوئی جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی[2]۔

عام بیعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت[3] ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت ہو گئی۔ دُوسرا دن ہوا تو آپ منبر پر بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے انھوں نے بات کی۔ حمد و ثنا کے بعد انھوں نے کہا: ''لوگو! میں نے کل ایک بات کہی تھی جو خالصتاً میری اپنی رائے تھی۔ اس کا تعلق کلام اللہ سے نہیں تھا، نہ ہی وہ کوئی ایسا وعدہ تھا جو اللہ نے اپنے

۱- ابن سعد.......... حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے مسلمانوں کی عام مصلحت اور اس زمانے کے پیشِ نظر بیعت میں جلدی کی کہ امت کا شیرازہ بکھر نہ جائے۔ اس سلسلے میں حکومت کا کوئی لالچ نہ تھا۔ المحب الطبری نے یہ بات کہی ہے۔ عام بیعت کے روز صبح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی بات صراحت سے کہی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطبے میں اس کی وضاحت کی۔

۲- تاریخ الطبری۔ الریاض النضرۃ۔ ابن ہشام

۳- یہ حدیث میں نے مختلف مصادر سے جمع کی ہے، ان میں بعض روایات صحیح اور بعض صحیح نہیں۔ میں نے اس پر تحقیق نہیں کی، اگر میرے لیے تحقیق کرنا ممکن ہوتا تو میں غیر صحیح روایت کو نہ بیان کرتا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہو۔ بس میں سمجھتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے معاملات کا انتظام فرمائیں گے اور ہم میں سے سب سے آخر میں اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے۔ اللہ نے تم میں اپنی وہ کتاب باقی رکھی ہے جس کے ذریعے اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کی۔ اب اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو تمھیں بھی وہ ہدایت ملے گی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس آدمی پر متحد کر دیا ہے جو تم میں سے بہترین ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ جب غار میں تھے تو دو میں سے دوسرے تھے۔ تمھارے معاملات کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہیں۔ اٹھو ان کی بیعت کر لو۔''

بیعتِ سقیفہ کے بعد لوگوں نے عام بیعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی۔ حمد و ثنا کے بعد انھوں نے فرمایا: ''لوگو! میں تمھارا حاکم بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم میں سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو میرے ساتھ تعاون کرو۔ اگر برائی کروں تو مجھے سیدھا کر کے رکھ دو۔ سچائی امانت ہے۔ جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ میں اس کا حق اسے واپس نہ دلا دوں۔ اور تم میں سے قوی میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک کہ میں ان شاء اللہ دوسرے کا حق ادا نہ کرا دوں۔ کوئی بھی قوم جب جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے اور جس قوم میں بھی بدکاری پھیلتی ہے اللہ تعالیٰ عام مصیبت میں انھیں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب تک اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی میں اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور اگر میں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تمھارے ذمے میری کسی قسم کی اطاعت نہیں۔ اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر رحم کرے۔ اٹھو نماز کے لیے۔''[1]

۱- المحب الطبری کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی ہے لیکن ہے مقطوع۔ اس کا مفہوم پورا ہے۔ یہ موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی مخالف ہے کہ بیعت مسجد میں اسی روز دفن سے پہلے ہوئی جس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ لیکن ان دونوں روایات میں تضاد اس لیے نہیں ہے کہ شاید بیعت مسجد میں منبر پر دوبارہ ہوئی ہو یا شاید وفات والے دن کچھ لوگوں نے بیعت نہ کی ہو۔ اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسرے روز صبح بیٹھے ہوں اور لوگوں نے بیعت کی ہو۔

بیعت سے تاخیر کرنے والے:

سب سے پہلے شخص جو بیعت سے رکے رہے وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انصار پہلے ان کی بیعت کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ان سے بیعت لے کر چھوڑیں گے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ جنھوں نے انصار میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا کہنے لگے کہ سعد رضی اللہ عنہ کبھی بھی تمھاری بیعت نہیں کریں گے۔ اور وہ قتل جبھی ہو سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ ان کا لڑکا، گھر والے اور کچھ قبیلے والے قتل ہو جائیں۔ اور اگر انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں تو کوئی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو اکیلے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول کر لیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے صرف نظر کیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نہ ان کے ساتھ نماز پڑھتے، نہ ان کے ساتھ روزہ رکھتے اور حج کرتے تو ان کے ساتھ نہ جاتے۔ معاملہ اسی طرح چلتا رہا تا آنکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے تھوڑے ہی دِن بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ شام کی طرف جہاد کے لیے نکلے اور حوران میں بغیر کسی کی بیعت کے انتقال کر گئے۔

یہ بات اجماع میں مانع نہیں کیونکہ عناد اور عصبیت کے اظہار کے ساتھ ایک شخص کا اختلاف اجماع کو ختم نہیں کر دیتا۔

اس روز ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے بنو ہاشم میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان کے دونوں بیٹے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے۔ باقی مہاجرین میں سے زبیر، طلحہ، سلمان[۱]، عمار،

۱- کہتے ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اصل میں اصفہان کے تھے۔ انھوں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہونے والی ہے۔ یہ اس تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ قید ہوئے اور مدینے میں بیچ دیے گئے اور غلامی میں رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہ مسلمان ہو گئے۔ پہلی دفعہ جنگِ خندق میں شریک ہوئے۔ باقی غزوات اور فتوحاتِ عراق میں شریک ہوئے۔ مدائن کے گورنر مقرر ہوئے۔ عالم وزاہد تھے۔ بیت المال میں سے حصہ آتا تو صدقہ کر دیتے اور خود کھجور کی چٹائیاں بن کر اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے۔ ۳۳ھ میں وفات پائی۔

ابوذر[1] اور مقداد رضی اللہ عنہما وغیرہم اور خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے۔ پھر ان سب نے بیعت کرلی۔ کسی نے فوراً اور کسی نے کچھ عرصہ بعد۔ بہر حال فی الجملہ اس امر میں مسلمانوں کے تمام گروہوں میں کوئی اختلاف نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت اہل اسلام میں سے کوئی ان کا مخالف نہیں تھا۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کرتے ہیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو چکی تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر کہنے لگے: ''علی! اور تم اے عباس! بتاؤ یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ خلافت قریش کے سب سے گھٹیا اور قلیل التعداد قبیلے میں چلی گئی۔ چاہو تو گھڑ سوار اور پیادہ فوج سے ہر جگہ بھر دوں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سب کچھ لے لوں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم نہیں چاہتے کہ تم گھڑ سوار اور پیادہ فوج سے یہ جگہ بھر دو۔ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہم نے اس کام کا اہل نہ پایا ہوتا تو ہم یہ خلافت اس کے پاس کبھی نہ جانے دیتے۔ اور ابوسفیان! یہ بات جان لو کہ مومنین کا گروہ وہ ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ مخلص ہوتے ہیں اور منافقین کا گروہ وہ ہے جو ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں اور گھر بار اور نسب کے اعتبار سے باہم دگر کتنے ہی قریبی کیوں نہ ہوں وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت کرتے ہیں''۔[3]

علی رضی اللہ عنہ نے بیعت میں دیر کی اور گھر میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا کہ بیعت میں دیر کیوں کر رہے ہو؟ کیا میری خلافت تمھیں پسند نہیں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''خلافت ناپسند نہیں، بلکہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں سوائے نماز کے

۱- ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے نام میں بہت اختلاف ہے۔ صحیح روایت یہ ہے کہ نام جندب بن جنادہ ہے۔ آپ کبار اور صاحبِ فضیلت صحابہ میں سے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے اعتبار سے پانچویں آدمی ہیں۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ صحیحین میں ہے۔ جب یہ آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بات کرنے میں پہل کرتے اور غائب ہو جاتے تو ان کی تلاش کرتے۔ انھی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر ابوذر سے زیادہ سچا لہجہ کسی کا نہیں۔ ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں مقام ربذہ پر وفات پائی۔

۲- الریاض النضرۃ۔ ۳- الموافقۃ لابن سمان

Marfat.com

کسی مقصد کے لیے چادر نہیں اوڑھوں گا''۔[۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے متعلق دو روایتیں ہیں۔

مہاجرین و انصار نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو وہ منبر پر چڑھے۔ لوگوں کے چہرے دیکھے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔ انھیں بلایا۔ وہ آ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی کے لڑکے اور ان کے حواری! تم چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی لاٹھی ٹوٹ جائے''؟ (یعنی ان میں تفرقہ پڑ جائے)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! سرزنش نہ کیجیے''۔ انھوں نے اٹھ کر بیعت کر لی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر دیکھا۔ علی رضی اللہ عنہ دکھائی نہ دیے۔ انھیں بلا بھیجا اور وہ حاضر ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور داماد! تم چاہتے ہو کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ سرزنش نہ کیجیے''۔ اور انھوں نے بیعت کر لی۔

حافظ ابنِ عساکر کہتے ہیں کہ علی و زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں جو روایات ہیں یہ ان میں سے صحیح ترین ہیں۔

ابن خزیمہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ ابن خزیمہ[۲] کہتے ہیں کہ مسلم بن حجاج میرے پاس آئے۔ انھوں نے مجھ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔ میں

۱- الریاض النضرۃ میں یہ روایت ابن سیرین سے ہے۔ کتاب کے آخر میں توحیدی کی روایت کے مطابق وہ چٹھی آئے گی جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے علی رضی اللہ عنہ کو بھیجی۔ ساتھ ہی وہ جواب بھی ہوگا جو علی رضی اللہ عنہ نے دیا۔ میری تحقیق کے مطابق چٹھی والی روایت کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ توحیدی کی موضع روایت ہے جو اس نے ادبا کے اسلوب پر قصیدہ بیان کرتے ہوئے لکھ دی ہے۔

۲- یہ حافظ کبیر امام الائمہ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سلمی نیشاپوری ہیں۔ ۲۲۳ھ میں ولادت ہوئی۔ چھوٹی عمر میں ہی حدیث سے اعتنا رہا۔ پھر کثیر روایات بیان کیں اور خوب کیں۔ تصانیف لکھیں اور اپنے دور میں خراسان میں امامت اور حافظے کے اعتبار سے سب سے بلند تھے۔ شیخین نے صحیحین کے علاوہ دوسری کتب میں ان سے روایت کی ہے۔ یہ خود کہتے ہیں کہ میں نے جو بھی چیز کبھی لکھی ہے میں اسے جانتا ہوں۔ حاکم کہتے ہیں کہ مسائل کے علاوہ ان کی تصانیف ۱۴۰ سے زیادہ ہیں۔ ۳۱۱ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

نے کاغذ پر ان کے لیے لکھی اور انھیں پڑھ کر سنائی۔ وہ کہنے لگے کہ یہ ایک حدیث اپنی قیمت میں ایک اونٹ بلکہ دیناروں کی ایک تھیلی کے برابر ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا[1] اور عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کرنے آئے۔ وہ اس وقت باغِ فدک اور خیبر کی زمین میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ مانگتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''ہم انبیا علیہم السلام کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔ اور بخدا! جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے میں نے دیکھا ہے، وہ کر کے چھوڑوں گا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چلی گئیں اور پھر اپنی موت تک اس سلسلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے انھوں نے بات نہیں کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوگوں کی توجہ کا باعث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی تھی۔ جب آپ وفات پا گئیں تو لوگوں کی توجہ ان سے ہٹ گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھے ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا انتقال فرما گئیں۔ اب خاندان کے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ ان کے ہاں تشریف لائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اکیلے نہ جایئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں لازماً اکیلا ہی جاؤں گا اور وہ مجھے کریں گے کیا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے۔ بنو ہاشم وہاں جمع تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور حمد وثنا کے بعد فرمانے لگے: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! آپ کی بیعت سے ہم اس لیے نہیں رکے رہے کہ آپ کی فضیلت کا ہمیں انکار تھا یا بھلائی کا جو مقام اللہ نے آپ کو دیا ہے اس میں کوئی حسد تھا،

1- یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ حضرت مریم کے علاوہ باقی عورتوں کی جنت میں سردار ہوں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُحد کے بعد ان سے نکاح کیا جب کہ ان کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل صرف ان سے چل رہی ہے۔ اہل بیت میں سے یہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں۔ ۲۹، ۳۰ یا ۳۵ برس کی عمر میں رمضان ۱۱ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

بلکہ ہم سمجھتے تھے کہ وراثت میں ہمارا حق ہے اور آپ نے ہم پر زیادتی کی ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قرابت اور اپنے حق کا پیہم ذکر کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ چپ ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور حمد و ثنا کے بعد فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور یہ مال جس کا معاملہ میرے تمھارے درمیان تھا میں تم تک اس کے پہنچانے میں کوئی کوتاہی یا تاخیر نہ کرتا، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ'' ہم انبیا علیہم السلام کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے اور بخدا! مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بھی فعل یاد آ جائے میں ان شاء اللہ اسی طرح ضرور کروں گا''۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: '' شام کو آپ کی بیعت ہو گی''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نمازِ ظہر پڑھ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کچھ معذوریاں بیان کیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عظیم حق، ان کی فضیلت اور سبقت اِلی الاِسلام بیان کی۔ پھر آگے بڑھے اور آپ کی بیعت کر لی۔ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لپکے اور کہا کہ آپ نے بہت خوب کیا ہے۔[1]

❀❀❀

۱- الریاض النضرۃ: مصنف کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے۔ بیعت میں علی رضی اللہ عنہ کی تاخیر کا جو سبب المحب الطبری نے بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحت کا یقین تھا یا نہیں تھا۔ اگر انھیں یہ یقین تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں اور مسلمانوں کے اہل الحل والعقد کے اجماع سے بیعت ہونے کے بعد انھوں نے تاخیر کی تو یہ تاخیر جماعت سے مفارقت، اطاعت سے خروج اور حق سے انحراف تھا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے بری و منزہ اور ان کا اسلام میں مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انھیں خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحت اور ان کے سب سے زیادہ حق دار ہونے کا یقین نہیں تھا۔ تو اس حالت میں وہ باطل پر مطمئن و رضامند ہوئے اور اپنی ساری قوت، جراَتِ ایمانی اور کثرتِ معاونین کے باوجود اپنے قول و عمل سے اس خلافت کے بطلان کا اظہار نہ کیا اور بس فاطمہ رضی اللہ عنہا، عباس رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم پر اکتفا کر لیا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے بھی منزہ ہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

(بقیہ سابقہ صفحہ) بس آخری صورت یہی رہ جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کی خلافت کے قائل تھے، لیکن جمعِ قرآن میں مصروف تھے اور ساتھ ہی یہ سمجھتے تھے کہ ان کا بھی خلافت میں حق ہے۔ جب جمِ غفیر بیعتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر متفق ہو گیا تو انھیں اپنے حق کے بارے میں تذبذب پیدا ہو گیا اور انھوں نے اظہار اور اس کے مطابق بیعت کے مطالبے میں جلدی اس مصلحت کے پیش نظر نہ کی کہ وہ اس پر اچھی طرح غور کر لیں اور دوسرے یہ کہ اس سے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا ہوگا۔ وہ دونوں معاملات میں پیچھے رہے نہ بیعت کی نہ اپنی بیعت کی دعوت دی۔ بلکہ حزم و احتیاط کی راہ پر گامزن رہے۔ یہ وقفہ ان کے اجتہاد کا تھا جس پر انھیں اجر ملے گا۔ اس کے بعد جب ان پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خلافت کے لیے ان کا استحقاق واضح ہو گیا۔ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی سامنے آ گئے۔ ساتھ ہی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی تو انھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے ہاں تشریف لائیے۔ وہ آئے تو انھوں نے معذرت کی کہ وہ خلافت پر اپنا حق سمجھتے تھے اور جیسا کہ سیاقِ کلام دلالت کرتا ہے، یہ خواب اب ختم ہو گیا تھا۔ اس وقت قرابت کا ذکر کسی دلیل کے طور پر نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ تو معذرت کر رہے تھے اور معذرت خواہ بحث نہیں کیا کرتا، بلکہ یہ تاخیر کی وجہ بتائی جا رہی ہے تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ یہ تاخیر کسی نفسانی خواہش کی بنا پر تھی کسی اجتہاد و فکر کی وجہ سے نہیں تھی اور مجتہد غلطی بھی کرے تو اسے اجر ملتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور اس کی دلیل

شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ اہل سنت میں اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص کے ذریعے ہوئی یا انتخاب کے ذریعے۔

حسن بصری[1] اور اہل حدیث کے ایک گروہ کا مسلک یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص خفی اور اشارۂ نص کے ذریعے ہوئی۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ بیعت نصِ جلی کے ذریعے منعقد ہوئی۔ اہل حدیث کی ایک جماعت، معتزلہ اور اشاعرہ کا موقف یہ ہے کہ انتخاب کے ذریعے یہ خلافت قائم ہوئی۔

نص کے ساتھ ثابت کرنے کے لیے کئی روایات ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو صحیح بخاری میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ[2] سے نقل کی گئی ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اب جاؤ پھر آنا۔ وہ کہنے لگی کہ اگر میں پھر آؤں اور آپ نہ ملیں تو (گویا اس کی مراد انتقال سے تھی) تو کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف رُجوع کرنا۔ اس کا سیاق اور اس قسم کی اور احادیث بھی بخاری نے بیان کی ہیں اور یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت پر نص ہے۔

۱- یہ حسن بن ابوالحسن یسار بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دو سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے رہتے تھے جب ان کی ولادت ہوئی۔ بہت بڑے عالم اور بلند مرتبہ فقیہہ تھے۔ ثقہ تھے۔ عابد، زاہد، حسین، فصیح اور بہادر تھے۔ ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں تقریباً دس سال تک حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آتا جاتا رہا۔ ہر آئے دن میں ان سے کوئی ایسی بات سنتا جو پہلے نہیں سنی ہوتی تھی۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کا ذکر ہوتا تو وہ کہتے کہ ان کا کلام انبیا کے کلام سے مشابہ ہے۔ ابن جوزی نے ایک رسالے میں ان کے بہت سے مناقب اور اقوال درج کیے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بصرہ کے گورنر رہے۔ وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

۲- جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل قریشی ہیں، قریش کے سرداروں میں سے تھے اور علم الانساب کے ماہر تھے۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصے میں مسلمان ہوئے۔ ۵۷ھ یا اس کے بعد وفات ہوئی۔

Marfat.com

سنن کی کتابوں میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ[1] بن یمان کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد آنے والوں یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا اتباع کرنا"۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں اس روز تشریف لائے جب کہ مرض کی ابتدا ہوئی تھی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے تحریر لکھ دوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کو اور مسلمانوں کو سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی اور کو قبول کرنے سے انکار ہے۔ ایک روایت اس طرح کی ہے کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ میں تحریر لکھوا دوں تا کہ اس خلافت کے معاملے میں کوئی اور توقع ہی نہ رکھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے تحریر لکھوا دوں تا کہ کوئی شخص اختلاف نہ کر سکے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی پناہ کہ مومن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلاف کر سکیں۔

نماز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے آگے کھڑے کرنے کی احادیث مشہور و معروف ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تکرار کے باوجود ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ چنانچہ آپؐ کی بیماری کے زمانے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھاتے رہے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں سویا ہوا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کنوئیں پر میں کھڑا ہوں۔ وہاں ایک ڈول تھا۔ میں نے کنوئیں میں سے ڈول نکالے۔ پھر ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) آئے۔ انھوں نے ایک یا دو ڈول نکالے۔ اللہ معاف کرے ان کے نکالنے میں ذرا کمزوری تھی۔

۱- یہ حذیفہ بن حسل یا حسیل بن جابر عبسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یمان حسل ان کا اس لیے لقب پڑ گیا کہ انھوں نے انصار سے معاہدہ کیا اور وہ یمنی تھے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد مسلمان ہوئے اور ہجرت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اختیار دیا کہ چاہیں تو خود کو مہاجرین میں شمار کرائیں اور چاہیں تو انصار میں۔ انھوں نے انصار میں سے ہونے کو ترجیح دی۔ جنگِ اُحد میں شرکت کی۔ نہاوند کی لڑائی میں شامل تھے۔ وہاں کے سپہ سالار شہید ہو گئے تو جھنڈا انھوں نے تھام لیا۔ ہمدان، رے اور دینور انھی کے ہاتھوں پر فتح ہوا۔ نصیبین میں مقیم ہو گئے۔ اور وہیں شادی کر لی۔ ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میری تمنا ہے کہ مجھے ابوعبیدہ، معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم جیسے لوگ مل جائیں تو عامل مقرر کروں۔ وہ لوگ اللہ کے مطیع تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مدائن کا گورنر مقرر کیا۔ یہ وہیں رہے حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد ۳۳ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

اب یہ ڈول بہت بڑا ہو گیا۔ اس مرتبہ ابن خطاب رضی اللہ عنہ آ کر ڈول پکڑتے ہیں تو میں نے کسی عبقری کو نہیں دیکھا کہ اس طرح کام کرتا ہو۔ انھوں نے لوگوں کو مطمئن کر دیا۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:
''اگر میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے۔ مسجد کی طرف کی سب کھڑکیاں سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے بند کر دی جائیں''۔

سنن ابو داؤد[1] وغیرہ میں اشعث[2] کی روایت ہے۔ وہ حسن سے اور حسن ابوبکرة[3] سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کسی نے خواب دیکھا ہو؟ ایک آدمی نے کہا کہ ہاں میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک ترازو اترا۔ اس میں آپؐ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تلے۔ آپؐ کا وزن زیادہ رہا۔ پھر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما تلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا جھک گیا۔ اس کے بعد عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما ترازو میں بیٹھے تو عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر یہ ترازو اُٹھ گیا۔[4] میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔ آپؐ نے تاویل بیان فرمائی

۱- سنن ابو داؤد کے مؤلف یہ سلیمان بن اشعث بن اسحاق بجستانی امام عصر تھے۔ سفر کرتے رہے۔ مختلف علاقوں کے چکر کاٹ کاٹ کر احادیث جمع کرتے اور کتابیں تصنیف کرتے رہے۔ سنن ابو داؤد کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ پانچ لاکھ احادیث میں سے سنن کی یہ احادیث منتخب کی ہیں۔ ابن اعرابی کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص کے پاس کتاب اللہ اور سنن ابو داؤد کے سوا کوئی کتاب نہ ہوتی تو بھی وہ مزید علم کا محتاج نہ ہوتا۔ ان کی ولادت ۲۰۲ھ میں اور وفات ۲۷۵ھ میں ہوئی۔

۲- اشعث بن عبدالملک بن حمران بصری، ثقہ، پختہ، مضبوط حافظے والے اور فقیہہ تھے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی اکثر احادیث میں کوئی خامی نہیں ہوتی۔ ان کی روایات لکھی جاتیں اور سند مانی جاتی ہیں۔ کثیر روایات کے مطابق ان کی وفات ۱۴۶ھ میں ہوئی۔

۳- نفیع بن حارث بن کلدہ ثقفی، ان کے والد کا نام مسروح اور یہ حارث بن کلدة کے غلام تھے، حارث نے نسبا ان کو اپنی طرف منسوب کر لیا تھا۔ خیار صحابہ میں سے تھے۔ بصرہ میں سکونت اختیار رکھی، طائف کے محاصرے کے دوران فصیل شہر سے چرخی (بکرة) کے ذریعے اتر کر نبی کریمؐ کے پاس پہنچے، اسی وجہ سے ابوبکرة کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۵۰ھ یا اس کے بعد وفات ہوئی۔

۴- اس حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر نہیں آتا اور اس سے یہ تأثر پیدا ہو سکتا ہے کہ آپ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں شامل نہیں، لیکن اس مضمون کی متعدد احادیث کتبِ احادیث میں موجود ہیں، جن سے آپ کا خلیفۂ راشد ہونا ثابت ہے اور اجماعِ امت بھی یہی ہے کہ آپ خلیفۂ راشد تھے۔ [مترجم]

Marfat.com

کہ پہلے خلافت ہوگی۔ پھر اللہ جسے چاہے گا حکومت دے گا۔

نبی کریمؐ نے واضح کیا کہ ان تینوں صحابہ کا دورِ خلافت کا دور ہوگا اور اس کے بعد بادشاہت آ جائے گی۔ اس روایت میں حضرت علیؓ کے زمانے کا ذکر نہیں کیونکہ اس دور میں الگ مجتمع نہ رہے بلکہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ حضرت علیؓ کا دور نہ تو منظم خلافت کا دور رہے نہ ہی بادشاہت کا۔

ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مردِ صالح نے رات خواب میں دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چمٹا دیے گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر آ گئے تو آپس میں ہم نے کہا کہ ''مردِ صالح'' خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ جو مختلف لوگ مختلف لوگوں کے ساتھ منسلک کر دیے گئے ہیں تو اس سے مراد وہ نائبین ہیں جن کے سپرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعوت کی جائے گی۔

ابوداؤد نے سمرہ[1] بن جندب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے ایک ڈول دیکھا جو آسمان سے نیچے لٹکایا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ انھوں نے وہ ڈول منہ پر بندھی ہوئی لکڑی سے پکڑا اور تھوڑا سا پانی پیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے ڈول پکڑ کر اتنا پیا کہ سیر ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے بھی پیٹ بھر کے پیا۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے۔ انھوں نے ڈول پکڑا تو وہ ہاتھوں سے نکل گیا اور اس کے اندر کی چیز کا کچھ حصہ چھلک کر ان پر آ گرا۔

۱- یہ سمرہ بن جندب بن ہلال فزاری رضی اللہ عنہ انصار کے حلیف ہیں۔ ان کی والدہ ان کے والد کی وفات کے بعد انھیں مدینہ لے کر آ ئیں۔ وہاں ایک انصاری مرد سے ان کا نکاح ہو گیا۔ جس کے ہاں سمرہ رضی اللہ عنہ زیرِ تربیت رہے۔ انصار کے لڑکے ہر سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیے جاتے۔ ایک لڑکا گزرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں جانے کی اسے اجازت دے دی۔ سمرہ رضی اللہ عنہ گزرے تو رد کر دیا۔ سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسے اجازت دے دی اور مجھے مسترد کر دیا حالانکہ اگر ہماری کشتی ہو تو میں اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر کشتی لڑو۔ کشتی ہوئی تو سمرہ رضی اللہ عنہ نے پچھاڑ دیا اور انھیں اجازت مل گئی۔ سوائے ایک جنگ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے رہے۔ بصرہ میں رہے۔ زیاد کوفہ جاتا تو انھیں بصرہ کا نائب مقرر کر جاتا اور بصرہ جاتا تو انھیں کوفہ کا نائب مقرر کر جاتا۔ خوارج کے بارے میں بڑے شدید تھے۔ اسی لیے وہ ان پر طعن کرتے۔ ۶۰ھ سے پہلے وفات پائی۔

Marfat.com

سعید بن جمہان[1]، سفینہ رضی اللہ عنہ[2] سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تیس سال ہوگی۔ پھر اللہ جسے چاہے گا بادشاہت دے گا۔

ان تمام روایات بالا کی صحت کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا، ان روایات کی اسناد اور متون پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ماثور روایت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اپنا جانشین نامزد کروں تو اس لیے جائز ہے کہ مجھ سے بہتر شخص یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نامزد کیا اور اگر نہ کروں تو بھی مضائقہ نہیں، کیونکہ مجھ سے بہتر ہستی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا۔

اصل صورتِ حال کو اللہ بہتر جانتا ہے۔ ویسے اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریری طور پر کسی کو نامزد نہیں کیا اور کسی کی جانشینی کے لیے اگر کوئی تحریر لکھواتے تو وہ ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ایک بار لکھوانے کا ارادہ کر کے ترک فرمایا یہ کہتے ہوئے کہ اللہ اور مسلمان سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کے لیے رضامند نہیں ہیں اور یہ الفاظ مجرد تحریر سے زیادہ موثر ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعدد اقوال و افعال سے مسلمانوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف رہنمائی کی۔ آپؐ نے اس خلافت کی خبر اس طرح دی کہ آپؐ خود اس سے راضی اور اس کے مداح ہیں۔ اس پر تحریر لکھوانے کا بھی ارادہ فرمایا، لیکن اس یقین پر کہ مسلمان اس پر متحد ہو جائیں گے، یہ ارادہ ترک کر دیا۔ مرض کی حالت میں جمعرات کے روز پھر یہ عزم کیا۔ اس وقت کچھ لوگوں کو شک ہوا کہ یہ بات آپؐ بیماری کی وجہ سے فرما رہے ہیں یا یہ کوئی ایسی بات ہے کہ جس کی اطاعت لازمی ہے، آپؐ نے اس اعتماد پر کہ اللہ اور مومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب کریں گے یہ

۱- سعید بن جمہان اسلمی ابوحفص بصری کا ذکر ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی وفات بصرہ میں ۱۳۶ھ میں ہوئی۔

۲- سفینہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ ان کے نام کے بارے میں زبردست اختلاف ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو جب کوئی تھک جاتا تو اپنی تلوار ڈھال یا نیزہ مجھ پر لاد دیتا۔ اس طرح یہ بہت بوجھ بن گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو تو سفینہ (کشتی) ہے۔ جب ان سے نام پوچھا جاتا تو یہ کہتے کہ میں نہیں بتاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام سفینہ رکھا ہے تو میں کوئی اور نام نہیں چاہتا۔

ارادہ چھوڑ دیا۔ اگر اس تعیین کے بارے میں امت کو کسی اشتباہ کا خطرہ ہوتا تو حضور اکرم ﷺ اس کی وہ وضاحت فرماتے کہ کوئی عذر باقی نہ رہ جاتا، لیکن جب متعدد طریقوں سے آپؐ نے اشارات فرما دیے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی مستحق ہیں اور لوگ اس بات کو سمجھ گئے تو مقصود حاصل ہو گیا۔

اسی لیے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کے اجتماع کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہم میں سے بہترین ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے تو کسی ایک شخص نے بھی اس کا انکار نہیں کیا اور کسی ایک صحابی نے بھی نہیں کہا کہ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور خلیفہ ہو۔

سوائے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے کہ وہ خود خلافت کے طالب تھے۔ سب انصار نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور کسی ایک صحابی نے بھی یہ نہیں کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ علی، عباس رضی اللہ عنہما یا کسی اور کی خلافت کا حکم دیا جیسا کہ کچھ مبتدعین کہتے ہیں۔

ابن بطہ[1] روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر[2] بن عبدالعزیز نے محمد بن زبیر حنظلی[3] کو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ پوچھنے کے لیے بھیجا کہ آیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا؟ تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ تیرے ساتھی (عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) کو اس بارے میں کوئی شک ہے؟ ہاں! اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود

۱- یہ عبید بن محمد ابو عبداللہ البصری حنبلی ہیں۔ مدینہ، سرحدوں اور بصرہ وغیرہ کی طرف بہت سفر کیے۔ سفر سے واپس آئے تو چالیس سال تک گھر میں رہے۔ اس عرصے میں کبھی بازار میں دکھائی نہیں دیے اور سوائے عیدین کے کبھی روزہ نہیں چھوڑا۔ نیکی کا بہت زیادہ حکم دینے والے تھے۔ منکر کی خبر پہنچتی تو بس اسے مٹا کے چھوڑتے۔ صالح شیخ، مستجاب الدعوات تھے۔ ۳۸۷ھ میں وفات پائی۔ ان کی ایک سو سے زیادہ تصانیف ہیں۔

۲- یہ خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اُموی ہیں۔ ۶۱ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں مدینہ کے گورنر تھے۔ سلیمان نے شام میں انھیں اپنا وزیر بنا لیا۔ سلیمان کے بعد ۹۹ھ میں خلیفہ بنے۔ ان کی خلافت کا عرصہ کچھ زیادہ لمبا نہ ہوا۔ انھیں زہر دے دیا گیا اور ۱۰۱ھ میں ان کی وفات ہو گئی۔ دیر سمعان میں دفن کیے گئے۔ ان کے عدل اور حسنِ سیاست کے متعلق بہت سی روایات ہیں۔ ابن عبدالحکم نے ان کی سیرت پر مستقل کتاب لکھی ہے جسے مکتبۂ عربیہ نے چھاپا ہے۔

۳- یہ محمد بن زبیر تمیمی حنظلی بصری ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ کوفی الاصل تھے۔ ان سے کم احادیث مروی ہیں۔

Marfat.com

نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جانشین مقرر فرمایا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سے کہیں زیادہ متقی تھے کہ ان کی وفات بحیثیت خلیفہ کے ہوتی، جب کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہ فرمایا ہوتا۔

فی الجملہ بات یہ ہے کہ جنھوں نے بھی یہ بات نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو جانشین نامزد کرنا چاہتے تھے، ان کے پاس کوئی دینی اور شرعی دلیل نہیں ہے۔ نہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی افضل اور زیادہ حق دار تھا۔ یہ بس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم اور قبیلے سے محبت کی وجہ سے بات پیدا ہوئی ہے۔ ورنہ وہ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی ان سے محبت کو جانتے ہیں[1]۔

............❀❀❀............

[1]- شرح العقیدة الحمویة۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے ائمہ اس اجماع کے قائل ہیں۔ ابنِ یعلیٰ کی کتاب طبقات الحنابلہ میں امام احمد سے روایت کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ مستحق تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن باندھتا ہے۔ سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس اجماع کا ذکر کیا، حتیٰ کہ اب یہ بات اسلامی عقیدے کا اس طرح جزو بن گئی ہے کہ عقائد کی کوئی کتاب اس سے خالی نہیں اور یہ اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر لازمی ہے۔

Marfat.com

جیشِ اُسامہ رضی اللہ عنہ اور اہلِ ارتداد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو حکم دے کر بھیجا کہ ان کا لشکر سرزمین فلسطین کے مقامات بلقاء اور داروم کو مغلوب کر کے آئے۔ لوگ تیار ہوئے۔ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مہاجرین اوّلین تھے۔ یہ آخری دستہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا۔ لوگ تیار ہو رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں مبتلا ہو گئے جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رحمت کی طرف منتقل کر لیا[1]۔ لشکر کا آخری آدمی ابھی خندق سے گزرا نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے۔ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو روک لیا، حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے۔ اس لشکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ خلیفہ رسول کے پاس جایئے اور ان سے اجازت لیجیے کہ میں لوگوں کو واپس لے آؤں، کیونکہ میرے ساتھ سربرآوردہ قسم کے لوگ ہیں جن کی مدینہ میں ضرورت ہوگی اور میں خلیفہ کے بارے میں اور مسلمانوں کے مال کے بارے میں مطمئن نہیں ہوں کہ مشرکین کہیں ان پر دھاوا نہ بول دیں۔

انصار نے کہا کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکر کے جانے ہی پر اصرار کیا تو ان سے کہنا کہ وہ اُسامہ سے زیادہ عمر کے کسی آدمی کو سپہ سالار بنا کر بھیجیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق وہاں سے نکلے[2]۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انھیں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی بات پہنچائی اور عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عرب مرتد ہو گئے ہیں تو کیا آپ اب بھی اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو بھیجنا ہی چاہتے ہیں؟ اور یہ بھی کہ اس لشکر میں سربرآوردہ قسم کے لوگ ہیں۔ اگر آپ انھیں روک لیں تو مرتدین کے مقابلے میں وہ آپ کے لیے باعثِ تقویت بنیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "بخدا! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ درندے مجھے کھینچ کے لے جائیں گے تو بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا۔ جو جھنڈا رسول اللہ ﷺ نے گاڑا ہے میں اسے نہیں

۱- ابن ہشام ۲- تاریخ طبری

Marfat.com

اکھاڑوں گا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: انصار نے مجھے آپ تک یہ بات پہنچانے کے لیے کہا ہے کہ آپ کسی ایسے آدمی کو مقرر کریں جو اُسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر کا ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے اچھل کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی پکڑی اور کہا: ''اے ابن خطاب! تیری ماں تجھے کھودے۔ رسول اللہؐ نے اسے مقرر فرمایا ہے اور تو مجھے کہتا ہے کہ میں اسے ہٹادوں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکلے تو لوگوں نے پوچھا: ''کیا بنا؟'' انھوں نے فرمایا: ''چلو۔ تمھاری مائیں تمھیں کھودیں۔ تمھاری وجہ سے میں نے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہا[1]؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دوسرے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منادی کرائی کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر مکمل ہو جائے۔ اس کا کوئی فرد مدینہ میں نہ رہ جائے اور سب نکل کے مقامِ جرف پر پہنچ جائیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حمد وثنا کے بعد لشکر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگو! مجھے اس معاملے کا ذمہ دار بنایا گیا ہے جب کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی اور میری جگہ کافی ہوتا اور یہ فرائض سنبھالتا۔ میں تم میں سے کسی سے بھی بہتر نہیں ہوں۔ تم میری نگرانی کرتے رہنا۔ اگر راست رو پاؤ تو اتباع کرو اور اگر کج روی اختیار کرتے دیکھو تو مجھے سیدھا کردو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں انتقال فرمایا کہ اس امت کے کسی فرد کا اتنا بھی حق ان کے ذمے باقی نہ تھا کہ آپؐ نے ناجائز کوڑا مارا ہو یا اس سے کم وبیش کوئی چیز کی ہو۔ دیکھو! میرا شیطان میرے ساتھ رہتا ہے۔ وہ مجھ پر غالب آجائے تو مجھ سے بچ جانا کہ میں تمھارے درمیان کوئی ترجیحی سلوک نہ کروں''[2]۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیدل چلتے ہوئے لشکر کو الوداع کہا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ انھوں نے عرض کیا: ''خلیفۂ رسول! یا آپ سوار ہو جائیں یا میں بھی اتر جاؤں گا''۔ انھوں نے فرمایا: ''بخدا! نہ میں سوار ہوں گا، نہ تم اترو گے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ایک گھڑی کے لیے بھی اللہ کی راہ میں میرے پاؤں غبار آلود نہ ہوں جب کہ غازی کے ہر قدم پر اسے سات سو نیکیاں ملتی ہیں۔ اس کی سات سو برائیاں مٹتی ہیں اور اس کے سات سو درجے بلند ہوتے ہیں''۔ جب وہ ایک

۱- تاریخ طبری ۲- ابن سعد اور طبری کی روایات ہم نے جمع کردی ہیں۔

منزل تک سفر کر چکے تو حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ اگر مناسب سمجھو تو عمر رضی اللہ عنہ کو یہاں چھوڑ کر میری مدد کر دو۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! ٹھہر جاؤ، میں تمھیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں وہ یاد کر لو:

خیانت نہ کرنا۔ مالِ غنیمت میں بد دیانتی نہ کرنا۔ عہد شکنی نہ کرنا۔ کسی کو مثلہ نہ بنانا۔ چھوٹے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ کھجور کے درخت نہ کاٹنا نہ جلانا۔ پھل نہ توڑنا۔ بکری، گائے اور اونٹ وغیرہ کھانے کی ضرورت کے سوا ذبح نہ کرنا۔ تمھارا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوگا جنھوں نے خود کو گرجوں کے لیے وقف کر رکھا ہے، تو انھیں نہ چھیڑنا۔ کچھ ایسے لوگ ملیں گے جن کے برتنوں میں رنگا رنگ کے کھانے ہوں گے۔ اگر ان کھانوں میں سے یکے بعد دیگرے کھاؤ تو اللہ کا نام لے کر کھانا۔ کچھ ایسے لوگ بھی تم پاؤ گے جنھوں نے درمیان سے سر منڈا رکھے ہوں گے اور ارد گرد پٹے رکھے ہوں گے ان کے سر تلواروں سے اڑا دینا۔ اب اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ؐ کے احکام کے مطابق چلنا۔ بنو قضاعہ کے علاقوں سے ابتدا کرنا۔ پھر آبل شہر جانا اور حضور ؐ کے فرامین میں کوتاہی نہ کرنا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ ذوی المروہ اور وادی سے تیزی سے گزرتے ہوئے وہاں پہنچے جہاں کا حکم رسول اللہ ؐ نے دیا تھا۔ وہاں سے صحیح سالم، مالِ غنیمت لے کر لوٹے۔ اور قیام و رجوع کا عرصہ چھوڑ کر یہ چالیس دن میں فارغ ہوئے[1]۔ یہ لشکر جب کسی قبیلے کے پاس سے گزرتا تو وہ اگر ارتداد کا ارادہ کر رہا ہوتا تھا تو سوچتا کہ ان کے پاس قوت نہ ہوتی تو اس طرح کے لوگ وہاں سے نکل نہ کھڑے ہوتے۔ انھیں چھوڑ دو کہ اہل روم سے ان کی مڈ بھیڑ ہو جائے، پھر ہم دیکھیں گے۔ اہل روم سے سامنا ہوا تو رُومیوں نے شکست کھائی۔ مسلمان انھیں قتل کر کے صحیح سالم واپس آ گئے تو یہ قبیلے اسلام پر ثابت قدم رہے[2]۔

اہلِ ارتداد[3]

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ چلے ہی تھے کہ سرزمینِ عرب میں کفر پھیل گیا۔ قریش اور ثقیف کے سوا تقریباً ہر قبیلے میں سے عوام و خواص مرتد ہو گئے۔ مسیلمہ اور طلیحہ کا معاملہ خطرناک ہو گیا۔ بنو اسد

۱- تاریخ طبری ۲- الریاض النضرۃ۔

۳- رحلت نبوی ؐ کے وقت اسلام کا جھنڈا سارے جزیرۃ العرب پر لہرایا جا چکا تھا۔ تمام کا تمام عرب اسلام قبول کر چکا تھا۔ لیکن وفات نبوی ؐ کی خبر سنتے ہی عرب جاہلیت اور عصبیت کا زہریلا لاوا ابل پڑا اور...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اور قبیلہ طی کے لوگ طلیحہ پر متحد ہو گئے۔ پورا قبیلہ بنو غطفان، بنو سلیم میں سے خواص اور دوسرے قبیلوں کے عام لوگ مرتد ہونے لگے[1]۔

قتادہ[2] کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو مکہ، مدینہ اور بحرین کے علاوہ سارا عرب مرتد ہو گیا۔ انھوں نے کہا کہ نماز تو ہم پڑھیں گے لیکن رہ گئی زکوۃ تو ہمارے مال ہم سے چھینے نہیں جا سکتے[3]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مدینہ میں نفاق پھوٹ پڑا۔ اکثر عرب مرتد ہو گئے۔ مسلمانوں کی حالت بھیڑوں کے اس گلے کی سی تھی جو برسات کی رات میں جدھر منہ ہو جائے نکل پڑے، حتیٰ کہ اللہ نے انھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر متحد کر دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر وہ مصیبتیں آ پڑیں کہ اگر مضبوط پہاڑوں پر آ پڑتیں تو انھیں توڑ کے رکھ دیتیں[4]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین نہیں رہیں گے۔ جب آپؐ انتقال فرما گئے تو جزیرۂ عرب کے ہر گوشے میں عوام و خواص مرتد ہونے شروع ہو گئے۔ یہودیت و نصرانیت نے پَر پُرزے نکالنے شروع کر دیے۔ مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں نفاق پھوٹ پڑا۔

(بقیہ سابقہ صفحہ)...... ارتداد کا سیلاب اُمڈ آیا۔ ایمان حقیقی طور پر ان کے دلوں میں داخل نہ ہوا تھا اور جاہلی حمیت ابھی ان کے رگ و پے میں سوار تھی۔ مسیلمہ، طلیحہ اور اسود جیسے جھوٹے مدعی نبوت نمودار ہوئے جنھوں نے دین اسلام کی پیروی سے انکار کیا اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ اس وجہ سے انہوں نے زکوۃ دینے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ تو تاوان ہے اور ذلت اور بے عزتی کا معاملہ ہے، ہم ہرگز اسے ادا نہ کریں گے۔

۱- تاریخ طبری۔

۲- قتادہ بن نعمان بن زید اوسی انصاری رضی اللہ عنہ ماں کی طرف سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ صاحبِ فضیلت تھے۔ بیعتِ عقبہ، بدر و اُحد اور دوسرے معرکوں میں شریک ہوئے۔ جنگِ بدر یا اُحد یا خندق میں ان کی ایک آنکھ نکل گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہ اس کی جگہ رکھ دی تو دوسری سے زیادہ خوب صورت بن گئی۔ ۶۵ برس کی عمر میں ۲۳ھ میں وفات پائی۔

۳- تاریخ ابنِ عساکر کا خلاصہ۔

۵- ابن عساکر وغیرہ

Marfat.com

مانعین زکوٰۃ

مرتدین کے دو گروہ تھے۔ ایک وہ لوگ جو نماز پڑھتے تھے مگر زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ دوسرے وہ جو پورے دین کا انکار کرتے تھے۔ وہ نبوت کے جھوٹے دعوے داروں، مسیلمہ، طلیحہ اور اسود[1] پر ایمان لے آئے۔ پہلے گروہ نے کہا کہ ہم اللہ و رسول پر ایمان لاتے ہیں، لیکن اپنے مال تمھیں نہیں دیں گے۔ انھوں نے ایک وفد مدینے بھیجا۔ وہ وفد سرداروں کے پاس گیا۔ سوائے عباس رضی اللہ عنہ کے باقی لوگوں نے انھیں اپنے ہاں اتارا۔ وہ رہنما حضرات انھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر گئے کہ یہ لوگ نماز قائم کریں گے، لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حق پر پختہ کر دیا۔ انھوں نے فرمایا: ''خدا کی قسم! اگر یہ مال زکوٰۃ میں سے اونٹ کی ایک نکیل بھی روکیں گے تو میں اس کے لیے ان سے جہاد کروں گا''۔ اور زکوٰۃ کے اونٹوں کی نکیلیں اہل زکوٰۃ کے ذمے ہوتی تھیں۔ وفد واپس لوٹا دیا۔ ان لوگوں نے اپنی قوم کو جا کر خبر دی کہ مدینے میں لوگ بہت کم ہیں اور ترغیب دی کہ حملہ کر دو[2]۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ ان سے قتال کیسے کریں گے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا آنکہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہو جائیں۔ پس جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اس نے اپنی جان اور مال مجھ سے محفوظ کر لیا، اِلّا یہ کہ اس پر کوئی حق بنتا ہو۔ اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا! میں اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ مال زکوٰۃ میں سے بکری کا ایک بچہ بھی روکیں گے تو میں اس پر ان سے جہاد کروں گا''[3]۔

۱- یہ عیہلہ بن کعب بن عوف عنسی یمنی تھا۔ بڑا جبار، سخت گیر قسم کا انسان تھا۔ اس کے ہاتھ میں جادو کا سا کرتب تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے میں اسلام قبول کر کے مرتد ہو گیا۔ اسلام میں یہ پہلا مرتد تھا۔ نبوّت کا اس نے دعویٰ کیا۔ اس کا دائرۂ اثر حضرموت کے جنگل سے لے کر طائف، بحرین اور عدن تک وسیع ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کی ترغیب کے خطوط یمن بھیجے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک ماہ پہلے قتل کر دیا گیا۔

۲- تاریخ طبری۔ ۳- صحیحین

Marfat.com

اس بارے میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن میں حضرت عمر، ابوعبیدہ اور سالم[۱] مولیٰ ابی حذیفہ وغیرہ شامل تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بحث کی اور رائے دی کہ یہاں نرمی بہتر ہے۔ زمین ارتداد سے لرز گئی ہے، اب اسے ٹھہرانا ممکن نہیں، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیہم اس حق کے بارے میں وہ شرح صدر رہا کہ اس میں کوئی کمزوری واقع ہوئی اور نہ وہ ڈھیلا پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''خلیفۂ رسول! لوگوں سے نرمی اور ملاطفت کیجیے''۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے تم سے تعاون کی توقع تھی اور تم مجھے چھوڑے جا رہے ہو۔ جاہلیت میں بڑے سخت تھے۔ اب اسلام میں آ کر کمزور ہو گئے۔ وحی منقطع ہو گئی ہے۔ دین مکمل ہو گیا ہے۔ اب کیا میری زندگی میں اس میں کمی آ جائے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''الا بحقها'' نہیں فرمایا؟ اور نماز و زکوٰۃ اس کا حق ہیں۔ چاہے سارے ہی لوگ مجھے چھوڑ جائیں، میں اکیلا ان سے جہاد کروں گا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے قتال کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے، حتیٰ کہ مجھے بھی شرح صدر ہو گیا کہ یہ حق ہے[۲]۔

مدینہ کے گرد و نواح میں ارتداد کی لہر

بہت سے اہلِ مکہ بھی ارتداد کا ارادہ کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ ان سے ڈر کر چھپ گئے۔ اس موقع پر سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اسلام کی قوت میں اس سے اضافہ ہی ہوا ہے۔ اب جو شخص ہمارے سامنے ناپسندیدہ حرکت کرے گا، یعنی اسلام سے پھر جائے گا، ہم اس کی گردن مار دیں گے، تو لوگ اپنے ارادوں سے باز آئے[۳]۔

۱- یہ سالم بن عبید بن ربیعہ یا معقل رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ موالی میں سے تھے۔ عظیم المرتبت اور صاحبِ فضیلت صحابہ میں سے تھے۔ مہاجرین میں شمار ہوتے تھے۔ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ ۲- صحیحین

۳- تاریخ الخمیس، طبری کی وہ روایت ٹھیک ثابت ہوتی ہے کہ جب جنگِ بدر میں سہیل رضی اللہ عنہ قیدی بن کر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ سہیل رضی اللہ عنہ بڑا زبان دراز ہے۔ اس کے دونوں نچلے دانت نکلوا دیجیے کہ آپ کے خلاف کسی جگہ کھڑا ہو کر تقریر نہ کر سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''توقع ہے کہ یہ اس مقام پر کھڑا ہو گا جس کی تم مذمت نہیں کرو گے''۔ تو یہ وہ مقام تھا۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفد کو نکالنے کے بعد مدینہ کے دروں پر حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا۔ اور اہلِ مدینہ کو مسجد میں بلا کر کہا کہ سرزمینِ عرب کافر ہوئی جارہی ہے۔ مرتدین کا وفد دیکھ گیا ہے کہ تم تعداد میں کم ہو۔ اب خبر نہیں وہ رات کو تم پر حملہ کر دیں یا دن کو۔ اور ان میں سے جو تم سے قریب ترین ہے وہ اس وقت جاسوسی کا کام کر رہا ہے۔ ان لوگوں کو امید تھی کہ ہم ان کی بات مان کر انھیں الوداع کہہ دیں گے۔ اب ہم نے انکار کر دیا ہے۔ اس لیے تیاری کرو[1]۔

پھر تین ہی دن گزرنے پائے تھے کہ ایک رات انھوں نے حملہ کر دیا۔ کچھ لوگوں کو پیچھے مقام ذی حسیٰ پر چھوڑ آئے کہ بوقت ضرورت کام آئیں۔ رات کے وقت وہ دروں تک پہنچے۔ وہاں جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے انھیں روک دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حملے کی اطلاع بھیجی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم بھیجا کہ اپنی جگہوں پر جمے رہو جس پر مسلمانوں نے عمل کیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے مسجد والوں کو اونٹوں پر بھیجا۔ مسلمان کی بہادری اور ثابت قدمی کی وجہ سے دشمن بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر ان کا پیچھا کیا۔ حتیٰ کہ جب وہ مقام ذی حُسیٰ تک پہنچے تو مرتدین کے معاونین گھی کے مشکیزے لے کر نکلے جن میں رسیاں ڈال کر انھیں آگ لگا دی تھی۔ پھر اپنے پاؤں سے مشکیزوں کو اونٹوں کے سامنے لڑھکا دیا۔ اس پر اونٹ اپنے سواروں سمیت بھاگ نکلے۔ واضح رہے کہ اونٹ اتنے کسی اور چیز سے نہیں بھاگتے جتنے وہ جلتے ہوئے گھی کی بُو سے بھاگتے ہیں۔

مرتدین نے سمجھا کہ مسلمان کمزور ہو گئے۔ اس لیے انھوں نے پیچھے ذی قصہ میں اطلاع بھیجی۔ وہاں سے لوگ محض اس اطلاع پر پہنچ گئے اور انھیں معلوم نہیں تھا کہ اس معاملے میں اللہ کی مرضی کیا ہے۔

ادھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو تیار کرتے رہے اور شب کے آخری حصے میں لشکر کو لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ میمنہ کے قائد نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ، میسرہ کے عبداللہ بن مقرن رضی اللہ عنہ اور پچھلے حصے کے سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ[2] تھے۔ صبح سے کچھ پہلے مسلمان اور دشمن ایک جگہ جمع ہو گئے۔

۱- تاریخِ طبری۔

۲- یہ تینوں بھائی ہیں جن میں سے مشہور نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھیں ابن عمرو بن (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

مسلمانوں نے کسی آہٹ کے بغیر خاموشی سے تلوار چلادی۔ صبح ہونے تک قتل کرتے رہے اور سورج کی پہلی کرن چمکی تو دشمن دم دبا کر بھاگ چکا تھا۔ طلیحہ کا بھائی حبال مارا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ذی القصہ تک ان کا پیچھا کیا۔ یہ پہلی فتح تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود مدینہ لوٹ آئے۔ اس معرکے سے مسلمان باعزت اور مرتدین ذلیل ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ ہر قبیلے میں سے مرتدین کو خوب قتل کریں گے۔ جتنے مسلمان انھوں نے قتل کیے ہوں گے اتنے، بلکہ اس سے بھی زیادہ[1]۔ اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کام کیا تو ہر قبیلے کے مسلمان زیادہ ثابت قدم ہوگئے اور مرتدین زیادہ پسپا۔

مدینہ میں ان لوگوں کی طرف سے زکوٰۃ کا مال آنا شروع ہوگیا۔ کچھ لوگ یہ مال وصول کرنے پر مامور تھے۔ رات کے پہلے حصے میں صفوان[2] کی طرف سے مال آیا۔ جس کی بشارت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دی۔ آدھی رات کو زبرقان[3] رضی اللہ عنہ نے مال بھیجا۔ اس کی خوش خبری حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سنائی۔ رات کے آخری حصے میں عدی رضی اللہ عنہ[4] مال لے کر آیا۔ یہ مژدہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) مقرن مزنی رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا ہے۔ نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنے سات بھائیوں سمیت ہجرت کی۔ پھر بصرہ میں جا مقیم ہوئے۔ قادسیہ انھوں نے فتح کیا۔ ۲۱ھ میں واقعہ نہاوند میں شہید ہوئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کچھ گھر ایمان کے ہیں اور کچھ نفاق کے اور ایمان کے گھروں میں نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا گھر ہے۔

۱- تاریخ طبری۔

۲- یہ صفوان بن صفوان بن اسید تمیمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بنی عمرو پر عامل مقرر کیا۔

۳- یہ زبرقان بن عمرو بن امرئ القیس تمیمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا اصل نام حصین تھا۔ لیکن ان کے حسن و جمال کی وجہ سے لقب زبرقان مشہور ہوگیا کہ یہ چاند کا نام ہے۔ جاہلیت میں سردار اور اسلام میں عظیم المرتبت تھے۔ ۹ھ میں بنوتمیم کے ایک وفد سمیت اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بنوعوف سے مالِ زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں بحال رکھا۔ یہ فصیح شاعر تھے۔ نظر جاتی رہی تو عبدالملک بن مروان کے ہاں آئے۔ ۴۵ھ کے لگ بھگ وفات پائی۔

۴- عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ مشہور سخی آدمی تھے۔ پہلے عیسائی تھے۔ پھر ۹ھ یا ۱۰ھ میں مسلمان ہوئے۔ فتنۂ ارتداد میں اسلام پر قائم رہے۔ فتح عراق میں شامل ہوئے۔ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ۶۰ھ کے بعد وفات پائی۔ اس وقت عمر ۱۳۰ اور بعض روایات کے مطابق ۱۸۰ سال ہوچکی تھی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنایا۔ ان تینوں اصحاب میں سے جب کوئی آتا تو لوگ پوچھتے کہ ڈرانے آئے ہو؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے نہیں خوش خبری سنانے آئے ہیں۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بشارت دی جاتی تو لوگ کہتے آپ کو خوش خبریاں سنائی جاتی رہیں۔ یہ معاملہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے نکلنے کے ساٹھ دن بعد شروع ہوا۔ کچھ دنوں بعد اُسامہ رضی اللہ عنہ بھی آ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں مدینہ میں نائب مقرر کیا اور کہا کہ تم آرام کرو۔ پھر خود ان لوگوں کے ساتھ نکل گئے جو ذی القصہ کی طرف نکلے تھے۔ اور ان اصحاب کی طرف گئے جو دروں پر مامور تھے۔ مسلمانوں نے ان سے کہا: ''خلیفۂ رسول! ہم اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو جنگ میں پیش نہ کیجیے۔ کیونکہ اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو لوگوں کے لیے کوئی نظام نہیں رہے گا۔ اور آپ کا یہاں رہنا دشمن کے لیے شدید تر ہے۔ آپ کسی آدمی کو بھیج دیجیے۔ وہ ختم ہو جائے تو کسی اور کو امیرِ لشکر متعین کر دیجیے''[1]۔ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ آئے۔ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سواری کی باگ تھام لی اور کہا کہ میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے جنگِ اُحد میں فرمائی تھی کہ تلوار کو نیام میں کر دیجیے۔ اپنی جان دے کر ہمیں مصیبت میں نہ ڈالیے۔ واپس مدینہ چلے جائیے کیونکہ اگر آپ کو ہم کھو بیٹھے تو اِسلام کا کوئی نظام قائم نہ ہو سکے گا[2]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں، اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا، بلکہ اپنی موجودگی سے تمھاری پشت پناہی کروں گا''۔ آپ تیاری کے ساتھ مقام ذِی الحسیٰ اور ذی القصہ کی طرف نکلے۔ نعمان بن مقرن، عبداللہ اور سوید رضی اللہ عنہم ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ اہلِ ربذہ کے ہاں چٹیل میدان میں جا اترے اور جنگ لڑی۔

جب مانعینِ زکوٰۃ مغلوب ہو گئے اور جس دروازے سے نکلے تھے اسی سے واپس اسلام

۱- تاریخِ طبری۔

۲- الریاض النضرۃ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ تاریخ الخلفاء میں یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اس میں ہے کہ یہ روایت دارِ قطنی کی ہے۔

Marfat.com

میں آ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ لوٹ آئے۔ زکوٰۃ کا بہت سا مال آ گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف لشکر بھیجنے بند کر دیے اور دوسرے مرتدین سے جنگ لڑنے کے لیے گیارہ جھنڈوں تلے لوگوں کو جمع کیا۔ سپہ سالار نے ذوالقصہ سے کوچ کیا۔ ان کے ساتھ لشکر جا ملے اور جہاں جہاں انھیں جانا تھا، چلے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے ضروری باتیں کر لی تھیں۔ اور تمام مرتدین کی طرف ایک ہی مضمون کی چٹھی بھیجی جس کا ذکر اس کتاب کے آخر میں آئے گا۔

ہم مرتدین کی لڑائیوں کے بارے میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتے، کیونکہ یہ کتاب سیرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ تک محدود ہے۔ قاری کو چاہیے کہ ان جنگوں کی تفصیل خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سیرت اور اسلامی تاریخ کی کتابوں میں دیکھے۔

عظیم الشان فتح

ابورجاء رضی اللہ عنہ[1] کہتے ہیں۔ میں مدینے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ جمع ہیں اور ایک آدمی دوسرے کے سر کو بوسہ دیتا اور کہتا جا رہا ہے کہ آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ میں نے پوچھا یہ کون بوسے دے رہا ہے اور کسے دیے جا رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس لیے بوسے دے رہے ہیں کہ مانعینِ زکوٰۃ کے ساتھ جنگ لڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ذلیل و رسوا کر دیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام کی عظیم الشان فتح ہے جو نبوت کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے قوت دے کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امداد کی تو ان میں اس طوفانی جزیرے کے مقابلے میں اکیلے کھڑے ہونے کی ہمت پیدا ہو گئی جو کسی کے سامنے کبھی سرنگوں نہیں ہونا تھا اور جس نے اوّل روز سے سب کو بے بس کر کے رکھ دیا تھا۔ اس طوفانی جزیرے کو مانعین زکوٰۃ نے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ جب یہ لالچ میں آ گئے تو اس نے اپنی جلا دینے والی ریت ان کے منہ میں ڈالی اور وہ اس میں ہمیشہ کے لیے پھنس کر رہ گئے۔

اس کا سر بس محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ کے فرمان کے سامنے ہی جھکا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان

۱- ابورجاء عطاردی بصری رضی اللہ عنہ کا نام عمران بن ملحان تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، مگر زیارت نہ کر سکے۔ حدیث میں ثقہ تھے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ خلافت میں یا اس کے بعد بہت سن رسیدہ ہو کر وفات پائی۔

Marfat.com

مرتد قبیلوں کے مقابلے میں اکیلے اس وقت ڈٹ گئے جب کہ یہ لاوا آتش فشاں کی طرح پھٹ چکا تھا۔ اس نے سب راستے بند کردیے تھے اور اس میں سے اس طرح کی خوفناک اور سرکش آوازیں آرہی تھیں۔

أطعنا رسول الله اذا كان بيننا　　فيا لعباد الله ما لأبى بكر

أيورثها بكرا اذا مات بعده　　و تلك لعمرالله قاصمة الظهر

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تھے تو ہم نے ان کی اطاعت کی، لیکن اللہ کے بندو! اب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وارث بنا گئے۔ خدا کی قسم! یہ تو کمر توڑ مصیبت ہے۔

صحابہ حیران و پریشان ہو کر کہنے لگے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ! اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر شام نہ بھیجئے کیونکہ اس میں سربرآوردہ اور بہادر لوگ ہیں۔ آپ ان سے مرتدین کے خلاف جنگ میں مدد لیجیے۔ اس لشکر سے وہ آگ بجھائیے جو ہر طرف پھیل چکی ہے۔ اس کے ذریعے اس زمین کو ثبات دیجیے جس میں ہیجان و اضطراب اور زلزلہ پیدا ہو چکا ہے۔ ہمیں اہل روم سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپؓ مدینہ کو اس لشکر سے خالی کردیں گے تو بے بس ہو جائیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بل بوتے پر اس خطرے کا سامنا کیا اور اس کے عظیم اثرات کا مقابلہ کیا۔ زمانہ چپ سادھ گیا۔ مورخین نے قلم اور سانس روک لیے کہ سنیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ مستقبل کا انحصار ان کے جواب پر تھا اور ان کا جواب بس اتنا تھا کہ تمھاری مائیں تمھیں کھو دیں کیا میں اس جھنڈے کو اکھاڑ دوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گاڑا ہے۔ بخدا!! اگر درندے مجھے ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹ لے جائیں تو بھی میں ایسا نہیں کروں گا۔

پھر آپ نے لشکر کو ان نصیحتوں کا زادِ راہ دے کر روانہ کیا جس سے انسانیت آشنا نہ تھی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی روشنی سے انھوں نے وہ مستقبل بعید دیکھا جس کی طرف انسانیت بڑھ رہی تھی کہ وہ جنگ کے قوانین معلوم کر کے ان سے تطبیق کی کوشش کرے۔ اور لشکر کا بھیجنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اندھا جوا نہ تھا جیسا کہ کہنے والے کہتے ہیں۔ جوا تو وہ ہوتا

Marfat.com

ہے جس کی کامیابی میں شک ہو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کام کی کامیابی میں کیا شک ہو سکتا تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کیا تھا۔ یہ جوانہ تھا بلکہ ایمان کے سربستہ رازوں میں سے ایک راز تھا جسے وہی جانتے ہیں جنھوں نے اس کا مزہ چکھا ہے۔

لایعرف الشوق الا من یکابده ولا الصبابة الا من یعانیها

شوق و عشق کو وہی جانتا ہے جس نے ان کی مصیبتیں جھیلی ہوں۔

سخت مصیبت آن پڑی۔ زمین پر کپکپی طاری ہوگئی۔ عرب کے مرتدین نے مدینے پر دھاوا بول دیا۔ صحابہ کی حیرانی و سراسیمگی میں اضافہ ہو گیا، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا قوی اور مضبوط آدمی بھی گھبرا کے کہنے لگا: ''خلیفہ رسول! ان لوگوں کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا رویہ اختیار کیجیے''۔

لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت لوگوں کے درمیان اللہ کا معجزہ تھی۔ انھیں گھبراہٹ و بوکھلاہٹ کا پتا تک نہ تھا۔ وہ فرماتے ہیں: ''عمر رضی اللہ عنہ! کیا کہتے ہو۔ مجھے تو تمھارے تعاون کی توقع تھی اور تم مجھے بے یار و مددگار چھوڑنے آئے ہو۔ جاہلیت میں تو بڑے مضبوط تھے۔ اسلام میں بزدل بن گئے؟ دین مکمل ہو چکا۔ وحی ختم ہو چکی۔ اب کیا میری زندگی میں اس میں کمی ہو سکتی ہے''؟

پھر آپؓ نے وہ بات کہی جو تاریخ انسانی میں بے نظیر ہے۔ وہ بات جس نے اسلامی تمدن کی آبیاری کی۔ وہ کلمات جنھوں نے کچھ حکومتوں کو ختم کیا اور کچھ نئی حکومتیں قائم کیں۔ وہ بول جن سے اللہ تعالیٰ نے اسلام قائم کیا۔ آج چودہ سو سال گزر چکے ہیں اور اس بات کا دبدبہ ختم نہیں ہوا، بلکہ ہر مسلمان کے دل میں اس طرح تازہ ہے گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ابھی کل کہی ہے۔

انھوں نے کہا: ''خدا کی قسم! اگر یہ ایک رسی بھی روکیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں تلوار سے ان کے خلاف جہاد کروں گا اور اگر تم لوگ مجھے تنہا چھوڑ جاؤ گے تو میں اکیلا لڑوں گا''۔

پھر وہ خود نکلے۔ لشکر کو ترتیب دیا اور تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ جزیرۂ عرب تاریخ میں ایک بار پھر اسلام کے تابع ہو گیا اور جزیرۂ عرب تابع ہو گیا تو گویا سارا جہان تابع ہو گیا۔

تاریخ کی جتنی کتابیں میں نے پڑھی ہیں ان میں میں کسی قوم کی کسی ایسی عظیم شخصیت سے

متعارف نہیں ہوا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح ڈٹ گئی ہو۔ ہاں کبھی اکیلا آدمی ایک قوم کے مقابلے میں کامرانی وناکامی سے قطع نظر کر کے زبان اور قلم سے لڑتا رہتا ہے اور کبھی بہادر شہسوار بڑے لشکر کے مقابلے میں لڑنے مرنے کے لیے آجاتا ہے اور بس قتل ہو جاتا ہے، لیکن یہ بات کہ ایک آدمی تن تنہا اس بپھری ہوئی قوم کے مقابلے میں ڈٹ گیا ہو جو ایک گمراہ عقیدے کی مدافعت کر رہی ہو اور وہ گمراہی اس قوم کے افراد کے دلوں میں، اس کے خون اور گوشت میں رچ بس چکی ہو، اس کی مدافعت میں وہ تلواریں اور زبانیں نکال لائی ہو اور اس کے لیے اپنی زندگیاں داؤ پر لگا دی ہوں۔ پھر اس فردِ واحد کو اس قوم کے اجسام وقلوب پر اس طرح غلبہ حاصل ہوا ہو کہ وہ اپنے گمراہ عقیدے سے رجوع کر کے اس کے سامنے جھک گئی ہو تو یہ عظمت انبیا ورُسل کے بعد صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی ہے۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کسی قوم میں بڑے سخت جان، ہمت وعزیمت کے مالک ہوتے ہیں جو سختیوں اور مصیبتوں کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں، لیکن مجھے کسی قوم کے کسی بھی ایسے عظیم آدمی کا پتا نہیں جو اکیلا ایک قوم کے مقابلے میں ڈٹ جائے اور اس پر غالب آجائے۔ اس شخص پر وہ مصیبتیں آئی ہوں کہ اگر مضبوط پہاڑوں پر بھی آتیں تو وہ ٹوٹ جاتے، لیکن وہ شخص ان سے نہ جھکا ہو۔ پھر جب سختی کا وقت جاتا رہے، جزیرۂ عرب، شام اور عراق اس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں تو وہ پھر اپنے خویش واقارب کی بھیڑ بکریاں چرانے میں لگ جائے۔ قبیلے والوں کو بکریاں دوہ کر دے اور جس عورت نے یہ سوچا ہو کہ اب وہ بکریاں دوہ کر نہیں دیا کرے گا، اس سے وہ کہے کہ مجھے اپنی عمر کی قسم! میں ضرور دوہ کر دیا کروں گا۔ اور مجھے توقع ہے کہ جو ذمہ داری مجھ پر پڑی ہے وہ مجھے بگاڑے گی نہیں۔

ابوبکر! اللہ آپ پر رحم کرے اور آپ سے راضی ہو کہ آپ عظیم شخصیتوں میں عظیم تر ہیں اور عظیم وہی ہوتا ہے جو عظیم لوگوں میں عظیم ہو۔

Marfat.com

خلافت کے بعد کی زندگی

ہجرت کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سخ میں خارجہؓ بن یزید کے ہاں ٹھہرے اور ان کی صاحبزادی حبیبہ سے شادی کر لی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ بنو حارث بن خزرج میں رہے۔

ابنِ عساکر کی روایت ہے کہ انھوں نے ایک جھونپڑا بنا رکھا تھا اور مدینہ منتقل ہونے[1] تک بس یہی ایک جھونپڑا رہا۔ بیعت کے بعد چھے ماہ تک سخ ہی میں رہے۔ وہاں سے روزانہ پیدل یا اپنے گھوڑے پر مدینہ آتے۔ رنگ دار چادر اور تہہ بند باندھا ہوتا۔ پانچوں نمازیں پڑھاتے۔ نمازِ عشا پڑھا کر واپس گھر چلے جاتے۔ اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے۔ جمعہ کے دن پہلے پہر سخ میں رہتے۔ سر اور ڈاڑھی کے بال رنگتے، پھر مدینہ جا کر لوگوں کو جمعہ پڑھاتے۔

آپ تاجر تھے۔ روزانہ بازار جا کر خرید و فروخت کرتے۔ عطاء بن سائب رضی اللہ عنہ[2] کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ایک صبح کندھے پر کپڑے اٹھائے تجارت کے لیے بازار جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت عمر اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما مل گئے۔ پوچھا: ''خلیفۂ رسول! کہاں جا رہے ہیں''؟ فرمایا: ''بازار''۔ پوچھا: ''وہاں جا کر کیا کریں گے؟ آپ تو مسلمانوں کے معاملات کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں''؟ فرمایا: ''تو پھر اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں؟'' ان دونوں نے کہا: ''آیئے! آپ کے لیے کچھ وظیفہ مقرر کرتے ہیں''۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ چل پڑے، تو انھوں نے روزانہ کی نصف بکری مقرر کی۔

الریاض النضرۃ میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وظیفہ اڑھائی سو دینار سالانہ اور ایک بکری مقرر کیا گیا۔ یہ وظیفہ آپ کے لیے اور آپ کے اہل و عیال کے لیے کافی نہیں تھا۔ آپ

۱- نبی کریمؐ نے ہجرت کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے لیے مسجد نبوی کے قریب کچھ زمین ان کے گھر کے لیے الاٹ کر دی تھی۔ یہ وہی جگہ ہے جو آلِ معمر کی ملکیت ہے۔ [ابن سعد]

۲- یہ بڑے امام ثقفی اور کوفی ہیں۔ ۱۳۶ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

کے پاس جتنے دینار اور درہم تھے، وہ آپ نے بیت المال میں دے دیے تھے۔ آپ بقیع کی طرف نکلے اور سودا کرنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں: ''کیسے بیٹھی ہو''؟ وہ جواب دیتی ہیں کہ ہم خلیفۂ رسول سے ملنا چاہتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلاش میں نکلتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انھیں بازار میں مل جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں ہاتھ سے پکڑ کر کہتے ہیں: ''ادھر آیئے''۔ وہ فرماتے ہیں: ''مجھے تمھاری امارت کی ضرورت نہیں۔ تم نے میرا وہ وظیفہ مقرر کیا ہے جو میرے اور میرے اہل و عیال کے لیے کافی نہیں''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''ہم زیادہ کر دیں گے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''پھر تین سو دینار اور ایک سالم بکری کر دو''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''نہیں یہ تو زیادہ ہے''۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آ جاتے ہیں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں: ''ٹھیک ہے اتنا ہی کر دو''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''تمھاری یہ رائے ہے؟'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''ہاں''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''تو پھر ہم نے کر دیا''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''تم تو مہاجرین میں سے دو آدمی ہو۔ مجھے پتا نہیں باقی لوگ رضامند ہوتے ہیں یا نہیں''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گئے۔ منبر پر چڑھے تو لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ''لوگو! میری تنخواہ اڑھائی سو دینار اور ایک بکری تھی۔ اس بکری میں سے اس کا سر، پیٹ اور ٹانگیں لے لی جاتی تھیں۔ اب عمر اور علی رضی اللہ عنہما نے یہ تنخواہ تین سو دینار اور ایک پوری بکری کر دی ہے۔ کیا تم راضی ہو''؟ مہاجرین نے کہا: ''ہاں! ہم راضی ہیں''۔ ایک بدو نے مسجد کے ایک کونے سے اٹھ کر کہا: ''نہیں ہم راضی نہیں ہیں۔ تو پھر دیہاتیوں کا حق کہاں ہے؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مہاجرین راضی ہو جائیں تو تم لوگ ان کے تابع ہو''۔[1]

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۱- ذرا اس مضبوط نظامِ حکومت کا جائزہ لیجیے جو اتنی پاکیزہ اور شفاف ہے جبکہ دوسری طرف اس موجودہ نام نہاد تہذیبی ثقافت کو بھی دیکھو (کتنی کرپشن اور خیانت ہے اس میں) اس کے باوجود کچھ لوگ حقائق سے منہ موڑے ہوئے کیسے کہہ دیتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے دور کی حکومت استحصالی، ظالمانہ اور جاہلانہ اقدار پر مشتمل تھی۔ جس میں کوئی نظام اور قانون نہ تھا۔

Marfat.com

خلیفہ بنے تو فرمایا: ”لوگوں کو معلوم ہے کہ میرا پیشہ ایسا نہ تھا کہ اپنے بال بچوں کے اخراجات برداشت نہ کر سکتا۔ اب مسلمانوں کے کاموں میں مصروف ہو گیا اس لیے ابوبکر کے گھر والے بیت المال سے کھائیں گے اور مسلمانوں کے لیے کام کریں گے“۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ کو دو چادریں دی جاتیں۔ جب وہ پرانی ہو جاتیں تو بیت المال میں واپس کر دیتے اُور نئی لے لیتے۔ سفر کے لیے سواری تھی اور اہل وعیال کا اس طرح کا خرچ جس طرح کا یہ خلافت سے پہلے کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پر رضامند ہو گئے۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھیڑوں کا ایک گلہ تھا جسے کبھی آپ خود چرالایا کرتے تھے اور کبھی کوئی اور چراتا تھا۔ قبیلے والوں کی بکریاں آپ دوہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ کی بیعت ہوگئی تو ایک عورت نے کہا کہ اب وہ ہماری بکریاں نہیں دوہا کریں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو فرمایا: ”خدا کی قسم! میں ضرور دوہا کروں گا اور مجھے توقع ہے کہ جو ذمہ داری مجھ پر پڑی ہے وہ میری خصلتیں تبدیل نہیں کرے گی“۔ آپ وہ بکریاں دوہ کر دے آیا کرتے تھے۔

جب وہ عورتیں اپنی بھیڑ بکریاں دوہنے کے لیے لاتیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے پوچھتے: ”زور سے دوہوں یا آہستہ سے؟“ کوئی زور سے دوہنے کے لیے کہتی تو آپ تھنوں سے برتن دور رکھتے اور خوب جھاگ اٹھتے اور کوئی آہستہ دوہنے کے لیے کہتی تو آپ برتن تھنوں کے قریب رکھتے اور کوئی جھاگ نہ اٹھتے۔ اسی طرح آپ چھ[2] ماہ سنخ میں رہے۔ پھر مدینہ منتقل ہو گئے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حقیقی معنوں میں ایک عظیم انسان تھے۔ وہ اپنی سچی عزیمت اور حیران کن ثابت قدمی کے ذریعے جزیرۂ عرب پر غالب آئے اور اسے اللہ کے دین کے سامنے سرنگوں کیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے یہ جزیرۂ عرب روئے زمین کی اس وقت کی دو عظیم ترین سلطنتوں سے ٹکرایا اور دونوں کو مغلوب کیا۔

وہ قبیلے کی عورتوں کو بکریاں دوہ کر دیتے اور کہتے: ”مجھے توقع ہے کہ جو ذمہ داری مجھ پر پڑی ہے وہ

۱- ابن عساکر

۲- ابن سعد کی روایت کے مطابق ایک سال وہاں مقیم رہے

Marfat.com

مجھے بگاڑے گی نہیں"۔ وہ ذمہ داری کوئی معمولی نہ تھی۔ یہ خلافتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ یہ سیادتِ عرب تھی۔ یہ ان فوجوں کی قیادت تھی جو روئے زمین پر سے ایرانی جبروت اور رومی عظمت کا قلع قمع کرنے اور ان کی جگہ عدل، علم اور تمدّن کا محل تعمیر کرنے نکلی تھیں۔ ان سب کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو توقع تھی کہ یہ سارا معاملہ انھیں نہیں بگاڑے گا اور قبیلے کی بھیڑ بکریاں دوہنے سے نہیں روکے گا۔

یہ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عظمت۔ اور حقیقت میں عظمت ہے بھی یہی۔ طاقت ور جابروں کے مقابلے میں اتنی مضبوطی کہ گرا کر ان کے سر اپنے قدموں پر رکھ لیے اور فقیروں اور مسکینوں کے معاملے میں اتنی انکساری کہ ان کے دل راضی ہو جائیں اور ان کی مصیبتیں ہلکی ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ متکبر نہیں تھے، کیونکہ تکبر تو ضعف، خوف اور شر اور احساسِ کمتری کا مرکب ہوتا ہے۔

ضعف تو اس لیے کہ اگر ایسا آدمی بڑا بن سکتا ہوتا تو تکبر نہ کرتا۔ خوف اس لیے کہ ایسے آدمی میں یہ جرأت نہیں ہوتی کہ لوگ اسے اصلی حالت میں دیکھیں اور وہ اپنے نقص اور چھوٹے پن کو چھپانے کے لیے تکبر کے پردے کے پیچھے چھپتا ہے اور شر اس لیے کہ ایسا آدمی نیک تو بن نہیں سکتا کہ نیکی کی وجہ سے لوگ اس کی عزت کریں۔ اس لیے وہ شریر بنتا ہے تاکہ لوگ اس کی مضرت رسانی اور شر سے ڈریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو ان سب خرابیوں سے پاک تھے۔ ان کے پہلو میں انتہائی بڑا اور پاک دل تھا، اس لیے تکبر کے بس میں نہ تھا کہ اس دل کی طرف کوئی راہ پائے۔

ان کی انکساری میں کوئی کمزوری نہیں تھی۔ کمزوری تو اس دل میں جگہ پا ہی نہیں سکتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ معدنِ نبوت، مقامِ وحی اور پیغامِ سماوی کے سب سے زیادہ اتباع کرنے والے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر مر مٹنے والے تھے اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و احکام میں ضعف یا ضعف سے مماثلت رکھنے والی کسی چیز کا شائبہ تک نہ تھا، پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں کوئی کمزوری ہوتی۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیت المال

ابن سعد وغیرہ کی روایت ہے کہ سخ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مشہور بیت المال تھا۔ اس کا کوئی چوکیدار نہ تھا۔ ان سے کہا گیا کہ کسی کو بیت المال کی نگرانی کے لیے مقرر کر دیجیے۔ فرمانے لگے کہ کوئی خدشہ نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ جواب ملا: اسے قفل لگا ہوتا ہے اور حالت یہ تھی کہ بیت المال میں جو کچھ آتا وہ تقسیم کر دیتے۔ باقی کچھ نہ رکھتے۔ مدینہ آئے تو بیت المال بھی اسی گھر میں لے آئے جس گھر میں خود آئے تھے۔ قبیلہ جہینہ کی کانوں میں سے ایک کان سے بہت سا مال آیا۔ آپ کی خلافت کے زمانے میں بنوسلیم کی کان کھلی تو وہاں سے بھی زکوٰۃ آتی تھی۔ آپ یہ سب کچھ بیت المال میں رکھتے۔ پھر لوگوں میں وہ آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت، چھوٹے ہوں یا بڑے سب میں برابر برابر تقسیم فرما دیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے سال غلام اور آزاد کو، مرد اور عورت کو، ہر کسی کو دس دس دِینار دیے۔ دوسرے سال ہر کسی کو بیس بیس دیے۔ کچھ مسلمانوں نے آ کر کہا: ''خلیفۂ رسول! بعض لوگوں کو دوسروں پر اسلام میں سبقت لے جانے کی سعادت اور دوسری فضیلتیں حاصل ہیں۔ آپ سب میں مال برابر تقسیم کرتے ہیں۔ بہتر ہو کہ آپ ان اصحابِ فضیلت کو ترجیح دیں''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''فضیلت کا اجر تو اللہ کے پاس ہے۔ یہ بیت المال تو معاش کا معاملہ ہے۔ اس میں ترجیح سے مساوات بہتر ہے''۔[۱]

آپ جہادِ فی سبیل اللہ کے لیے اونٹ، گھوڑے اور اسلحہ خریدتے۔ ایک سال دیہات سے کمبل آئے تو وہ خرید کر موسم سرما کے لیے مدینہ کی بیواؤں میں تقسیم کیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو تدفین سے فارغ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امانت داروں کو بلایا اور عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر بیت المال میں گئے۔ دیکھا، نہ کوئی درہم تھا نہ دینار۔ ایک

۱- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب الخراج لأبی یوسف

بوری پڑی ہوئی تھی۔ وہ جھاڑی تو ایک درہم نکلا۔ اس پر ان لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا مانگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی وزن کرنے والا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جو مال آتا وہ بھی یہی شخص تولا کرتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کتنا مال آیا تھا''؟ اس نے بتایا: ''دو لاکھ''۔

.... ✿✿✿ ....

Marfat.com

مناقبِ صدیق رضی اللہ عنہ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تھذیب الاسماء میں فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب حدوحساب سے باہر ہیں۔ ان کے عُشرِ عشیر کا احاطہ بھی ممکن نہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیاتِ قرآنی

۱۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ ۹:۴۰) اگر تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو تو کیا ہو جائے گا، اس کا حامی اللہ ہے۔ وہ پہلے بھی اس کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کفار نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ غار میں وہ دو میں سے دوسرا تھا۔ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم مت کھاؤ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ''دو میں سے دوسرا'' اور ''صاحب یا ساتھی'' سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ ابن عساکر کا کہنا ہے کہ وہ آثار و روایات حدِ تواتر کو پہنچتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ علمائے سیرت و تفسیر اس بات پر متفق ہیں کہ غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام اہلِ زمین پر عتاب کیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا تو رو پڑے اور فرمایا کہ بخدا میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی ہوں۔

۲۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا تو مشرکین کہنے لگے کہ ضرور بلال رضی اللہ عنہ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان ہوگا کہ اس نے اسے آزاد کر دیا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ۝

(اللیل ۹۲: ۱۹ تا ۲۱) اس پر کسی کا احسان نہ تھا کہ بدلہ چکایا جا رہا ہو۔ یہ فعل تو بس خوشنودیِ خدا کے لیے ہے اور وہ عنقریب راضی ہو جائے گا۔[1]

۳- فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ (التوبۃ ۹: ۴۰) اللہ نے اس پر طمانیت نازل فرمادی۔

اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ "طمانیت" ابوبکر رضی اللہ عنہ پر نازل کی۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو طمانیت ہمیشہ رہتی تھی۔[2]

۴- عروہ[3] بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ تیرے دونوں والد یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ تھے جن کے متعلق کہا گیا ہے:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ (آلِ عمران ۳: ۱۷۲) وہ جنھوں نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا۔

امت محمدیہ کا سب سے پہلا جنتی

ابوداؤد اور حاکم[4] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس جبریل آئے۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس میں سے میری امت جنت میں داخل ہوگی"۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خواہش ظاہر کی کہ اے کاش! میں آپ کے ساتھ ہوتا اور وہ دروازہ دیکھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوبکر رضی اللہ عنہ! میری امت میں سے سب سے پہلے تم جنت میں جاؤ گے"۔[5]

۱- عمدۃ التحقیق۔ ابن ابی حاتم نے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔

۲- عمدۃ التحقیق

۳- یہ عروہ بن زبیر بن عوام اسدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی والدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا اور خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اکثر احادیث کے راوی ہیں۔ فقیہ، عالم اور بے داغ کردار کے مالک تھے۔ انھوں نے فسادات میں حصہ نہیں لیا۔ مدینہ کے فقہائے سبعہ میں شمار ہوتے ہیں۔ وفات ۹۴ھ کے قریب ہوئی۔

۴- یہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری، حاکم کے لقب اور ابن البیع کی کنیت سے معروف ہیں۔ حدیث کے اونچے درجے کے مؤلفین اور حفاظ میں سے تھے۔ ان کی تصانیف میں سے المستدرک ہے۔ تقریباً دو ہزار اساتذہ سے انھوں نے استفادہ کیا۔ نیشاپور کے قاضی رہے۔ ۴۰۵ھ میں وفات پائی۔

۵- خلاصہ کنز العمال۔

Marfat.com

ابوبکرؓ جنت کے تمام دروازوں سے بلائے جائیں گے

شیخین، امام احمد[۱]، ترمذی اور نسائی[۲] رحمہم اللہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کرے اسے جنت کے دروازوں سے آواز دی جاتی ہے کہ اللہ کے بندے یہ خیر ہے۔ جو نمازی ہوتا ہے اسے نماز والے دروازے سے پکارا جاتا ہے۔ جو مجاہد ہوتا ہے اسے جہاد والے دروازے سے آواز دی جاتی ہے۔ جو روزہ دار ہوتا ہے اسے باب الریان (سیرابی کا دروازہ) سے بلایا جاتا ہے۔ جو صدقات و خیرات دینے والا ہوتا ہے اسے صدقے کے دروازے سے ندا دی جاتی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جسے سب دروازوں سے بلایا جائے گا''؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! اور مجھے توقع ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو گے''۔

جنت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے نعمتیں

مسند امام احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت کے پرندے..........''؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ پرندے نرم و نازک ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کھانے اور ذائقے میں وہ اس سے بھی نرم تر ہیں اور مجھے قوی امید ہے کہ تم ان کھانے والوں میں سے ہو گے''۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں میں سے بہترین ہیں

طبرانی[۳] معجم کبیر میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے

۱- یہ امام احمد بن محمد بن حنبل صاحبِ مذہب اور ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ بہت سارے شہروں میں گھومے پھرے۔ ان کی مناقب پر مستقل تصانیف لکھی گئی ہیں، جن میں سے مفصل ترین کتاب ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ وفات ۲۴۱ھ۔

۲- احمد بن شعیب بن علی نسائی صاحب سنن ہیں۔ ان کی امامت مسلم تھی۔ عبادت میں اجتہاد حج و جہاد پر مداومت، سنن کی پابندی اور بادشاہوں کی مجالس سے احتراز میں معروف تھے۔ ۸۸ سال عمر۔ شہادت ۳۰۳ھ۔

۳- سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی کی ولادت ۲۶۰ھ میں ہوئی۔ ہزار سے کچھ زیادہ اساتذہ سے حدیث کی روایت کی۔ ان کی تصانیف بے شمار ہیں جن میں مشہور معاجم ثلاثہ، معجم کبیر، معجم متوسط اور معجم صغیر ہیں۔ سو سال اور دس ماہ کی عمر میں ۳۶۰ھ میں وفات پائی۔

فرمایا: ’’انبیا علیہ السلام کو مستثنیٰ کر کے دوسرے انسانوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ بہترین ہیں‘‘۔ ابونعیم[1] نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوالدرداء سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ابوالدرداء! تم اس شخص کے آگے آگے چل رہے ہو جو دنیا اور آخرت میں تم سے بہتر ہے۔ انبیا ورسل علیہ السلام کو چھوڑ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہتر کسی آدمی پر سورج طلوع ہوا ہے نہ غروب‘‘۔[2]

فضائل ابوبکر کے مصنف حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ کچھ مہاجرین وانصار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے قریب کھڑے آپس میں فضائل کا ذکر کر رہے تھے۔ آوازیں ذرا بلند ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور پوچھا: ’’کیا معاملہ ہے‘‘؟ ہم نے عرض کیا کہ فضائل کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ’’تو پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کسی کو ترجیح نہ دینا۔ کیونکہ وہ دنیا و آخرت میں تم میں سے بہترین ہیں‘‘۔[3]

نیکی کی طرف سبقت کرنے والے

امام احمد اور مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ’’تم میں سے کسی نے آج روزہ رکھا؟‘‘ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ’’میں نے‘‘۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ’’آج کسی نے جنازہ پڑھا‘‘؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’میں نے‘‘۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’آج کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا‘‘؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’میں نے‘‘۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ’’آج کسی مریض کی بیمار پرسی کسی نے کی‘‘؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ’’میں نے‘‘۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ چیزیں جس شخص میں بھی جمع ہو جائیں وہ جنت میں جاتا ہے‘‘۔

ایک دوسری روایت حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز

۱- ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی اونچے درجے کے حافظ اور اپنے دور کے محدث تھے۔ ولادت ۳۳۶ھ میں ہوئی۔ مشائخ نے انہیں اجازت دی۔ لوگ چل کر ان کے پاس آتے تھے۔ دنیا کے کسی کونے میں اس دور میں ان سے زیادہ حافظ اور مستند کوئی شخص نہ تھا۔ ان کی مشہور ترین کتاب حلیۃ الاولیاء ہے۔ وفات ۴۳۰ھ میں ہوئی۔

۲- منتخب کنزالعمال ۳- الریاض النضرۃ

Marfat.com

صبح پڑھ کے پوچھا: ’’آج کسی نے روزہ رکھا ہے‘‘؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’یا رسول اللہ! میرا تو معاملہ یہ ہے کہ میں نے رات روزہ نہ رکھنے کا ارادہ کیا اور اب بغیر روزے کے ہوں‘‘۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’یا رسول اللہ! میں نے رات روزہ رکھنے کی نیت کی اور اب روزے سے ہوں‘‘۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’آج کس نے بیمار کی عیادت کی‘‘؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’یا رسول اللہ ہم نے ابھی نماز پڑھی ہے اور اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں تو پھر بیمار پرسی کیسے کرتے‘‘؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’یا رسول اللہ! مجھے پتا چلا کہ بھائی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیمار ہیں۔ انھیں درد کی تکلیف ہے۔ میں راستے میں ادھر سے گزرتا ہوا عیادت کر کے مسجد آ گیا‘‘۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’آج کسی نے صدقہ کیا‘‘؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’یا رسول اللہ! ہم آپؐ کے ساتھ ہی تو رہے ہیں صدقہ کیسے کرتے‘‘۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’یا رسول اللہ! میں مسجد میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سائل کچھ مانگ رہا تھا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے لڑکے کے پاس روٹی کا ٹکڑا تھا تو وہ میں نے لے کر سائل کو دے دیا‘‘۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ’’تمھیں جنت کی بشارت ہو‘‘۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو لمبی آہ بھری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور کوئی ایسی بات کہی جس سے وہ خوش ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے جب بھی کسی کارِ خیر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جانے کی کوشش کی، میں ناکام رہا اور وہ مجھ سے سبقت لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تو وہ کہتے کہ وہ بہت سبقت لے جانے والے تھے۔ جس ذات کے قبضے میں میری جان ہے ہم جب بھی کسی کارِ خیر میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے بڑھ جاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی

صحیح بخاری میں حضرت ابوالدرداء کی روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

۱- الریاض النضرة

Marfat.com

پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا دامن پکڑے ہوئے آئے۔ دامن اتنا اٹھائے ہوئے تھے کہ گھٹنا ننگا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارا ساتھی کسی سے لڑ جھگڑ کر آیا ہے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کہنے کے بعد عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میرے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ میں نے جلدی میں کچھ کہہ دیا۔ پھر پشیمان ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ سے میں نے معافی مانگی۔ اس نے انکار کر دیا تو میں آپؐ کی طرف چلا آیا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: ''اللہ تمھیں معاف کرے''۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پشیمانی ہوئی۔ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے۔ پوچھا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں''؟ گھر والوں نے بتایا کہ: ''نہیں''۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ انھوں نے سلام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصے سے تمتما اُٹھا۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے۔ وہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! زیادتی میں نے کی تھی''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا تو تم لوگوں نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی۔ اور وہ اپنی جان و مال سے میری مدد کرتا رہا۔ تو کیا تم میرے ساتھی کو میرے لیے نہیں چھوڑ دو گے''؟ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کبھی تکلیف نہ پہنچائی گئی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کا مقام

امام احمد اور طبرانی نے ربیعہ بن اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپؐ نے مجھے زمین کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا اور ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی ایک قطعہ دیا۔ دنیا ہمارے درمیان آڑے آئی تو کھجور کے ایک تنے کے بارے میں ہمارا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے حصے میں ہے۔ میں نے کہا یہ میری حد میں ہے۔ میرے اور ان کے درمیان تلخ کلامی ہو گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسی بات کہی جو مجھے ناپسند تھی۔ پھر ان کو ندامت ہوئی اور مجھ سے کہنے لگے: ''ربیعہ! تم بھی مجھے اسی طرح کہو، تاکہ بدلہ پورا ہو جائے''۔ میں نے کہا: ''نہیں، میں ایسا نہیں کروں گا''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم کہو، نہیں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کروں گا''۔ میں نے کہا: ''میں تو ایسا نہیں کہوں گا''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمین پر پاؤں سے ٹھوکر ماری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف چل پڑے۔ میں ان کے پیچھے چل پڑا۔ بنو اسلم کے کچھ لوگ آئے، وہ کہنے لگے: ''اللہ ابوبکر پر رحم کرے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا شکایت لیے جا رہے ہیں، جب کہ انھی نے تمھیں سخت باتیں کہیں''۔ میں نے کہا: ''جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق ہیں۔ غار میں دو میں سے دوسرا تھا۔ اسلام میں بہت پرانا ہے۔ دیکھنا کہیں پیچھے مڑ کر دیکھ نہ لے کہ تم میری مدد کر رہے ہو اور اسے غصہ آ جائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے اور اس کے غصے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غصہ آ جائے اور اللہ عزوجل ان دونوں کی وجہ سے غضبناک ہو جائے اور اس طرح ربیعہ تباہ ہو جائے''۔

لوگوں نے پوچھا: ''پھر تم ہمیں کیا کہتے ہو''؟ میں نے کہا: ''لوٹ جاؤ''۔ اور میں اکیلا ابوبکر کے پیچھے چل پڑا۔ حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھیں ساری بات سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا: ''تمھارا اور صدیق کا کیا معاملہ ہے''؟ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ایسے ایسے ہوا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک بات کہی جو مجھے ناگوار گزری۔ انھوں نے کہا تم بھی جواباً کہو اور میں نے انکار کر دیا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں وہ بات نہ کہو، بلکہ یوں کہو کہ اللہ تمھیں معاف کرے''۔ میں نے کہا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تمھیں معاف کرے''۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے پیٹھ پھیر لی۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی

جامع ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم غار میں میرے ساتھ تھے اور حوضِ کوثر پر بھی میرے ساتھی ہو گے''۔[2]

سب سے زیادہ رحم دل

مسند احمد اور جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱- منتخب کنز العمال

۲- صفوری نے محاسن ﷺتمعة فی الخلفاء الأربعه میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے لیے نبی کریم کی صحبت کو لازمی قرار دیا ہے اور اس بات کو قطعیت کے ساتھ قرآن میں بیان فرمایا ہے [جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا: غم نہ کر] جس نے اس کا انکار کیا تو اس نے کفر کیا۔ اسی طرح شرح مشکوۃ میں لکھا ہے: تمام مفسرین کے مشترکہ طور پر صاحب سے مراد ابوبکر لی ہے اور جس نے اس صحبت کی نفی حضرت ابوبکرؓ سے کی تو اس نے کفر کیا۔

نے فرمایا: ''میری امت میں سے سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں'' (اور حدیث کے باقی حصوں کا بھی ذکر کیا)[۱]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان

شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایک آدمی بازار میں گائے کو ہانکتا ہوا لے جارہا تھا۔ گائے پر بوجھ لدا ہوا تھا۔ گائے نے پیچھے مڑکر آدمی سے گفتگو کی اور کہا کہ میں بوجھ لادنے کے لیے نہیں بنائی گئی بلکہ ہل جوتنے کے لیے بنائی گئی ہوں''۔ لوگوں نے تعجب سے سبحان اللہ کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں''[۲]۔ اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہ تھے[۳]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مال

ابو حاتم[۴] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس ہزار کی رقم خرچ کی۔ اور شیخین، امام احمد اور ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر جان و مال کا سب سے زیادہ احسان ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور اگر خدا کے علاوہ کسی کو میں دوست بناتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہوتے، لیکن اسلامی اخوت و مودت کافی ہے۔ مسجد کی طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کردیے جائیں''[۵]۔

امام احمد، ابو حاتم اور ابن ماجہ[۶] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول

۱- عمدة التحقيق اورالرياض النضرة ۲- یہ بخاری کی روایات میں سے ہے۔

۳- الرياض النضرة و عمدة التحقيق۔

۴- ابوحاتم محمد بن ادریس رازی، امام بخاری اور مسلم کے ہم عصر تھے۔ ائمۂ حفاظ میں سے تھے۔ وفات ۲۷۷ھ۔

۵- الرياض النضرة اورشرح مشكوة المصابيح

۶- محمد بن یزید ربعی ابوعبداللہ ابن ماجہ قزوینی حافظ اور صحاح ستہ میں سے ایک کتاب کے مؤلف تھے۔ خلیلی کہتے ہیں یہ بڑے ثقہ اور متفق علیہ تھے۔ ان کو حجت مانا جاتا۔ حدیث کی انھیں پہچان تھی۔ سنن، تفسیر اور تاریخ کے موضوعات پر ان کی تصانیف ہیں۔ ۶۴ برس کی عمر میں ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال جتنا کسی مال نے فائدہ نہیں پہنچایا"۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا: "میں اور میرا مال آپؐ ہی کے لیے ہیں"۔ امام احمد کی ایک اور روایت میں ہے: "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ہی کے ذریعے فائدہ پہنچایا ہے"۔

ابونعیم حلیۃ الاولیاء[1] میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ چھپا کر لائے اور عرض کیا: "یا رسول اللہ! یہ میرا صدقہ ہے، اللہ سے اس اجر کا طالب ہوں"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صدقہ علانیہ لائے اور کہا: "یا رسول اللہ! یہ میرا صدقہ ہے، اس کے اجر کا طالب اللہ سے ہوں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تو نے اپنے حصے کے اجر میں سے ایک حصہ کھو دیا۔ تم دونوں کے صدقے میں ایسے ہی فرق ہے جیسے تمھارے دونوں کے قول میں ہے۔

مصنّف عبدالرزاق[2] میں ابن المسیب کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "مجھے کسی مال نے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے پہنچایا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کے بارے میں اس طرح فیصلہ صادر فرماتے تھے جس طرح اپنے مال کے متعلق حکم دیتے تھے۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمات

طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کے احسانات نہیں۔ اپنی جان و مال کے ذریعے اس نے میری مدد کی اور اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دیا"[4]۔

جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم نے ہر کسی کے احسانات کا بدلہ چکا دیا۔ ہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ رہتے ہیں۔ ان کے احسانات کا اجر انھیں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ دے گا"[5]۔

۱- اس کتاب میں صحیح اور غیر صحیح روایات موجود ہیں۔
۲- عبدالرزاق بن ہمام حمیری صنعانی ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے احادیث یاد اور جمع کیں۔ تصانیف لکھیں۔ ثقہ مسلمان اور ائمہ ان کی طرف سفر کر کے آئے اور ان سے احادیث لکھیں۔ نابینا ہونے کے بعد ۲۱۱ھ میں وفات پا گئے۔
۳- شرح مشکوۃ المصابیح
۴- انتخاب کنز العمال۔
۵- جامع ترمذی۔ وہ کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے سب سے زیادہ محبوب

جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا: ''یارسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے''؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا'' لوگوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ہم مردوں میں سے پوچھتے ہیں''۔ فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا کا باپ''۔

امام احمد، شیخین اور ابوحاتم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اتنی روایت کے بعد یہ اضافہ کرتے ہیں کہ میں (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) نے پوچھا: ''یارسول اللہ! ان کے بعد کون''؟ فرمایا: ''عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب''۔ اور پھر اور آدمی بھی شمار کیے[1]۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں خلافت کے بارے میں تم میں سے بہترین آدمی پر متحد کر دیا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی، غار میں دو میں سے دوسرے اور سب لوگوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ محبوب تھے۔

جامع ترمذی میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے قائد ہیں۔ وہ ہم میں سے بہترین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین ہیں''[2]۔

صحیح بخاری اور مسند احمد میں محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے والد (علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سارے لوگوں میں بہترین کون ہے؟'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ۔'' وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا: ''پھر کون''؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''عمر رضی اللہ عنہ''۔ محمد بن حنفیہ کہتے ہیں مجھے خدشہ ہوا کہ اس کے بعد وہ جواب میں یہ نہ فرمادیں کہ عثمان بہتر ہیں۔ اس لیے میں نے کہا: ''پھر آپ''؟ فرمانے لگے: ''میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں''[3]۔

۱- شرح المشکوٰۃ اور الریاض النضرۃ ۲- الریاض النضرۃ- شرح مشکوٰۃ

۳- یہ صحیح حدیث ہے۔ بخاری اور احمد نے اپنی کتاب میں روایت ذکر کی ہے، اس میں حضرت علیؓ کی طرف سے صراحت ہے کہ حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکر سب سے افضل ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علمی مقام

ابو حاتم روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں غالباً مجھے ایک بہت بڑا پیالہ دودھ سے بھرا ہوا دیا گیا۔ میں نے پیٹ بھر کر اس میں سے پیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ چمڑے اور گوشت کے درمیان میری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ اس پیالے میں سے کچھ بچ رہا۔ وہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ لوگوں نے کہا: ''یارسول اللہ! یہ علم ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا۔ حتیٰ کہ جب آپ سیر ہو گئے تو وہ آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عنایت کر دیا''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ٹھیک سمجھے''۔

مسند احمد اور صحیحین میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: ''ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ساز و سامان میں سے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس میں سے انتخاب کا اختیار دیا تو بندے نے وہ چیز چن لی جو اللہ کے پاس ہے''۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے، تو ہمیں اس رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندے کے متعلق بتاتے ہیں جسے اختیار دیا گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ روتے ہیں۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ اس انتخاب کا موقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیا گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بات کو ہم سے بہتر سمجھ گئے۔[1]

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چودہ صحابی فتویٰ دیا کرتے تھے، لیکن آپؐ کی موجودگی میں فتویٰ دینے کی سعادت صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی۔[2] صحیح بخاری اور مسلم میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی (مشرک) کو قتل کرے اور اس کے لیے اس کے پاس دلیل یا گواہ ہو تو مقتول کے جسم پر کا سامان اسے (قتل کرنے والے کو) ملے گا۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے مشرکین میں سے ایک شخص کو قتل کیا

۱- ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت (کتاب الاذکیاء) میں نقل کی ہے اور اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذہانت پر استدلال کیا ہے۔

۲- الریاض النضرة

Marfat.com

تھا۔ اس لیے میں نے اٹھ کر کہا کہ میری گواہی کون دے گا؟ پھر میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات دہرائی۔ میں نے پھر اٹھ کر کہا کہ کوئی ہے جو میری گواہی دے؟ یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ وہی بات کہی تو ایک آدمی نے کہا: ''یارسول اللہ! یہ (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ) سچ کہتے ہیں۔ ان کا وہ مال میرے پاس ہے۔ انھیں مجھ سے راضی کر دیجیے''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس وقت نہیں۔ اللہ کا جو شیر اللہ و رسول کی طرف سے لڑ رہا ہو اسے میں یہ نہیں کہوں گا کہ تجھے مال لا کر دے''۔

نبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں۔ بعد میں دے دینا''۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اس آدمی نے وہ زرہ مجھے دی تو اس سے میں نے قبیلۂ بنو سلمہ میں ایک باغ خریدا۔ اور یہ پہلا مال تھا جو اسلام میں آنے کے بعد مجھے ملا[1]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مشورہ دیتے ہیں

شیخین واقعۂ حدیبیہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاسوس نے آکر بتایا کہ قریش نے لشکر اکٹھے کر رکھے ہیں۔ وہ آپؐ سے جنگ کرنا اور آپؐ کو بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! مجھے مشورہ دو کیا تم یہ رائے دیتے ہو کہ جو ہمیں بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں ہم ان کے اہل و عیال کی طرف توجہ کریں''؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ بیت اللہ جانے کے ارادے سے نکلے ہیں۔ کسی سے لڑنا نہیں چاہتے۔ اب چلیے جو ہمیں روکے گا، ہم اس سے لڑیں گے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر چلو''[2]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ خواب کی تعبیر بیان کرتے ہیں

شیخین روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ ایک آدمی

۱- الریاض النضرۃ۔

۲- الریاض النضرۃ. فتح الباری میں ہے کہ یہ روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے بھی بیان کی ہے۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: ''یارسول اللہ! میں نے رات خواب میں ایک چھتہ دیکھا جس سے شہد اور گھی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور لوگ اس سے چلو بھر بھر کے لے رہے تھے۔ کوئی کم اور کوئی زیادہ۔ پھر میں نے ایک رسی دیکھی جو آسمان سے ملی ہوئی تھی جسے آپؐ نے پکڑا اور اونچے چڑھ گئے۔ آپؐ کے بعد ایک اور آدمی اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا، وہ بھی اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور آیا تو رسی ٹوٹ گئی۔ پھر جڑ گئی اور وہ اوپر چڑھ گیا''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: ''یارسول اللہ! مجھے اس کی تعبیر بیان کرنے دیجیے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھیک ہے''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ چھتہ اسلام ہے۔ گھی اور شہد سے مراد قرآن کی شیرینی و نرمی ہے۔ لوگ اسے چلو بھر بھر کر لے جاتے ہیں۔ کوئی کم لیتا ہے کوئی زیادہ۔ آسمان سے ملی ہوئی رسی وہ حق ہے جس پر آپؐ ہیں۔ آپؐ نے اسے تھاما اور اوپر چڑھ گئے۔ پھر آپؐ کے بعد کسی اور نے پکڑا اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا۔ اسی طرح دوسرا آیا اور وہ بھی چڑھ گیا۔ تیسرا آیا تو پہلے رسی ٹوٹ گئی۔ پھر جڑ گئی اور وہ اوپر چڑھ گیا۔ یارسول اللہ! میں نے ٹھیک تعبیر بیان کی ہے''؟

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' کچھ ٹھیک ہے کچھ غلط''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا: ''یارسول اللہ! مجھے ضرور بتایئے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم نہ کھاؤ''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں کی حفاظت

بخاری، احمد اور نسائی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خنیس[1] بن حذافہ سہمی بدری صحابی مدینہ میں فوت ہو گئے۔ اور ان کی اہلیہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پیچھے بیوہ رہ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی پیش کش کی۔ انھوں نے کہا کہ غور کروں گا۔ پھر کئی دنوں کے بعد وہ ملے اور کہنے لگے کہ میں نے سوچا ہے کہ ابھی

۱- یہ خنیس بن حذافہ بن قیس قرشی سہمی رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ سابقون الاولون میں سے تھے۔ حبشہ کی طرف انھوں نے ہجرت کی۔ پھر مدینہ آئے۔ بدر و اُحد میں شریک ہوئے۔ اُحد میں ایک زخم آیا جس سے شہید ہو گئے۔

Marfat.com

شادی نہ کروں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ چاہیں تو حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دوں۔ وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے ان پر عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ غصہ آیا۔ کئی دن گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا تو میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح کر دیا۔

بعد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے ملے، کہنے لگے: ''شاید تم خفا ہو گئے ہو کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے تم نے کہا اور میں نے جواب نہیں دیا''۔

میں نے کہا: ''ہاں''۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمھاری پیش کش کا جواب دینے میں یہ بات مانع تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بات کی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشا کروں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکاح نہ کرتے تو میں قبول کر لیتا''[1]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرّت

امام احمد مناقب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انھوں نے دیکھا۔ سلام کیا۔ پھر رک گئے اور دیکھا کہ کوئی جگہ مل جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف دیکھا کہ کوئی جگہ دے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ کی دائیں جانب بیٹھے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا کھسکے اور کہا: ''ابوالحسن! ادھر آ جاؤ''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک دیکھا۔ آپؐ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر خوش ہوئے اور فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! اہلِ فضیلت ہی صاحبِ فضیلت کی فضیلت پہچانتے ہیں''[2]۔

۱- بخاری میں مکمل روایت ہے اور احمد ونسائی کی روایت اس کے قریب قریب ہے۔

۲- الریاض النضرۃ اور فضائل صحابہ

آپ رسول اللہ ﷺ کے وعدے پورے کرتے ہیں

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے مال آیا تو انھوں نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے جس سے کوئی وعدہ کیا ہو، وہ آ کر لے لے''۔ میں نے اٹھ کر کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے''۔ پوچھا: ''کیا وعدہ ہے''؟ میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بحرین سے مال آئے گا تو تجھے اتنا دوں گا''۔ میں نے دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لے لو''۔ میں نے دونوں ہتھیلیوں سے لیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ مال گنا تو پانچ سو کی رقم بنی۔ پھر فرمایا: ''ایک ہزار اور لے لو''۔ اس کے بعد انھوں نے ہر شخص کو دیا جس سے رسول اللہ ﷺ نے وعدہ کر رکھا تھا''۔[1]

جمع قرآن

صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ یمامہ کے موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری طرف قاصد بھیجا۔ ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آیا ہے اور کہتا ہے کہ جنگ میں قرآن کے حافظوں کے قتل و غارت کا بازار گرم ہو چکا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ اگر دوسرے معرکوں میں بھی اسی طرح صورت حال رہی تو قرآن کا بہت سا حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ جمع قرآن کا حکم دیجیے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہے کہ وہ کام میں نہیں کر سکتا جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکرار سے کہا کہ یہ کارِ خیر ہے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس چیز کے لیے کھول دیا جس کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ اس نے کھولا تھا اور اس بارے میں میری رائے بھی عمر رضی اللہ عنہ والی بن گئی۔ اب تم عقل مند نوجوان ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے کاتبِ وحی

۱- الخراج لأبی یوسف۔ یہ حدیث صحیحین، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مسند احمد کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی مذکور ہے۔

Marfat.com

ہو۔اس لیے قرآن جمع کر دو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''خدا کی قسم! اگر وہ مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے کہتے تو وہ کام میرے لیے جمع قرآن کی اس تکلیف سے مشکل نہ تھا۔ میں نے کہا کہ تم دونوں وہ کام کیسے کرتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کارِ خیر ہے اور بار بار یہ بات کہتے رہے تا آنکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح مجھے بھی اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے شرحِ صدر عطا فرما دیا اور میری بھی وہی رائے بن گئی۔ پھر میں کھجور کے پتوں، کپڑوں کے ٹکڑوں اور آدمیوں کے سینوں سے قرآن کی تلاش کر کے اسے جمع کرنے لگا۔ سورۂ توبہ کا آخری حصہ (لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ......الخ) مجھے خزیمہ رضی اللہ عنہ[1] کے پاس سے ملا اور میں نے وہ اس سورت سے ملا دیا۔

وفات تک یہ صحیفے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس، پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس[2]۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہی سے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کی نقلیں کرائیں اور یہ مصحف انھوں نے مختلف شہروں میں بھیجے۔

خوفِ خدا اور زہد

محمد بن سیرین[3] رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور آدمی نے بھی کھانا کھا کر بعد میں اسے ارادے سے قے کر دیا ہو۔ انھوں نے کھانا کھا لیا۔ بعد میں بتایا گیا کہ یہ ابن نعمان لایا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو یہ اس کی کہانت کی کمائی تھی اور کھانا

۱- یہ خزیمہ بن ثابت بن انصاری اوسی رضی اللہ عنہ سابقون الاولون میں سے ہیں۔ جنگِ بدر و اُحد میں شامل تھے۔ ایک یہ بھی روایت ہے کہ پہلی دفعہ جنگِ احد میں شریک ہوئے۔ ان کی اکیلے شہادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہادتوں کے برابر رکھی تھی۔ جنگِ صفین میں علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۲- بخاری کی روایت ہے اور ترمذی، احمد اور طبرانی نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ بیان کی ہے۔

۳- محمد بن سیرین انصاری بصری۔ امام وقت، ثقہ، بلند مرتبہ، فقیہ، وسیع علم کے مالک، زاہد، فاضل اور حافظ تھے۔ روایت باللفظ کرتے تھے۔ خواب کی تعبیر بتاتے۔ بصرہ میں ان سے زیادہ قضا کو جاننے والا کوئی نہیں تھا۔ ۷۷ سال کی عمر میں ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

قے کر دیا[1]۔

ابونعیم حلیۃ میں زید بن ارقم[2] سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا۔ انھیں کھانا لا کے دیتا تھا۔ ایک رات وہ کھانا لایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک لقمہ توڑ کر منہ میں رکھ لیا۔ وہ غلام کہنے لگا: ''کیا بات ہے پہلے تو آپ ہمیشہ پوچھتے تھے کہ کھانا کہاں سے لایا ہوں، مگر آج نہیں پوچھا''؟ آپ نے فرمایا: ''بھوک سخت لگی ہوئی تھی۔[3] اچھا بتاؤ، کہاں سے لائے ہو''؟ اس نے بتایا کہ میں نے جاہلیت میں ایک قبیلے کو تعویذ دیا تھا اور انھوں نے کچھ دینے کا مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ آج ان کے ہاں تقریب تھی۔ میرا گزر ادھر سے ہوا تو یہ کھانا انھوں نے مجھے دے دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم تو مجھے تباہ کرنے والے تھے''۔

آپ نے ہاتھ منہ میں ڈالا اور قے کی کوشش کرنے لگے۔ کھانا نکلتا نہیں تھا۔ کسی نے بتایا کہ پانی پینے سے نکلے گا۔ آپ نے پانی منگوایا اور اسے پی پی کر قے کرنے لگے، تا آنکہ اس لقمے کو نکال دیا۔ کسی نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم کرے یہ سب کچھ ایک لقمے کی وجہ سے کیا ہے؟ فرمایا: ''اگر یہ جان نکالنے سے نکلتا تو بھی میں اسے نکال کر چھوڑتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر وہ جسم جو حرام مال سے پلا بڑھا ہو، آگ اس کی زیادہ حق دار ہے۔ تو میں ڈر گیا کہ اس لقمے سے میرا جسم نہ کچھ پلے بڑھے''[4]۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہی سے ابونعیم رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

۱- انتخاب کنز العمال۔

۲- یہ زید بن ارقم بن زید بن قیس انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ یتیم رہ گئے۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان کی پرورش کرتے رہے۔ ان سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں شریک ہوئے۔ جنگِ اُحد میں چھوٹے سمجھ کے چھوڑ دیے گئے۔ کوفہ میں رہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص ساتھیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جنگ صفین میں ان کے ساتھ تھے۔ وفات ۶۸ھ۔

۳- دیکھیے کہ خلیفۂ رسول کو بھوک ستا رہی ہے۔ اس کے ہاتھ میں خزانوں کی چابیاں ہیں۔ عراق کے تحفے اور شام کے پھل پہنچنے میں بس حکم دینے کی دیر ہے، مگر جب تک غلام ان کا کھانا نہیں لے آتا وہ کھانا نہیں کھاتے کیونکہ ان کے پہلو میں وہ دل تھا جو دنیا و مافیہا سے کہتا تھا کہ میں تجھ سے عظیم تر ہوں، مجھے تیری ضرورت نہیں اور میں تجھے نہیں چاہتا۔

۴- حلیہ الأولیاء اور فضائل صحابہ

Marfat.com

پینے کے لیے کوئی چیز منگوائی۔ شہد اور پانی حاضر کیا گیا۔ اسے منہ سے قریب کر کے دور ہٹا دیا اور اتنا روئے کہ ساتھیوں کو بھی رلا دیا۔ پھر لوگ چپ ہو گئے، مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چپ نہ ہوئے۔ وہ روتے ہی رہے، حتیٰ کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ وہ ان سے کوئی بات پوچھ نہیں سکتے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رونا بند کیا تو لوگوں نے پوچھا: ''خلیفہ رسول! آپ کیوں روئے تھے''؟ انھوں نے جواب دیا: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو دور ہٹا رہے ہیں۔ حالانکہ پاس کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! قریب تو کوئی چیز نظر نہیں آتی، پھر آپ کسے ہٹا رہے ہیں''؟ آپؐ نے فرمایا: ''یہ دنیا ہے میرے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اسے ہٹایا تو ہٹ گئی۔ پھر لوٹ کر آئی اور کہنے لگی کہ آپ تو ہٹ گئے مگر آپؐ کے بعد آنے والے مجھ سے نہیں بچ سکیں گے''۔ اب مجھے وہ بات یاد آ گئی اور خدشہ ہوا کہ دنیا مجھ سے نہ چمٹ جائے[1]۔

تواضع

صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص تکبر سے اپنا کپڑا اپنے نیچے گھسیٹتا ہوا چلے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا''۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میرے کپڑے کی ایک طرف لٹک جاتی ہے، اِلّا یہ کہ میں اس کا خاص خیال رکھوں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تم تکبر سے نہیں کرتے''[2]۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کی نکیل گر جاتی تو خود نیچے اتر کر پکڑتے۔ لوگ کہتے آپ نے ہمیں فرمایا ہوتا تو پکڑا دیتے۔ وہ جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں لوگوں سے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے[3]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا سیکھنا

صحیح بخاری ومسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت

۱- حلیۃ الأولیا اور فضائل صحابہ ۲- صحیح بخاری

۳- تہذیب تاریخ ابن عساکر۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''مجھے کوئی دعا سکھایئے جو میں نماز میں پڑھا کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ اے اللہ! میں نے اپنے اُوپر بڑی زیادتی کی ہے اور تیرے علاوہ کوئی قصور معاف نہیں کرسکتا۔ پس مجھے اپنے فضل سے معاف فرما دیجیے اور مجھ پر رحم فرمایئے۔ بے شک تو ہی بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

ترمذی ابوراشد[1] سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے سنا ہے وہ مجھے بھی سناؤ۔ جواب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں ایک صحیفہ دیا جس میں لکھا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی دعا سکھانے کی درخواست کی جو وہ صبح وشام پڑھا کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات پڑھنے کو کہا:

"اللھم فاطر السموات والأرض، عالم الغیب والشھادة، لا الہ الا أنت. رب کل شئی وملیکہ، أعوذبك من شر نفسی، ومن شر الشیطان و شرکہ، أن أقترف علی نفسی شرأ أو أجرّہ الی مسلم"

ترجمہ: ''اے زمین وآسمان کے خالق اور غائب وظاہر کو جاننے والے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے۔ میں اپنے نفس اور شیطان کے شر اور ابلیس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ اپنے نفس کے لیے یا اپنے کسی مسلم بھائی کے لیے شر کا کوئی کام کروں۔''[2]

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی کہ وہ ان ہی الفاظ میں دعا مانگیں اور تسبیح پڑھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہوں اور جن پر آپ راضی ہوں۔ کیونکہ ایک مسلمان کے یہ شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ دعائے تسبیح اور درود میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے انداز کے علاوہ کوئی اور انداز اختیار کرے۔ چاہے وہ انداز ظاہر میں الفاظ ومعانی کے اعتبار سے کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز کے علاوہ دوسرا انداز اختیار نہ کرنے کی وجہ یہ

۱- ابوراشد جرانی، حمصی یا دمشقی ہیں۔ کہتے ہیں ان کا نام خضر ہے یا نعمان۔ یہ ثقہ تابعی تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے زمانے میں دمشق میں ان سے بہتر کوئی آدمی نہ تھا۔

۲- الریاض النضرة— ابن عساکر، بیہقی

Marfat.com

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی معلم خیر اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرمانے والے ہیں اور آپ کو افضل اور اکمل کا بہتر پتا ہے۔

ادھیڑ عمر اہلِ جنت کے دو سردار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان رشتۂ مواخات قائم کرتے ہوئے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بھائی بھائی بنایا۔ ایک دن وہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے آ رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص انبیا و رسل علیہم السلام کو مستثنیٰ کرتے ہوئے باقی ادھیڑ عمر والے اہل جنت کے سرداروں کو دیکھنا چاہے، وہ ان دو آنے والوں کو دیکھ لے''[1]۔

اس امت میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں

کوفہ اور بصرہ کے دو وفد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ دورانِ گفتگو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو بعض نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ پر اور بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ترجیح دی۔ جارود[2] بن معلّٰی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیا تھا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ ان کے پاس درّہ بھی تھا۔ جن لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ترجیح دی انھیں وہ اپنے اس درّے سے مارنے لگے اور کوئی شخص اپنا پاؤں آگے کر کے ہی باقی جسم کو محفوظ کر سکتا تھا۔

جارود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''امیر المومنین! ٹھہریے! اللہ تعالیٰ ہمیں اس حالت میں نہیں دیکھ سکتا کہ ہم آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے فلاں فلاں معاملے میں افضل تھے''۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہو کر لوٹ گئے۔

عشا کا وقت ہوا تو منبر پر چڑھ کر انھوں نے فرمایا: ''لوگو! یاد رکھو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت میں

۱- طبقات ابن سعد

۲- یہ جارود بن معلّٰی یا علاء عبدی رضی اللہ عنہ قبیلۂ عبدالقیس سے ہیں۔ اس قبیلے کے وفد کے ساتھ ان کے سردار کی حیثیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پہلے عیسائی تھے پھر اسلام قبول کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام لانے پر خوش ہوئے۔ ان کی عزت و تکریم کی۔ یہ دین میں بڑے مضبوط تھے۔ کہتے ہیں کہ ۲۱ھ میں فارس میں فوت ہوئے اور یہ بھی روایت ہے کہ خلافتِ عثمان تک زندہ رہے۔

Marfat.com

افضل ترین ہیں۔ جو شخص کسی اور کو ان پر ترجیح دے، وہ بہتان باندھنے والا ہے اور اس کی سزا وہی ہے جو افترا پردازی کی ہے"[1]۔

تین نمایاں ترین شخصیتیں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں اشعار کہے، جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

ثلاثة برزوا بسقيهم نضرهم ربهم اذا نشروا
عاشوا بلا فرقة حياتهم واجتمعوا فى الممات اذ قبروا
فليس من مسلم له بصر ينكر من فضلهم اذا ذكروا

۱۔ تین شخصیتیں اپنی پیش قدمی کی بنا پر باقی لوگوں پر سبقت لے گئیں۔ اللہ تعالیٰ حشر کے وقت انھیں تروتازہ رکھے۔

۲۔ وہ زندگی میں اکٹھے رہے اور موت کے بعد ان کی قبریں بھی ایک جگہ تھیں۔

۳۔ پس کوئی صاحبِ نظر مسلمان ایسا نہیں ہو سکتا جو ان کی فضیلت کا انکار کرے[2]۔

ایک اعرابی نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا:

اليک ابن خير الناس الا محمداً والا أبابكر نروح و نغتدى

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین انسان کے بیٹے ہم تیری طرف صبح و شام آتے ہیں[3]۔

حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ سلوک کیا جو میرے ساتھ نہیں کیا۔ جب مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے آئے تو آپؐ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر نکلے اور کسی اور پر مطمئن نہ ہوئے، یہاں تک کہ آپؐ غار میں جا داخل ہوئے"[4]۔

۱- اسد الغابہ۔

۲- عیون الاخبار (ابن قتیبہ) یہ روایت اور کہیں نہیں ملی [اسد الغابۃ میں بھی موجود ہے۔ ادارہ] میرے خیال میں یہ حسان کا اسلوب نہیں ہے۔

۳- عیون الاخبار

۴- تہذیب تاریخ ابن عساکر

Marfat.com

ایک روز ان سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق پوچھا گیا تو پوچھنے والے سے فرمانے لگے: "تم نے باخبر آدمی سے سوال کیا ہے۔ وہ دونوں ہدایت یافتہ، راست رو اور راہ راست پر چلانے والے تھے۔ نجات یافتہ اور مصلح تھے۔ دنیا سے اس حالت میں چل بسے کہ لوگوں کے مال کے بارے ان کے دامن بالکل صاف تھے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو اللہ نے بعد والوں پر حجت بنایا ہے۔ وہ دونوں بہت آگے نکل گئے اور بعد میں آنے والوں کو انھوں نے از حد تھکا دیا ہے"۔

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے سبقت لے گئے۔ پیچھے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے۔ پھر ہمیں فتنے نے آلیا"۔

ایک دن کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فیصلے کر رہے تھے تو ایک آدمی نے کہا: "اے بہترین انسان! میرے معاملے میں غور فرمائیے۔ بخدا میں نے آپ سے بہتر کسی شخص کو نہیں دیکھا"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: "اسے آگے بڑھاؤ"۔ لوگوں نے اسے آگے بڑھایا تو آپ نے پوچھا: "تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا"؟ اس نے جواب دیا: "نہیں"۔ پھر پوچھا: "ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما دیکھے تھے"؟ اس نے کہا: "نہیں"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر تم بتاتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے دیکھا ہے تو میں تمھاری گردن اڑا دیتا اور اگر تم کہتے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو تم نے دیکھا ہے تو تمھیں دردناک سزا دیتا"[1]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ...... مجسّم خیر

طارق کہتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پوچھا: "ابوبکر رضی اللہ عنہ کیسے آدمی تھے"؟ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ مجسّم خیر تھے یا مجسّم خیر کی طرح تھے"[2]۔

............❀❀❀............

۱- مختصر الموافقة (زمخشری)

۲- فضائل صحابه وآل للنقشبندی

Marfat.com

متفرق واقعات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مقدم کیا

سوید[1] بن غفلہ سے روایت ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو وہ خطبہ دینے کے لیے اٹھے اور انھوں نے حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''لوگو! میں تمھیں اللہ کی یاد دہانی کرا کے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ کون آدمی ہے جو میری بیعت کرنے کے لیے اپنے پاؤں پر اٹھا ہو تو پشیمان ہوا ہو''؟ حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ اٹھے۔ ان کے پاس تلوار تھی۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اتنے قریب گئے کہ ایک پاؤں منبر کی سیڑھی پر رکھا اور دوسرا کنکریوں پر اور فرمایا: ''ہم نہ آپ کی بیعت فسخ کرتے ہیں، نہ آپ سے فسخ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگے کیا تو آپ کو پیچھے کون ہٹا سکتا ہے''؟[2]

وہ ٹھیک نہ بتائیں گے تو اور کون بتائے گا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے اور میرے درمیان کسے ثالث بنانے پر رضا مند ہو؟ کیا ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ پر راضی ہو''؟ میں نے کہا: ''نہیں۔ وہ نرم مزاج آدمی ہیں۔ وہ آپ کے حق میں فیصلہ کر دیں گے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر اپنے باپ پر مطمئن ہو''؟ میں نے کہا: ''ہاں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم واقعہ بتاؤ''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''نہیں آپ بتائیے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ایسی اور ایسی ہے''۔ میں نے کہا: ''ٹھیک ٹھیک بتائیے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے تھپڑ دے مارا اور

۱- یہ سوید بن غفلہ جعفی ابوامیہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے لوگ فارغ ہوئے ہی تھے کہ یہ مدینہ پہنچے۔ جنگِ یرموک میں شامل ہوئے۔ ۱۳۰ سال کی عمر میں ۸۱ ھ میں وفات پائی۔

۲- الریاض النضرۃ— ابن عساکر اور الموافقۃ میں کئی اسناد سے یہ روایت ہے لیکن یہ سب مرسل ہیں۔

Marfat.com

فرمایا: "فلاں کی بیٹی! تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتی ہو کہ ٹھیک ٹھیک بتایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ٹھیک نہیں بتائیں گے تو اور کون بتائے گا"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناک سے خون بہنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم تم سے یہ تو نہیں چاہتے تھے"۔ اپنے ہاتھ سے ان کے کپڑوں سے خون دھوتے اور فرماتے: "دیکھا اللہ نے تمھیں اس سے کیسے دور ہٹایا"[1]۔

آیت کی بے محل تلاوت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آیت يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ (المائدہ ۵:۱۰۵)۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمھارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہ راست پر رہو" پڑھی اور فرمایا: "لوگ اسے بے محل پڑھتے ہیں۔ خبردار! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اگر لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں اور بدی کو دیکھیں اور اسے نہ مٹائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب بھیج دیتا ہے"[2]۔

کستوری سے زیادہ خوشبودار

کچھ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم نے آپ سے بڑھ کر کسی کو ٹھیک فیصلے کرنے والا، حق بات کہنے والا اور منافقین کے بارے میں سخت رویہ رکھنے والا نہیں پایا۔ اس لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ سب سے افضل ہیں۔

عوف[3] بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: "تم جھوٹ کہتے ہیں۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ آدمی دیکھا ہے جو ان سے بہتر تھا"۔ پوچھا: "وہ کون تھا"؟ عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: "ابوبکر"۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "عوف رضی اللہ عنہ سچ کہتا ہے اور تم جھوٹ کہتے ہو۔ خدا کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ کستوری کی خوشبو سے زیادہ

۱- تہذیب تاریخ ابنِ عساکر۔

۲- ابنِ عساکر کہتے ہیں کہ یہ روایت ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ اور ابن حبان نے تھوڑے تھوڑے اختلاف سے بیان کی ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳- عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے پاس فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ اشجع کا جھنڈا تھا۔ ۶۷ احادیث کے راوی ہیں۔ فتحِ خیبر میں شامل تھے۔ وفات ۷۳ھ۔

Marfat.com

پاکیزہ تھے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے اونٹ سے زیادہ بے راہ ہوں"۔

تم بے محل کہتے ہو

ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "ان دو آیتوں اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (حم سجدہ ۴۱: ۳۰) (جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر استقامت دکھاتے ہیں) اور اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الانعام ۶: ۸۲) (وہ جو ایمان لائیں اور اس میں ظلم کی ملاوٹ نہ کریں) کے متعلق تم کیا کہتے ہو"؟ لوگوں نے کہا: "ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ پھر اس پر ثابت قدم رہیں اور اپنے ایمان میں گناہ کے ظلم کی ملاوٹ نہ کرتے رہیں"۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم نے اسے بے محل استعمال کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اس پر ثابت قدم رہیں، کسی اور معبود کی طرف توجہ نہ کریں اور اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہ کریں"۔[1]

ہوسکتا ہے یہ تیرے لیے کفّارہ بن جائے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نئے کپڑے پہن کر گھر میں چل پھر رہی تھی اور دھیان کپڑوں اور دامن کی طرف تھا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آئے اور فرمایا: "عائشہ! تجھے پتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تیری طرف متوجہ نہیں"۔ میں نے پوچھا: "کیوں"؟ فرمایا: "تجھے معلوم نہیں کہ جب دنیوی زینت سے بندے میں غرور پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے خفا ہو جاتا ہے"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے وہ کپڑے اتار کر خیرات کر دیے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہوسکتا ہے یہ تیرے لیے کفّارہ بن جائے"۔[2]

عید کے دن ہیں، انھیں چھوڑ دو

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ ان کے پاس دو لڑکیاں عید کے

۱- حلیة الأولیاء لأبی نعیم ۲- ایضاً

Marfat.com

دنوں میں بیٹھی کچھ گیت گا رہی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ چہرے پر بھی کپڑا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ کچھ ہو رہا ہے''؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: ''عید کے دن ہیں، انھیں چھوڑ دو''[۱]۔

اہلِ بدر کو عامل نہیں بناتے تھے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: ''آپ اہلِ بدر کو گورنر کیوں نہیں مقرر کرتے''؟ آپ نے فرمایا: ''میں ان کا مرتبہ پہچانتا ہوں، مگر پسند نہیں کرتا کہ انھیں دُنیا میں ملوّث کروں''[۲]۔

اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص اس چیز کے بارے میں محتاط نہ تھا جس کا انھیں علم نہ ہوتا۔ ایک مقدمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس کے بارے میں قرآن وسنّت میں کوئی ہدایت نہ ملی تو انھوں نے فرمایا: ''میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں۔ اگر یہ اجتہاد ٹھیک ہوا تو اللہ کی طرف سے ہوگا اور اگر غلط ہوا تو میری طرف سے ہوگا اور میں اس کے لیے اللہ سے معافی چاہتا ہوں''[۳]۔

جب کوئی جھگڑا ان کے پاس آتا تو کتاب اللہ میں دیکھتے۔ وہاں سے اگر کوئی ہدایت مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ ورنہ نکل کر لوگوں سے اس بارے میں پوچھتے اور پھر کہتے کہ ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم میں وہ لوگ رکھے ہیں جو ہمارے نبی کی سنّت ہمارے لیے محفوظ کیے ہوئے ہیں''[۴]۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ وہ کتاب اللہ سے فتویٰ دیتے۔ وہاں سے نہ ملتا تو سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دیتے اور وہاں بھی نہ ملتا تو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق فیصلہ سناتے،

۱- الفائق – تیسیرا لوصول ۲- حلیہ (ابونعیم)
۳- طبقات ابنِ سعد ۴- قمع النفوس (حصنی)

Marfat.com

لیکن عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے اقوال کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ امت کے دینی رہنما اور اپنے زمانے میں سب صحابہ سے زیادہ عالم اور فقیہہ تھے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ رات دیر تک باتیں کرتے تھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے کسی معاملے میں رات دیر تک ابوبکر رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے اور میں ساتھ ہوتا تھا''۔[2]

خلیفۂ رسول اور امیر المومنین

ابنِ شہاب راوی ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر سلیمان بن ابوحثمہ[3] سے پوچھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر رضی اللہ عنہ خلیفۂ ابوبکر رضی اللہ عنہ کیوں لکھتے تھے؟ اور سب سے پہلے امیر المومنین کس نے لکھا؟ تو سلیمان نے جواب دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی بازار جاتے تو وہ میری دادی شفاء[4] کے پاس، جو پہلی مہاجر خواتین میں سے تھیں، ضرور جاتے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کے گورنر کی طرف حکم لکھا کہ وہاں سے وہ دو شریف النفس اور بہادر قسم کے آدمیوں کو بھیجے، جن سے عمر رضی اللہ عنہ عراق اور اہلِ عراق کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ عراق کے گورنر نے لبید[5] بن ربیعہ اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ وہ دونوں مدینہ پہنچے۔ انھوں نے اپنی سواریاں مسجد کے قریب بٹھائیں۔ پھر وہ مسجد کے اندر گئے۔ وہاں انھیں

۱- فتاویٰ ابن تیمیہؒ۔ ۲- ابن تیمیہ، ابن ابی شیبہ کی روایت سے

۳- ابوحثم کا نام عبداللہ بن حذیفہ یا عدی بن کعب بن حذیفہ ہے۔ عدوی، مدنی اور علمائے قریش میں سے تھے۔

۴- شفاء بنت عبداللہ بن شمس قرشیہ عدویہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کا نام لیلیٰ تھا، لیکن لقب شفاء زیادہ معروف رہا۔ ہجرت سے پہلے مکہ میں مسلمان ہوئیں۔ فاضل اور عقل مند عورتوں میں سے تھیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کی رائے کو ترجیح دیتے۔ ان کی تکریم کرتے۔ انھیں راضی رکھنے کی کوشش کرتے اور بازار کا کوئی معاملہ ہوتا تو ان کے سپرد کر دیتے۔

۵- یہ لبید بن ربیعہ بن عامر عامری فحول رضی اللہ عنہ شعرا میں سے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اسلام قبول کیا۔ شعر کہنے چھوڑ دیے۔ اس کے بعد صرف ایک شعر کہا۔ دورِ جاہلیت اور اسلام میں شریف تھے۔ ۱۴۰ یا اس سے زیادہ سال کی بڑی عمر پا کر خلافتِ عثمان میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مل گئے۔ انھوں نے کہا ''عمرو رضی اللہ عنہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے ہمارے لیے اجازت لیجیے''۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ جلدی سے اندر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: ''السلام علیک یا امیر المومنین''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ابن العاص! تم نے مجھے ایسے کیوں مخاطب کیا''؟ انھوں نے کہا: ''لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما آئے ہیں اور انھوں نے مجھ سے کہا ہے کہ امیر المومنین سے ہمارے لیے اجازت لیجیے''۔ میں نے کہا: ''بخدا! تم نے ٹھیک نام بتایا۔ وہ امیر (حاکم) ہیں اور ہم مومنین ہیں۔ اسی دن سے یہ بات شروع ہوئی''۔[1]

ہم بھی اس طرح کے تھے

اہلِ یمن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ آئے۔ انھوں نے قرآن سنا اور رو پڑے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم بھی اسی طرح کے تھے، پھر دل سخت ہو گئے''۔[2]

اطاعتِ رب تواضع ہی سے ممکن ہے

حمیری بادشاہوں میں ذوالکلاع[3] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اپنے خاندان کے علاوہ ہزار غلام اس کے ساتھ تھے اور تاج اور قیمتی لباس و زیورات اس نے پہن رکھے تھے۔ جب اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لباس، تواضع اور عبادت و زہد دیکھا تو اس نے اپنے لبادے اتار پھینکے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والا لباس پہن لیا۔ حتیٰ کہ ایک دن اسے مدینہ کے بازاروں میں اس حالت میں دیکھا گیا کہ کندھوں پر بکری کی کھال تھی۔ اس کے خاندان والے گھبرائے کہ مہاجرین و انصار کے سامنے اس نے ہماری سبکی کر دی۔ ذوالکلاع رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تم چاہتے ہو کہ جاہلیت میں میں جبار تھا تو اسلام میں بھی جبار رہوں۔ ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! اللہ کی عبادت، تواضع اور زہد ہی سے ممکن ہے''۔

۱- تاریخ الصغیر والادب المفرد (بخاری)

۲- الحلیہ (ابونعیم)

۳- ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ کا نام سمیفع یا ایفع یا اسمیفع بن ناکور تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسلمان ہوئے۔ اپنی قوم کے قائد تھے۔ پھر شام منتقل ہو گئے اور وہیں رہے۔ فتنے کا دور آیا تو جنگِ صفین میں شامل ہوئے اور وہیں قتل ہوئے...... چار ہزار اور ایک روایت کے مطابق دس ہزار خاندان انھوں نے آزاد کیے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جو بادشاہ اور وزیر آتے تھے وہ پہلے متکبر وجبار ہوتے تو یہاں آنے کے بعد متواضع اور منکسر المزاج بن کر جاتے[۱]۔

میں کہتا ہوں کہ ایسا اس لیے ہوتا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عاجز کر دینے والی علامت تھے کہ وہ لوگوں سے پڑھنے کو نہیں، بلکہ دیکھنے کو کہتے تھے اور موثر ترین نصیحت وہی ہوتی ہے جو کان کے راستے نہیں بلکہ آنکھ کے واسطے سے دل میں اتر جائے۔ اور بہترین ناصح وہ ہے جو اقوال سے نہیں، بلکہ اپنے افعال سے دوسروں کو نصیحت کرے۔

جب یہ لوگ دیکھتے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفۂ رسول اور نصف روے زمین کا فرماں روا ہونے کے باوجود کھلی چادر اور عبا پہنے بازاروں میں پھرتے رہتے ہیں تو انھیں معلوم ہوجاتا کہ زرق برق لباس، سونے اور جواہرات سے بڑھ کر بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور وہ چیز اندر کی عظمت ہے۔ پھر وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشابہت پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ انھیں اللہ سے اور عام انسانوں سے شرم آتی کہ خلیفۂ رسول کا مقابلہ تاج اور قیمتی لباس وزیورات سے کریں، جب کہ وہ ایک ڈھیلا ڈھالا سا چغہ پہنے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھنے لگتے۔ ان کے اندر نمائش کے جذبات اسی طرح ٹھنڈے پڑ جاتے جس طرح سورج کے سامنے چھوٹے چھوٹے ستارے ماند ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے کہ وہ تواضع میں عظیم اور اپنی عظمت میں متواضع تھے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کہاں گئے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے ارادے سے نکلے تو چلتے چلتے ایک سوار سے جا ملے جو یہ شعر پڑھ رہا تھا:

ما ساسنا مثلک یابن الخطاب أبرّ بالأقصی ولا بالأصحاب

بعد النبی صاحب الکتاب

”صاحبِ کتاب نبی کے بعد اے ابنِ خطاب رضی اللہ عنہ تجھ ایسے کسی آدمی نے ہم پر حکومت نہیں کی کہ وہ ساتھیوں کو چھوڑ کر دور کے لوگوں پر احسان کرتا ہے“۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھڑی سے اسے آہستہ سے مارا اور فرمایا: ”تو ابوبکر کہاں گئے“[۲]؟

۱- مروج الذھب (مسعودی) ۲- تاریخ طبری

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مہمان

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ اصحابِ صفہ فقیر لوگ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس آدمی کے ہاں دو افراد کا کھانا ہو وہ تیسرے (فرد) کو (اصحابِ صُفّہ میں سے) ساتھ لے جائے اور جس کے ہاں چار کا ہو وہ پانچویں اور چھٹے کو ساتھ لے جائے'' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کو ساتھ لے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو لے گئے۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں کھانا میرے لیے، میرے والدین اور ایک خادم کے لیے تھا جو ہمارے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں مشترک تھا (راوی بھول گیا ہے کہ شاید انھوں نے اپنی بیوی بھی کہا) اس طرح یہ چار یا پانچ افراد بنتے ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات کا کھانا کھایا۔ پھر نماز پڑھی اور وہیں رک گئے تا آنکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمالیا۔

رات کا کافی حصہ گزر جانے کے بعد وہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) گھر آئے تو ان کی اہلیہ محترمہ نے کہا: ''کس چیز نے آپ کو مہمانوں سے روکے رکھا''؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''تو تم نے انھیں کھانا نہیں کھلایا''؟ اہلیہ محترمہ نے جواب دیا: ''کھانا ہم نے پیش کیا مگر انھوں نے اس وقت تک کھانے سے انکار کر دیا جب تک آپ نہ آجائیں''۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ڈانٹ ڈپٹ سے ڈرتے ہوئے اندر جا کر چھپ گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آواز دی: ''نیلی مکھی!'' پھر بُرا بھلا کہا اور کہا کہ تیری ناک اور کان وغیرہ کٹ جائیں۔ انھوں نے مہمانوں سے کہا کہ کھانا کھایئے۔

مہمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھانے کو کہا تو انھوں نے قسم کھالی کہ میں یہ کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا۔

صورتِ حال یہ تھی کہ مہمان کھانے میں سے ایک لقمہ اٹھاتے تو نیچے سے اور زیادہ نکلتا آتا۔ وہ سیر ہو گئے اور کھانا جتنا تھا اس سے زیادہ بچ گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے

Marfat.com

پوچھا: "یہ کیا ماجرا ہے"؟ انھوں نے کہا: "مجھے پتا نہیں"۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میری آنکھوں کی ٹھنڈک یہ تو جتنا پہلے تھا، اس سے تین گنا زیادہ ہے"۔

اب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس میں سے کھایا اور فرمایا کہ وہ قسم تو شیطانی تھی۔ یہ کہنے کے بعد ایک لقمہ اور کھایا۔ پھر کھانا اٹھا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے جو صبح تک ویسے ہی رکھا رہا۔ اور ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان جو وعدہ ہوا تھا، اس کی میعاد گزر گئی تو وہ ہم نے بارہ آدمیوں میں تقسیم کر دیا جن میں سے آگے ہر آدمی کے ساتھ نہ جانے کتنے آدمی تھے۔ ان سب نے اس میں سے کھایا۔

مسلم اور احمد کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں کھاؤں گا تو مہمانوں نے جواباً کہا کہ خدا کی قسم ہم بھی اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک آپ نہ کھائیں۔ صبح ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ان لوگوں نے اپنی قسمیں پوری کیں اور میں نے توڑ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپ ان سے بہتر ہیں"[1]۔

تم نے سچ کہا اور جھوٹ کہا

لبید شاعر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ انھوں نے یہ مصرع پڑھا (ألا كل شئ ماخلا الله باطل (سنو! خدا کے علاوہ ہر چیز باطل ہے) تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم سچ کہتے ہو"۔ پھر انھوں نے دوسرا مصرع پڑھا: وكل نعيم لامحالة زائل (ہر نعمت لامحالہ ختم ہونے والی ہے) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم غلط کہتے ہو۔ اللہ کے ہاں ایسی بھی نعمتیں ہیں جو زوال پذیر نہیں ہوں گی"[2]۔

کبھی شعر نہیں کہا

عبداللہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا، لیکن تم ان کی طرف غلط منسوب کرتے ہو کہ وہ شعر کہتے تھے[3]۔

۱- صحیحین، مسند امام احمد

۲- الموشح للمرزبانی، اسد الغابہ میں ہے کہ لبید سے یہ کلمات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہے۔

۳- ابن عساکر، تاریخ طبری

نقشِ خاتم

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش "نعم القادر الله" (بہترین قدرت رکھنے والا، اللہ) تھا۔[1]

پورے قرآن کے حافظ تھے

امام نووی اپنی کتاب تہذیب میں کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے، جنھیں پورا قرآن یاد تھا۔

کھانا

سعد کہتے ہیں کہ مقام خذوات پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تھیلے میں سے کھانا نکالا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ گرم راکھ پر پکی ہوئی چپاتی ہے جس میں چولہے پر پکے ہوئے گوشت کا اثر ہے۔ وہ بالکل خشک تھی۔ انھوں نے مجھے دعوت دی اور میں نے ان کے کھانے میں سے کچھ کھایا۔[2]

احتیاط کا مسلک

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "وتر کب پڑھتے ہو"؟ عرض کیا: "رات کے پہلے حصے میں"۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "تم وتر کب پڑھتے ہو"؟ انھوں نے بتایا: "رات کے آخری حصے میں"۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم نے احتیاط کا رویہ اختیار کیا" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم نے عزیمت کی راہ اختیار کی"۔[3]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقامِ جرف کی فوجی چھاؤنی کے پاس سے گزرے تو وہ قبیلوں کے نسب شمار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ بنوفزارہ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے کہا: "اے خلیفۂ رسول! ہم ہمیشہ گھوڑوں پر سواری کرنے کے عادی ہیں۔ اس لیے انھیں ساتھ لے آئے ہیں"۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تم میں برکت ڈالے"۔[4]

۱- ابن عساکر، تاریخ طبری ۲- الفائق (زمخشری)

۳- ایضاً ۴- ایضاً

Marfat.com

میں تم سے اور تمھارے باپ سے زیادہ شہسوار ہوں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اور لوگوں کے سامنے آئے۔ انصار میں سے ایک نوجوان اٹھا اور اس نے کہا: ''اے خلیفۂ رسول! مجھے اس گھوڑے پر سوار کیجیے''۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں اس گھوڑے پر تیرے بجائے کسی ایسے آدمی کو سوار کروں جسے بچپن سے سواری کی مشق ہو''۔ اس نوجوان نے کہا کہ خدا کی قسم! میں آپ سے اور آپ کے باپ سے زیادہ شہسوار ہوں[1]۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کی بات سنی تو مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے اس کے کان پکڑ لیے اور اپنے گھٹنے اس کی ناک پر رکھ دیے اور اس کی ناک یوں معلوم ہوتی تھی جیسے مشکیزے کا منہ ہو۔ اس پر انصار اور دوسرے لوگ مجھ پر پل پڑے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چلتے رہے۔ جب انھوں نے وہ کچھ دیکھا جو لوگ میرے ساتھ کر رہے تھے تو انھوں نے فرمایا: ''مغیرہ رضی اللہ عنہ ایسا آدمی ہے جو فوجی امور کا انتظام کر سکتا ہے''۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو مجھے چھوڑ دیا۔[2]

دامن اڑس لو

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: ''اپنے ساتھی سے ملنا چاہتے ہو تو اپنی قمیص سمیٹ لو، دامن اڑس لو، امیدیں کم کر دو اور اتنا کھاؤ کہ پیٹ نہ بھر سکے''۔[3]

خمس کی تقسیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خمس کے پانچ حصے ہوتے تھے۔ ایک حصہ اللہ اور رسول کا۔ ایک حصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کا اور تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے۔

بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین حصے کر دیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قریبی رشتہ داروں کا حصہ ساقط کر دیا۔ بعد میں حضرت عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ان کے نقش قدم پر چلتے رہے۔[4]

۱- الفائق للزمخشری — ۲- کتاب الخراج (ابو یوسف)
۳- ایضاً — ۴- ایضاً

Marfat.com

یہ بات کسی شریف النسب کی نہیں

مسیلمہ کذّاب کے قتل کے بعد یمامہ کا وفد آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمھارا ساتھی کیا کہتا تھا؟ لوگوں نے بتانے سے معذرت چاہی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں تم ضرور بتاؤ گے۔ انھوں نے بتایا کہ وہ کہتا تھا:

''اے مینڈک! نہ تو پانی سے رکتا ہے اور نہ پانی کو گدلا کرتا ہے۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تعجب ہے تم پر (کیسے اس کلام کو الٰہی کلام سمجھا) حالانکہ نہ تو یہ کلام صحیح سرچشمہ سے نکلا ہے اور نہ سچا ہے''[1]۔

گھر کے اخراجات میں کفایت شعاری

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے حلوہ بنانا چاہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہمارے پاس خریدنے کے لیے پیسے نہیں''۔ اہلیہ نے کہا: ''میں چند دن میں اپنے خرچ میں سے کچھ بچالوں گی اور پھر خرید لیں گے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کرلو''۔ کافی دنوں کے بعد تھوڑی سی رقم جمع ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے انھیں بتایا: ''پیسے جمع ہوگئے ہیں۔ حلوے کا سامان خرید لائیے''۔ یہ پتا چلا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ رقم بیت المال میں لوٹا دی۔ اور کہا کہ یہ رقم ہماری ضرورت سے زائد ہے۔ آیندہ کے لیے اپنی تنخواہ میں اتنی کمی کروا دی اور گذشتہ کی تلافی اس طرح کی کہ اپنی جائداد میں سے کچھ حصہ بیت المال کو دے دیا[2]۔

کبھی یہ کیفیت، کبھی وہ کیفیت

حنظلہ سیدی[3] رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ وہ روتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''حنظلہ رضی اللہ عنہ کیا ہوا''؟ انھوں نے کہا: ''حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جنت و دوزخ

۱- الفائق ۲- تاریخ ابن اثیر

۳- یہ حنظلہ بن ربیع تمیمی ہیں جو حنظلہ اسیری کے نام سے مشہور ہیں۔ کاتب تھے اور نبی کے لیے لکھتے تھے۔ ان کے بھائی اکثم بن صیفی تھے جو حکمائے عرب میں سے ہیں۔

Marfat.com

کی یاد دہانی کراتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ہم یہ چیزیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب واپس آتے ہیں تو بیویوں کے ساتھ اور اپنی جائداد میں مگن ہو جاتے ہیں''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا! ہمارا بھی ایسا ہی حال ہے۔ چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلیں''۔ اور اس طرف چل دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو پوچھا: ''حنظلہ رضی اللہ عنہ کیا بات ہے''؟ حنظلہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح بات بتائی جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنائی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تمھاری ہمیشہ وہی حالت رہے جو میرے پاس ہوتی ہے تو فرشتے راستوں اور مجلسوں اور بستروں پر آ کر تم سے مصافحے کریں، لیکن کبھی یہ کیفیت ہوتی ہے اور کبھی وہ''۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آپ ؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز سنی کہ اونچی تھی۔ اندر گئے تو انھیں (عائشہ رضی اللہ عنہا کو) پکڑ کر مارنے کو تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ آیندہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمھاری آواز اونچی نہ سنوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مارنے سے منع فرما دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصے کی حالت میں باہر نکل گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''دیکھا میں نے تمھیں اس آدمی سے کیسے چھڑایا''؟

کچھ دنوں کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی۔ دیکھا تو دونوں میاں بیوی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم و عائشہ رضی اللہ عنہا) نے صلح کر لی ہے، تو ان سے کہا: ''مجھے اپنی صلح میں شامل کر لو جیسے کہ اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم نے کر لیا''۔[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک ماہرِ نسب کے ساتھ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی زبانی یہ واقعہ سنایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ؐ کو قبائل عرب کے سامنے دعوت پیش کرنے کا حکم دیا تو ایک دفعہ آپ ؐ نکلے۔ ساتھ مَیں (علی رضی اللہ عنہ) اور ابوبکرؓ تھے۔ ہم ایک قبیلے کی مجلس میں پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر خیر میں سبقت لے جانے والے اور ماہر نسب تھے۔

۱- اسد الغابہ۔ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔ ۲- المراح فی المزاح

Marfat.com

لوگوں سے پوچھا: ''کس قبیلے سے ہو'' انھوں نے بتایا: ''قبیلہ ربیعہ سے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''ربیعہ کی کس شاخ سے؟ اس کے اونچے خاندان سے یا متوسط طبقے سے'' انھوں نے جواب دیا: ''اونچے طبقے سے''۔ ابوبکرؓ نے پوچھا ''کس اونچے طبقے سے''۔ انھوں نے بتایا کہ ''ذھل اکبر'' سے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: ''کیا وہ عوف[1] بن محلم تم میں سے تھا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ عوف کی وادی میں آزاد مرد نہیں ہے''۔ انھوں نے کہا: ''نہیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''وہ شریف النفس مزدلف[2] تم میں سے تھا جس کی موجودگی میں کوئی اور پگڑی نہیں باندھتا تھا'' انھوں نے جواب دیا: ''نہیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''بسطام[3] بن قیس تم میں سے تھا جو دیہات کا مالک اور تمام قبیلوں کا منتہا تھا'' انھوں نے کہا: ''نہیں''۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: ''جساس[4] بن مرہ تم میں سے تھا جو اپنی قابلِ حفاظت چیزوں کی اور پڑوسیوں کی حفاظت کرنے والا تھا''؟ اُنھوں نے کہا: ''نہیں''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''وہ حوفزان[5] تم میں سے تھا جس نے بادشاہوں سے جنگ لڑ کے انھیں قتل کیا'' جواب ملا: ''نہیں''۔ پوچھا: ''تو کندی بادشاہوں کے ننھیال تم ہو''؟ انھوں نے

۱- عوف بن محلم بن ذھل بن شیبان جاہلیت میں شرفائے عرب میں سے تھا۔ اپنی قوم میں اس کی بات چلتی تھی۔ عصبیت میں بڑا قوی تھا۔ بادشاہ عمرو بن ہند نے اس سے ایک ایسا آدمی حوالے کرنے کے لیے کہا جسے اس نے پناہ دے رکھی تھی۔ اس نے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تو بادشاہ نے کہا کہ عوف کے علاقے میں کوئی آزاد نہیں۔ سب اسی (عوف) کی مانتے ہیں۔ یہ ضرب المثل بن گئی۔ یہ بھی ضرب المثل ہے کہ فلاں عوف بن محلم سے بھی زیادہ ایفا کرنے والا ہے۔ ۴۵ قبل ہجری میں فوت ہوا۔ (الأعلام للزرکلی)

۲- زمخشری کہتا ہے کہ اس کا نام حصیب اور کنیت ابوربیعہ تھی۔ اس کا لقب مزدلف اس لیے پڑ گیا کہ اس نے لڑائی میں کہا تھا "ازدلفوا قوسی" یعنی لڑائی میں آگے بڑھو۔ جب یہ سوار ہوتا تھا تو کوئی اور پگڑی نہیں باندھتا تھا۔

۳- یہ بسطام بن قیس بن مسعود بنی شیبان کا سردار تھا۔ دورِ جاہلیت اور اسلام میں اس کی شہسواری ضرب المثل تھی۔ اس جیسا کوئی شہسوار نہ تھا۔ اسلام کا دور اس نے پایا لیکن مسلمان نہیں ہوا۔ ۱۰ ق ھ کے لگ بھگ قتل ہو گیا۔

۴- جساس بن مرہ بن ذہل بن شیبان بہادر، شاعر اور جاہلیت میں عرب کے سرداروں میں سے تھا۔ اسی نے کلیب وائل کو قتل کیا تھا اور بنی بکر و تغلب میں اس پیس دینے والی ۴۰ سال کی جنگ کا باعث بنا۔ اس لڑائی کے آخر میں ۸۰ ق ھ کے قریب قتل ہوا۔

۵- یہ حارث بن شریک بن عمرو حلب شیبانی تھا۔ حوفزان کا لقب اس وجہ سے پڑا کہ حضرت قیس بن عاصمؓ نے اپنے نیزے سے اسے پیچھے دھکیلا تھا اور اس کی زین سے اسے کھینچ لیا تھا۔ بہادروں میں سے تھا۔

Marfat.com

کہا: ''نہیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: ''لخمی بادشاہوں کے سسرال والے تم ہو''؟ انھوں نے کہا: ''نہیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''پھر تم ذھلِ اکبر نہیں، ذھلِ اَصغر ہو''۔

اس پر بنی شیبان میں سے ایک نوجوان (دغفل[1]) جس کی مسیں ابھی بھیگی ہی تھیں، اٹھا اور اس نے کہا:

ان علی سائلنا أن نسأله ٭ والعبء لاتعرفه أوتحمله

ہمارے سائل سے ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔ بوجھ کو اس وقت تک نہ پہچان سکتے جب تک کہ اٹھائے نہ۔

اے فلاں! تم نے ہم سے پوچھا اور ہم نے کوئی چیز چھپائے بغیر جوابات دیے۔ اب تم بتاؤ کہ کس خاندان سے ہو''؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قریش میں سے''۔ اس نے کہا: ''خوب۔ اہلِ شرافت و ریاست میں سے ہو۔ یہ بتاؤ کہ قریش کی کس شاخ سے؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تیم بن مرّہ سے''۔ اس نوجوان نے کہا: ''خدا کی قسم! تیر سیدھا چھاتی میں پیوست ہوگیا۔ یہ بتاؤ کہ قصی بن کلاب تم میں سے تھا جس نے فہر کے قبائل جمع کیے اور اسے ''مجمع'' (جمع کرنے والا) کہا جانے لگا'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''نہیں''۔ نوجوان نے پوچھا: ''ہاشم تم میں سے تھے جنھوں نے مکہ میں قحط کے زمانے میں اپنی قوم کے لیے ثرید بنایا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''نہیں''۔ اس نے پھر سوال کیا: ''وہ شیبۃ الحمد عبدالمطلب تم میں سے تھے جو آسمان کے پرندوں کو غذا دیتے اور جن کا چہرہ تاریکی میں چاند کی طرح چمکتا؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں''۔ اس نے پوچھا: ''تم ان میں سے ہو جو لوگوں پر احسانات کرتے ہیں؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں''۔ اس نے پوچھا: ''پھر تم اہلِ ندوہ میں سے ہو''؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''نہیں''۔ اس نے پوچھا اھل حجابۃ میں سے ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''نہیں''۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اونٹنی کی مہار موڑی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ آئے۔ اس پر اس نوجوان نے کہا:

صادف درء السیل درء یدفعه ٭ یهیضه حینا وحینا یصدعه

''موجِ سیلاب میں دوسرے موج کا سامنا کرتا ہے تو اسے دفع کرتا ہے یا نرم کر دیتا ہے، یا توڑ دیتا ہے۔''

۱۔ یہ دغفل بن حنظلہ شیبانی ہے۔ اس کا نام حجر اور لقب دغفل بتایا جاتا ہے۔ علم الانساب کے ماہرین کے حوالے سے اس کو بطورِ ضرب المثل بیان کیا جاتا ہے۔ جاحظ نے کہا کہ کوئی شخص زبان و بیان اور علم وحفظ میں اس کے مثل نہیں۔

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! آپ تو اس بدو کے ہاتھوں مصیبت میں پڑ گئے''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں ابوالحسن! ہر حادثے سے بڑا حادثہ ہوتا ہے اور مصیبت زبان کھولنے کے ساتھ وابستہ ہے[1]''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گورنروں کے متعلق لوگوں سے پوچھتے ہیں

جس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا۔ اگلے سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود حج اور عمرہ کیا تو مکہ گئے اور لوگوں سے پوچھا کہ کسی شخص کو کسی زیادتی کی شکایت ہو؟ تو کوئی آدمی بھی نہ آیا اور انھوں نے اپنے والی کی تعریف کی۔ (والی عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ تھے)[2]۔

علم الانساب

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مشرکین قریش کی ہجو کہی تو انھوں نے کہا: ''ابن ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اس ہجو میں شریک رہا ہے''۔ مفہوم ان کا یہ تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ انساب و واقعات کا علم رکھتے ہیں اور حسان رضی اللہ عنہ ان کی طرف بار بار رجوع کر کے پوچھتے رہے ہیں۔ نبی رضی اللہ عنہ نے حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی قوم کی مدافعت کرو اور دشمنوں کے عیوب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھو[3]۔

اہل وعیال کے بارے میں ان کی غیرت

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے زیادہ غیرت مند حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے[4]۔

۱- الکامل (مبرد) الفائق (زمخشری) اصابہ میں ہے کہ بیہقی نے اسے دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے۔

۲- صفوۃ الصفوۃ

۳- الفائق — الریاض النضرۃ میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جلدی نہ کرو۔ ابوبکر کے پاس جاؤ کہ وہ قریش میں سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ وہ میرا نسب تمھیں وضاحت سے بتائیں گے۔ مصنف کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۴- صفوۃ الصفوۃ (ابن جوزی)

Marfat.com

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بنو ہاشم میں سے کچھ لوگ اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا زوجۂ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور ان لوگوں کو دیکھا تو یہ بات آپ کو ناگوار گزری۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں نے کوئی خرابی نہیں دیکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسماء رضی اللہ عنہا کو ایسی باتوں سے پاک صاف رکھا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اس دن کے بعد کوئی شخص اکیلے اس عورت کے ہاں نہ جائے جس کا خاوند اس کے پاس موجود نہ ہو۔ ہاں اس کے ساتھ دو اور آدمی ہوں تو مضائقہ نہیں[1]۔

ثابت قدمی کیسے!

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قبیلہ احمس کی ایک خاتون کے ہاں گئے۔ اس کا نام زینب رضی اللہ عنہا تھا۔ وہ بولتی نہیں تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''اسے کیا ہے۔ بولتی کیوں نہیں،'' لوگوں نے بتایا کہ اس نے چپ کا روزہ رکھ کر حج کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے بات کرنے کے لیے کہا اور فرمایا کہ حج میں یہ چپ کا روزہ دورِ جاہلیت کا عمل ہے۔ تب اس عورت نے بات کی اور پوچھا: ''تم کون ہو'' تو انھوں نے بتایا: ''مہاجرین میں سے ہوں'' عورت نے پوچھا: ''کن مہاجرین میں سے ہو؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''قریش میں سے''۔ اس عورت نے سوال کیا: ''قریش کی کس شاخ سے؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم تو بہت زیادہ سوال کرنے والی ہو۔ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں''۔ تب اس نے پوچھا: ''جاہلیت کے بعد یہ صالح اصول جو اللہ نے ہمیں دیے ہیں ان پر ہمارا ثبات کیسے ممکن ہے؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم اس وقت تک اس پر ثابت قدم رہ سکتے ہو جب تک کہ تمھارے قائد سیدھے رہیں''۔

اس عورت نے پوچھا: ''اور قائدین کون ہوتے ہیں؟'' فرمایا: ''تیری قوم کے کوئی سردار نہیں تھے کہ جو بات کہتے ہوں اور ان کی بات مانی جاتی ہو؟'' اس نے کہا: ''ہاں تھے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہی قائدین ہوتے ہیں''[2]۔

۱- صحیح مسلم و مسند امام احمد ۲- تاریخ الخلفاء

Marfat.com

اس کی اپنی دعا چوری سے زیادہ سخت ثابت ہوئی

اہلِ یمن میں سے ایک آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ اس نے شکایت کی کہ یمن کے گورنر نے اس پر ظلم کیا ہے۔ وہ شخص رات کو نماز پڑھتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ تیری رات چوروں کی رات کی سی تو نہیں ہے۔

پھر حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا (زوجۂ ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے زیور کھو گئے۔ وہ شخص بھی تلاش کے لیے ساتھ ساتھ پھرتا اور کہتا: ''اے اللہ! جس شخص نے اس نیک گھرانے میں چوری کی تو اس سے نمٹ!'' ڈھونڈتے ہوئے زیور ایک سنار کے پاس مل گئے، جس نے بتایا کہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا آدمی اس کے پاس لایا تھا، تو اس آدمی نے از خود اعتراف کر لیا، یا اس کے خلاف گواہی دی گئی۔ چوری ثابت ہو جانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کا دایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے نزدیک چوری سے اس کی اپنی دعا اس کے حق میں زیادہ مہلک ہوئی''[1]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حِلم و انتقام

سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ایک آدمی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اذیت پہنچائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ اس نے دوسری بار تکلیف پہنچائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے۔ اس شخص نے تیسری بار اذیت پہنچائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بدلہ لیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بدلہ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! آپ مجھ پر خفا ہو گئے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آسمان سے ایک فرشتہ اتر کر اس کی باتوں کی تکذیب کرتا رہا۔ جب تم نے بدلہ لیا تو شیطان نے آ کر مداخلت کی اور جب شیطان درمیان میں آ پڑا تو میرے لیے مناسب نہ تھا کہ یہاں بیٹھا رہوں''[2]۔

۱- تاریخ الخلفاء۔ بخاری نے یہ روایت قیس بن ابو حازم سے بیان کی ہے۔

۲- سنن ابو داؤد، فضائل صحابہ

Marfat.com

ایک روایت اس طرح کی ہے کہ ایک آدمی نے کئی بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں۔ آپ پہلے خاموش رہے۔ پھر اس کا جواب دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''یہ آدمی مجھے گالیاں دیتا رہا اور آپ بیٹھے رہے، لیکن جب میں نے اس کا جواب دیا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم جب چپ تھے تو تمھاری طرف سے فرشتہ جواب دے رہا تھا۔ تم نے جواب دیا تو شیطان آ گیا۔ اور میں شیطان کے آنے پر اٹھ کھڑا ہوا''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ○ [النساء: ۱۴۸] (اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی بری بات کہے۔ ہاں جس پر زیادتی ہوئی ہو وہ کہہ سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے[۱])۔

کیا فارس وروم کی سنّت پر چلیں

عقبہ[۲] بن عامر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ عمرو بن العاص اور شرحبیل[۳] بن حسنہ رضی اللہ عنہما نے شام کے پادری بُنان کا سر دے کر اسے (عقبہ رضی اللہ عنہ کو) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو ناپسند کیا۔ عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رومی تو ہمارے ساتھ ایسا کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو کیا یہ دونوں (عمرو اور شرحبیل رضی اللہ عنہما) فارس وروم کی سُنّت پر چلتے ہیں؟ میرے پاس کوئی سر نہ بھیجا جائے بس چٹھی اور زبانی پیغام کافی ہیں''[۴]۔

۱- تفسیر الخازن، تفسیر الفخر الرازی، حاشیہ جمل علی الجلالین۔

۲- یہ عقبہ بن عامر بن عبس جہنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پڑھ لیتے تھے۔ علم الوراثت اور فقہ کے ماہر تھے۔ فصیح اللسان، شاعر اور کاتب تھے۔ فتح دمشق کے موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام رساں بن کر آئے۔ جنگِ صفین میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ پھر مصر چلے گئے۔ وہاں دو سال گورنر رہے۔ ۵۸ھ میں وہیں انتقال ہوا۔

۳- شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حسنہ ماں کا نام ہے۔ والد کا نام عبداللہ بن مطاع تھا۔ ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر دے کر بھیجا۔ یہ مسلسل شام کے ایک حصے کے گورنر رہے تا آنکہ ۶۷ سال کی عمر میں ۱۸ھ طاعون عمواس میں انتقال فرمایا۔ یہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک ہی دن طاعون کی زد میں آئے۔

۴- تاریخ الخلفاء بحوالہ بیہقی

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اوّلیات

آپ پہلے شخص ہیں جو مسلمان ہوئے۔ جنھوں نے قرآن جمع کرایا اور اس کا نام مصحف رکھا۔ آپ پہلے ہیں جن کو خلیفہ کہا گیا۔ جو باپ کی زندگی میں خلیفہ ہوئے اور جنھوں نے وفات پائی تو ان کے والدین زندہ تھے۔ یہ پہلے خلیفہ ہیں جن کی تنخواہ مقرر کی گئی اور جنھوں نے بیت المال بنایا۔

اسلام میں آپ پہلے شخص ہیں، جن کا لقب رکھا گیا۔ آپ کا لقب عتیق اور شیخ الاسلام رکھا گیا۔ آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے شبہات سے بچنے کے لیے قے کی اور اسلام میں آپ پہلے آدمی ہیں جنھیں ان کی اہلیہ نے غسل دیا[1]۔

وفود کے انچارج

جب وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی آدمی کو بھیجتے جو ان لوگوں کو سلام کہنے کا طریقہ اور رسول اللہ ﷺ کے احترام کے آداب سکھاتا[2]۔

شاہِ روم کی طرف آپ کا قاصد

عبداللہ[3] بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اس سال آپ نے مجھے شاہِ روم کی طرف اس غرض سے بھیجا کہ میں اسے دعوتِ اسلام دوں اور اگر وہ نہ مانے تو اسے لڑائی کا نوٹس دے آؤں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں چلا یہاں تک کہ قسطنطنیہ پہنچا۔ (انھوں نے باقی حدیث بھی بیان کی)

۱- صفوة الصفوة، التراتيب الادارية (سید عبدالحی کتانی)، شرح عقيدة السفاريني بحوالہ منتخب المنتخب (ابن جوزی)

۲- الترتيبات الدراية بحوالہ تفسير ابی السعود حنفی۔

۳- عبداللہ بن صامت غفاری بصری رضی اللہ عنہ ثقہ تابعی تھے۔ بخاری نے تاریخ الاوسط میں ان کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جن کا انتقال ۷۰ھ اور ۸۰ھ کے درمیانی عرصہ میں ہوا۔

Marfat.com

مدینہ میں آپ کے عمّال اور کاتب

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں بیت المال کے لیے کافی ہوں''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جھگڑوں کے فیصلے کرنے کے لیے آپ کی طرف سے میں پوری ذمہ داری لیتا ہوں''۔ اور حالت یہ تھی کہ سال بھر میں دو آدمی بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نہ آئے۔[1]

عثمان بن عفان، زید بن ثابت، عبداللہ بن ارقم[2] اور حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھنے کا کام کرتے۔ ان کے علاوہ جو بھی موجود ہوتا، وہ لکھ دیتا۔[3]

آپ سے مروی احادیث کی تعداد

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق سے ۱۴۲ احادیث مروی ہیں۔ چھ متفق علیہ ہیں۔ گیارہ میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ آپ سے روایات کی قلت کی وجہ یہ ہے کہ احادیث کی اشاعت کے اہتمام سے پہلے آپ کی وفات ہوگئی۔

صحابہ و تابعین میں سے جن لوگوں نے آپ سے احادیث کی روایت کی ہے وہ بے شمار ہیں۔

۱- تاریخ الطبری

۲- یہ عبداللہ بن ارقم بن عبد یغوث قرشی زہری رضی اللہ عنہ ہیں۔ فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے کاتب رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بیت المال کا نگران بنایا۔ وفات سے پہلے بصارت جاتی رہی۔ ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ''میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہو''۔

۳- تاریخ طبری

Marfat.com

مرض، جانشین بنانا اور وفات

مرض

ابن سعد، زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حلوے کی ایک قسم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں تحفتاً کہیں سے آئی۔ حضرت ابوبکر اور حارث بن کلدہ رضی اللہ عنہما[1] اسے کھا رہے تھے۔ حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: "خلیفہ رسول! ہاتھ اٹھا لیجیے۔ اس کھانے میں زہر ہے جو سال بعد اثر کرے گا اور سال گزرنے پر ہم دونوں ایک ہی دن مریں گے"۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مرض کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ جمادی الآخر کی سات تاریخ کو بروز پیر آپ نہائے۔ اس روز سردی تھی۔ آپ کو بخار ہو گیا جو پندرہ دن تک رہا۔ نماز کے لیے خود نہیں نکل سکتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نماز پڑھائیں۔ لوگ بیمار پرسی کے لیے آتے اور وہ دن بدن زیادہ بیمار ہوتے جاتے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موت کا سبب یہ تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غم کھاتے تھے۔ اس سے وہ آہستہ آہستہ کمزور ہوتے گئے۔ اور خالد رضی اللہ عنہ عراق سے نکلے تو یہ بیمار ہو گئے۔ بیماری کے وقت یہ اس گھر میں تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے ان کے لیے وقف کیا تھا۔ بیماری کی حالت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی سب سے زیادہ تیمارداری اور نگہداشت کی اور تمام لوگوں سے زیادہ ان کے پاس رہے۔[2]

۱- حارث بن کلدہ بن عمرو ثقفی طبیب عرب تھا۔ ابن ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کا اسلام صحیح نہیں تھا۔ اسلام کی دعوت سے پہلے پیدا ہوا اور خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ رہا۔ اس کی کچھ حکمت کی باتیں ہیں۔ میرے نزدیک یہ بات تصدیق سے نہیں کہی جا سکتی۔ صفوۃ الصفوۃ میں ہے کہ یہ دونوں (ابوبکر و حارث رضی اللہ عنہما) سال گزرنے کے بعد ایک ہی دن فوت ہوئے، لیکن یہ بات اور کہیں سے ثابت نہیں ہوتی۔

۲- طبقاتِ ابن سعد

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین بنانا

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ زیادہ بیمار ہو گئے تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: ''میری وہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ میرا انتقال اسی حالت میں ہو جائے گا۔ اب اللہ نے تمھیں میری بیعت سے آزاد کر دیا ہے۔ جو گرہ لگی تھی، وہ کھل گئی۔ اب اللہ نے معاملہ پھر تمھارے ہاتھ میں دیا ہے۔ اب جسے چاہو، اپنا امیر بنا لو۔ لیکن اگر تم میری زندگی میں کسی کو امیر بنا لو تو یہ اس سے بہتر ہو گا کہ میرے بعد اختلافات کا شکار ہو جاؤ''۔

لوگوں نے اس معاملے پر غور کیا لیکن کوئی بات نہ بنی۔ وہ واپس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''خلیفۂ رسول! ہماری بھی وہی رائے ہو گی جو آپ کی ہو گی''۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے مہلت دو تاکہ میں اللہ، اس کے دین اور اس کے بندوں کے بارے میں غور کر لوں''۔[1]

اس کے بعد انھوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق بتاؤ وہ کیسے ہیں؟ انھوں نے کہا: ''اس بارے میں آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔'' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اور اگر.........'' عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: ''خدا کی قسم! آپ کی ان کے متعلق جو رائے ہے وہ اس سے بہتر ہیں''۔

پھر انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور یہی سوال ان سے پوچھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ان کے متعلق میری معلومات یہ ہیں کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں''۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر تم انھیں (عمر رضی اللہ عنہ کو) چھوڑ بھی دیتے تو مجھے تم سے کوئی ناراضی نہ ہوتی''۔

اس کے بعد سعید بن زید اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا۔ اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''خدا گواہ ہے کہ میں آپ کے بعد انھیں سب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ خدا کی خوش نودی اور غضب کے لیے وہ خوش یا غضبناک ہوتے ہیں۔ ان کا باطن ظاہر سے بہتر ہے اور ان

۱- سیرۃ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (ابن جوزی)

Marfat.com

سے زیادہ مضبوط آدمی نہیں مل سکتا جو خلافت کے کام کی ذمہ داری لے"۔

بعض صحابہ نے سنا کہ حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلوت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ہیں تو وہ بھی آپؓ کے پاس گئے اور ان میں سے ایک نے کہا: "آپ کیا جواب دیں گے جب اللہ آپ سے پوچھے گا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو ہم پر کیوں خلیفہ بنا گئے جب کہ آپ یہ جانتے تھے کہ وہ کتنا سخت مزاج ہے اور وہ جب خلیفہ بن جائے گا تو اور زیادہ درشت اور سخت مزاج بن جائے گا"۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے اٹھا کر بٹھاؤ"۔ آپ بیٹھ گئے تو فرمایا: "تم مجھے اللہ کا خوف دلاتے ہو؟ ڈرے تو وہ جس نے تمھاری اس خلافت سے ظلم کا زادِ راہ تیار کیا ہو۔ میں کہوں گا: اے اللہ! میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین کو ان پر خلیفہ بنایا"۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہنے والے سے کہا: "یہ بات دوسروں تک بھی پہنچا دینا"۔

اس کے بعد آپ لیٹ گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور ان سے فرمایا: "لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ بات ہے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ بن ابوقحافہ نے اس وقت کہی جب دنیا میں ان کے آخری لمحات تھے۔ وہ دنیا سے جا رہے تھے اور آخرت میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب کافر مومن ہو جاتا ہے، فاجر کو یقین آ جاتا ہے اور جھوٹا آدمی بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں اپنے بعد تمھارا خلیفہ مقرر کرتا ہوں.........."

پھر غشی کا عالم طاری ہو گیا اور کسی کا نام لینے سے پہلے ہوش و حواس جاتے رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ لکھ دیا کہ: "میں اپنے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تمھارا خلیفہ مقرر کرتا ہوں"۔ کچھ دیر بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوش میں آ گئے۔ اور فرمایا: "جو لکھا ہے مجھے پڑھ کر سناؤ"۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر سنایا جس میں عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور فرمایا: "میرا اندازہ ہے کہ تمھیں یہ اندیشہ لاحق ہوا تھا کہ کہیں اسی غشی کے عالم میں میری جان جاتی نہ رہے اور لوگ اختلافات کا شکار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے کہ تم اس کے حق دار ہو"۔

پھر انھیں وصیت نامے کا تتمہ لکھنے کو کہا کہ:

''بس تم اس کی بات سنو اور مانو اور میرا ارادہ اللہ سے اس کے رسول اور دین سے اور اپنی ذات سے اور تم لوگوں سے خیر خواہی کا ہے۔ اب اگر عمر رضی اللہ عنہ عدل کرے تو اس کے بارے میں یہی میرا خیال ہے اور یہی میری معلومات ہیں اور اگر وہ اپنے آپ کو تبدیل کر لے تو ہر آدمی کے حصے میں وہی کچھ آتا ہے جو وہ کماتا ہے۔ میرا ارادہ خیر ہی کا ہے اور غیب کا مجھے علم نہیں: وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (الشعراء ۲۶: ۲۲۷) (اور ظالموں کو عنقریب ہی پتا چل جائے گا کہ وہ کس طرف پلٹ کے جاتے ہیں) والسلام علیکم و رحمۃ اللہ''۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چٹھی پر مہر لگا دی اور باہر نکلے۔ ساتھ عمر، اسید بن حضیر اور اسید بن سعیہ القرظی رضی اللہ عنہم تھے[۱]۔ حضرت عثمان نے لوگوں سے کہا: ''اس چٹھی میں جس کا نام ہے اس کی بیعت کرو گے'' لوگوں نے کہا: ''ہاں! کریں گے''[۲]۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روزن سے جھانکا اور فرمایا: ''لوگو! میں نے ایک پیمان باندھا ہے، کیا تم اس پر راضی ہو''؟

لوگوں نے کہا: ''ہاں! اے خلیفۂ رسول! ہم راضی ہیں''۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہم صرف عمر رضی اللہ عنہ پر رضامند ہیں''[۳]۔

سب لوگوں نے اس سے اتفاق و رضامندی کا اظہار کیا اور بیعت کر لی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا: ''اے اللہ! اس بیعت سے میری خواہش بس لوگوں کی بہتری ہے۔ مجھے ان کے بارے میں فتنے کا اندیشہ تھا تو میں نے وہ کام کیا جسے تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ میں نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا ہے اور اس شخص کو جانشین بنایا ہے جو ان میں بہترین اور مضبوط ترین ہے اور جو لوگوں کی ہدایت و راست روی کا سب سے زیادہ خواہشمند ہے۔ مجھ پر تیری بھیجی ہوئی وہ حالت طاری ہو گئی جو ہو گئی۔ اب تو ان کا وارث ہے۔ وہ تیرے بندے ہیں۔ ان کی باگ تیرے ہاتھ میں ہے۔ ان کے لیے ان کے امیر کی اصلاح کر دے۔ اسے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے بنا۔ وہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین کی سیرت کی پیروی کرے اور اس کے لیے اس کی رعیّت کو درست کر دے''[۴]۔

۱- اسید رضی اللہ عنہ یا اسد بن سعیہ یا سعنہ قرظی ان یہودیوں میں سے ایک ہیں جو فتح قریظہ کی صبح کو مسلمان ہوئے۔

۲- تہذیب تاریخ ابن عساکر — طبقات (ابن سعد) تاریخ الخلفاء۔

۳- مختصر المرافقه (زمخشری) ۴- طبقات ابن سعد

پھر عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر انھیں وصیتیں کیں[1]۔

معیقیب[2] بن ابو فاطمہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے نان ونفقہ کا انتظام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں تھا۔ آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں آپ کے ہاں آیا۔ دیکھا کہ ایک صحابی خلوت میں انھیں سرزنش کر رہے تھے کہ تم نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیوں مقرر کیا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ لوٹ جاؤں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بیٹھ جانے کے لیے اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا۔ آواز اونچی ہوگئی تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

''نہیں خدا کی قسم! اور آنکھ کی نعمت کی قسم! وہ (عمر رضی اللہ عنہ) تمھارے لیے بہتر ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں تجھے خلیفہ بنادوں تو تیری ناک آسمان پر پہنچ جائے۔ تو اپنے قد سے اپنے آپ کو اونچا اٹھالیتا، حتیٰ کہ اللہ ہی تجھے پست کرتا۔ تو چاہتا ہے کہ مجھے اپنی رائے سے ہٹادے اور ہمارے میں فتنہ ڈالے۔ خدا کی قسم! اگر مجھے پتا چلا کہ تو نے اس کی نافرمانی کی یا اس کے متعلق کوئی بری بات کہی تو میں ایسا اور ایسا کروں گا''۔

پھر وہ صحابی اٹھ کے چلے گئے۔ میں (معیقیب رضی اللہ عنہ) قریب گیا تو آواز آئی کہ حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما دروازے پر ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ وہ دونوں جلدی آجائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں آنے کی اجازت دے دی اور فرمایا: ''شاید تم بھی عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہی کہنے آئے جو پہلے فلاں نے کہا ہے''؟

ان دونوں نے پوچھا: ''خلیفۂ رسول! اس نے کیا کہا ہے''؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وہ کہتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ تم میں سے نومسلم ہے اور دوسری خصلتوں کا بھی اس نے ذکر کیا''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ''خدا کی قسم! فلاں آدمی نے جو کچھ کہا ہے، وہ بہت بری بات

۱- تاریخ الخلفاء۔ اس کتاب کے آخر میں باب الوصایا بھی دیکھیے۔

۲- معیقیب بن ابوفاطمہ دوسی رضی اللہ عنہ بنوامیہ کے حلیف تھے۔ ابتدائی دور میں مسلمان ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ بیعت رضوان کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے محافظ تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال کے نگران بنادیے گئے۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر کے محافظ رہے۔ ایک روایت کے مطابق ان کا انتقال خلافتِ عثمان میں ہوا۔ اور دوسری روایت کے مطابق یہ ۴۰ھ کے بعد تک زندہ رہے۔

Marfat.com

ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اس مقام پر ہے کہ اس کی قوت اور سبقت اِلی الاسلام پسندیدہ ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جو کچھ اس شخص نے کہا ہے وہ بہت بری بات ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ کا ان کے متعلق گمان اور رائے ہے۔ اگر آپ انھیں خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ پہلے بھی وہ آپ کے ساتھ حکمران تھے اور ہم ان کی رائے سے استفادہ کرتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ تو اپنا ارادہ پورا کیجیے اور لوگوں کی باتیں چھوڑ دیے۔ کیونکہ اگر وہ آپ کے قیاس پر اللہ کی مرضی سے پورے اترے تو یہی آپ کا مقصود ہے اور اگر آپ کا قیاس ٹھیک ثابت نہ ہو تو آپ کا ارادہ تو بہر حال خیر ہی کا ہے''[1]۔

میں کہتا ہوں کہ اس واقعے سے اس شخص کی تردید ہوتی ہے جو یہ کہتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی مرضی اور رائے سے معاملہ طے کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ امت کے مشورے اور ارادے سے خلیفہ نہیں بنے تھے۔ اس واقعے سے ہمیں یہ قطعی دلیل ملتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہلِ حل وعقد کے اتفاقِ رائے اور ان کی مرضی سے امیر مقرر ہوئے تھے۔ اربابِ حل وعقد ہی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے اختیارات دے کر خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ ان کے سپرد کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورے کے بعد خلیفہ کا تعین کیا۔ پھر یہ تقرر لوگوں کے سامنے پیش کیا جس سے اتفاق کا اظہار کرتے ہوئے عوام نے منظوری دے دی اور اربابِ بست وکشاد ہی اس امت کے فطری نمایندہ تھے۔ تو گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بنایا جانا جمہوریت کے سب سے زیادہ منصفانہ اور صحیح اسلوب کے عین مطابق تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں بیمار پرسی کے لیے گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ آپ سر نیچا کیے بیٹھے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: ''الحمد للہ! آج آپ پہلے سے بہتر ہیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بہتری (صحت) اسی کو کہتے ہیں؟'' عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آج مجھے سخت تکلیف ہے۔ اے گروہِ مہاجرین! بیماری کی اس تکلیف سے زیادہ اذیت مجھے تمھاری طرف سے پہنچی ہے۔ مجھے جو

۱- مختصر الموافقه

Marfat.com

آدمی سب سے بہتر معلوم ہوتا تھا، میں نے اسے جانشین مقرر کیا، لیکن تم میں سے ہر کسی کے نتھنے پھولے ہوئے ہیں کہ خلافت اسے کیوں نہیں ملی۔ تم دنیا کو دیکھ رہے ہو کہ تمھاری طرف بڑھ رہی ہے اور جب یہ آئے گی تو تم ریشم کے پردے اور تکیے استعمال کرو گے۔ تب حالت یہ ہو جائے گی کہ تمھیں آذر بائیجان کی اون پر لیٹنے سے اتنی تکلیف ہو گی جتنی خار دار جھاڑیوں پر لیٹنے سے ہوتی ہے اور خدا گواہ ہے کہ بغیر کسی قصور اور جرم کے اگر تمھاری گردنیں قلم کر دی جائیں تو یہ تمھارے لیے اس سے زیادہ مفید ہے کہ تم دنیا میں الجھ جاؤ۔ کل کو تم ہی سب سے پہلے لوگوں کو ادھر ادھر بھٹکاؤ گے، لیکن ان کی راہ نہ مارو۔ رہبرو، انتظار کر لو۔ فجر ہو جائے گی تو راستہ نظر آ جائے گا اور اگر اندھیرے میں چل پڑے تو مصیبت میں مبتلا کر دو گے"۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: "اللہ آپ پر رحم کرے۔ اپنے ساتھ ذرا نرمی برتیے۔ بیماری کے ساتھ یہ فکر تو آپ کو پیس کر رکھ دے گی۔ اس معاملے میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جن کی رائے آپ سے ملتی ہے۔ وہ آپ کے ساتھ ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو آپ سے اختلاف رکھتے ہیں اور اپنی معلومات کے مطابق رائے دیتے ہیں۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ کے ساتھی (عمر رضی اللہ عنہ) آپ کے پسندیدہ معیار پر پورے اترتے ہیں اور ہمارے علم میں تو یہی ہے کہ آپ کا ارادہ خیر ہی کا ہے۔ آپ خود ہمیشہ صالح اور اصلاح کرنے والے رہے ہیں اور دنیا کی کسی چیز کا آپ کو افسوس نہیں"۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہاں۔ مجھے اور تو کسی چیز کا افسوس نہیں۔ بس تین کام ہیں جو میں نے کیے ہیں اور میری خواہش ہے کہ وہ میں نے نہ کیے ہوتے اور تین کام ہیں جو میں نے نہیں کیے اور مجھے حسرت ہے کہ میں نے وہ کیے ہوتے۔ اور تین چیزیں ہیں جن کے متعلق میرا جی چاہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی ہوتیں۔

وہ تین کام جو میں چاہتا ہوں کہ نہ کیے ہوتے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں، میں نے یہ ذمہ داری ابوعبیدہ اور عمر رضی اللہ عنہما میں سے کسی کے گلے میں ڈالی ہوتی۔ ان میں سے کوئی امیر ہوتا اور میں وزیر ہوتا۔ دوسری بات یہ کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا دروازہ نہ کھولا ہوتا جب کہ انھوں (بنو ہاشم) نے مصلحت کے تحت وہ بند کیا تھا اور تیسرا کام یہ کہ میں نے فجارہ سلمی کو

جلایا نہ ہوتا۔ میں اسے زمین پر گرا کر قتل کر دیتا یا اسے آزاد چھوڑ دیتا تو بہتر ہوتا۔

وہ تین کام جو میں چاہتا ہوں کہ میں نے کیے ہوتے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب خالد رضی اللہ عنہ کو فتحِ شام کے لیے بھیجا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ کو فتح عراق کے لیے بھیج دیتا کہ دونوں ہاتھ اللہ کی راہ میں پھیل گئے ہوتے۔ دوسری بات یہ کہ اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ قید ہو کر آیا تھا تو میں نے اسے قتل کر دیا ہوتا کیونکہ میرے خیال میں ہر شر کے کام میں وہ تعاون کرتا ہے اور تیسرے یہ کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدین سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا تو میں مقامِ ذوالقصہ پر مقیم رہتا۔ اگر مسلمان فتح پا لیتے تو فھو المُراد اور اگر شکست کھا جاتے تو بھی میں ان کے لیے مدد اور سہارا بنتا۔

وہ تین باتیں جن کے متعلق میری خواہش ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی ہوتیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ خلافت میں انصار کا حصہ ہے یا نہیں؟ دوسری یہ کہ پھوپھی اور بھتیجی کا میراث میں حصہ ہے؟ اور اگر ہے تو کتنا؟ کیونکہ اس سلسلے میں میرے دل میں کھٹک ہے اور تیسری یہ کہ خلافت کس کا حق ہے تا کہ کوئی جھگڑا نہ کھڑا ہو"۔

میں کہتا ہوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسی ہی روایات آئی ہیں کہ ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے کچھ چیزیں پوچھی ہوتیں۔[۱]

اور جب امت کے دو سرداروں کی یہ حالت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کرنا چاہتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد وہ مجبور تھے تو پھر وہ کیسے لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات پوچھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کبھی بیداری اور کبھی نیند کی حالت میں جواب دیتے ہیں اور پھر وہ سوالات و جوابات کی حد سے بڑھ کر اپنے ان دعوؤں پر احکام شرعی کی بنا رکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وصیت

ابن سعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں

۱- ابن عساکر اور طبری۔ یہ دونوں تاریخ کی کتابیں، صحاح کی کتابیں نہیں۔

Marfat.com

مبتلا ہوئے تو انھوں نے فرمایا: ''ہم نے اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں کے مال میں سے ایک درہم اور دینار نہیں لیا۔ بس موٹا جھوٹا کھاتے اور پہنتے رہے ہیں۔ اب میرے مال کا جائزہ لینا اور خلیفہ بننے کے بعد مال میں جتنا اضافہ ہوا ہو، وہ نئے خلیفہ کے پاس بھیج دینا تاکہ میں بری الذمہ ہو جاؤں۔ کیونکہ میں تو اپنی محنت کے معاوضے ہی کو حلال سمجھتا ہوں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ہم نے آپ کا پس انداز دیکھا۔ ایک حبشی غلام تھا جو بچوں کو کھلایا کرتا تھا۔ ایک اونٹ تھا جس پر پانی ڈھو کر باغ کو سیراب کرتے تھے اور ایک پھٹی ہوئی چادر تھی۔

ہم نے وہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیج دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ اتنا روئے کہ آنسو بہہ بہہ کر زمین پر گرنے لگے۔ وہ کہتے جا رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، اس نے بعد میں آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے''۔ پھر انھوں نے کہا: ''لڑکے! انھیں اٹھا لے''۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ''سبحان اللہ! تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے حبشی غلام، پانی ڈھونے والا اونٹ اور ایک پھٹی پرانی چادر جس کی قیمت پانچ درہم بھی نہ ہو گی، چھین رہے ہو؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو پھر کیا مشورہ ہے''؟ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ان کے گھر والوں کو واپس کر دو''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں، اس ذات کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میری ذمہ داری میں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ موت کے وقت ان چیزوں سے بری الذمہ ہو جائیں اور میں ان کے اہل و عیال کو لوٹا دوں۔ موت اس سے کہیں قریب ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی تو آپ نے پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ بتایا گیا کہ پیر ہے۔ پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال کس دن ہوا تھا؟ جواب ملا: اسی روز۔ فرمایا تو پھر مجھے آج رات تک کی توقع ہے۔ پھر پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کن کپڑوں میں کفن پہنایا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ تین اکہرے یمنی سفید رنگ

Marfat.com

کے کپڑے تھے جن میں قمیص اور پگڑی نہیں تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''دیکھتے ہو یہ میری دو چھوٹی چادریں۔ انھیں دھو کر مجھے کفن پہنا دینا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''والد محترم! اللہ نے اپنے احسان سے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ ہم آپ کو نیا کفن پہنائیں گے''۔ والد نے جواب دیا: ''نئے کپڑے کی ضرورت میت سے زیادہ زندہ آدمی کو ہوتی ہے۔ مردہ تو انجام کار بوسیدگی کی طرف جا رہا ہوتا ہے''۔

ابن سعد ہی نے زید بن اسلم رضی اللہ عنہ[۱] سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تجارت میں مصروف تھے۔ بعثتِ نبوی کے وقت ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ ان سے وہ غلاموں کو آزاد اور مسلمانوں کو مضبوط کرتے۔ حتیٰ کہ مدینہ میں وہ پانچ ہزار درہم لے کر آئے۔ وہاں آ کر بھی مکہ کی طرح تجارت شروع کر دی۔ وفات کے وقت چھے ہزار درہم ان کے ذمے تھے جو بیت المال سے انھوں نے لیے تھے۔ وفات کا وقت آیا تو فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے چھے ہزار درہم مجھ پر بنا کے ہی چھوڑے۔ فلاں مقام پر جو میرا باغ ہے، وہ بیچ کر یہ رقم دے دینا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی گئی تو انھوں نے کہا: ''اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے بعد کسی کے لیے کوئی بات چھوڑ نہ جائیں۔ میں ان کے بعد خلیفہ ہوں اور میں وہ مال تمھیں واپس دیتا ہوں''۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مال میں سے پانچویں حصے کی وصیت کی اور فرمایا: ''میں اپنے مال میں سے وہی حصہ لیتا ہوں جو اللہ نے مسلمانوں کے مال فے میں سے لیا ہے کہ مال کے پانچویں حصے کی وصیت کرنا، مجھے چوتھے حصے کی وصیت کرنے سے زیادہ پسند ہے اور چوتھے حصے کی وصیت کرنا تیسرے حصے کی وصیت کرنے سے زیادہ پسند ہے اور جو تیسرا حصہ وصیت کر گیا اس نے پیچھے چھوڑا ہی کیا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ تشہد پڑھا اور پھر فرمایا: ''بیٹی! میرے انتقال کے بعد تیری تونگری مجھے سب سے زیادہ عزیز

۱۔ یہ زید بن اسلم بن ثعلبہ بلوی حجلانی تھے جو انصار کے حلیف تھے۔ بدر میں شریک ہوئے۔ طلحہ اسدی نے یوم بزاخہ کو انھیں شہید کیا۔

ہے۔ اور تیری مفلسی میرے لیے سب سے زیادہ گراں ہے۔ میں نے تجھے ایک زمین دی تھی جو بیس وسق کھجوریں پیدا کرتی تھی۔ اگر ایک سال تو نے کھجوریں لے لی ہیں تو ٹھیک ہے مگر اب وہ مال ورثا کا ہے۔ یہ تیرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ انھیں ان کا حصہ دے دینا''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''بہن تو ایک ہی (اسماء رضی اللہ عنہا) ہیں''۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بنت خارجہ کے پیٹ میں جو ہے۔ میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ بنتِ خارجہ کے پیٹ میں بچی ہے۔ میں اس کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں''۔ بعد میں اُمّ کلثوم پیدا ہوئی۔

عالیہ کی زمین بنو نضیر کی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دی تھی تو انھوں نے اسے ٹھیک ٹھاک کر کے اس میں کاشت کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری نے پندرہ دن طول کھینچا۔ لوگ بیمار پرسی کے لیے آتے تھے۔ ان کی طبیعت ہر روز زیادہ ہی ناساز ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ ۱۳ھ میں جمادی الآخر کے آٹھ دن رہتے ہوئے منگل کی رات انتقال فرما گئے۔[1]

وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حاتم کا یہ شعر پڑھا:

لعمرک مایغنی الثراء عن الفتی اذا حشرجت یوما و ضاق بها صدر

(تیری عمر کی قسم! جب انسان کے آخری سانس آ رہے ہوتے ہیں اور موت سے سینہ تنگ ہو جاتا ہے تو نگری کوئی کام نہیں نکال سکتی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بیٹی! بلکہ یوں کہو:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (ق ۵۰:۱۹) (موت کی غشی کا وقت حقیقت بن کے آ گیا۔ یہی چیز ہے جس سے تو منہ موڑا کرتا تھا)

ابنِ سعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سر پر عین اس وقت جب کہ ان کی زندگی کا فیصلہ ہو رہا تھا یہ شعر پڑھا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

۱- ابن سعد اور ابن عساکر

Marfat.com

"اور وہ گورے چٹے رنگ والا، جس کے مبارک چہرے کا واسطہ دے کر بارش کی دعا مانگی جاتی تھی جو یتیموں کا ملجا اور بیواؤں کا ماویٰ تھا"۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ایسے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر

ابنِ سعد کہتے ہیں کہ روایات اس بات پر متفق ہیں کہ زمانۂ خلافت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر ٹھیک اتنی ہوگئی تھی جتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ زمانۂ خلافت دو سال تین ماہ دس دِن تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت اصحاب الفیل کے واقعے سے تقریباً دو سال[1] چار ماہ بعد ہوئی اور وفات کے وقت عمر ۶۳ سال تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ[2] سب سے زیادہ معمر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو صحابہ میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بال سفید اور سیاہ ملے جلے تھے۔ یعنی باقی سب کے سیاہ تھے۔

کفن و دفن

ابن سعد کہتے ہیں کہ روایات اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو وصیت کی کہ جب آپ کا انتقال ہو تو وہ انھیں غسل دیں اور ساتھ انھیں قسم کھا کے کہا کہ اس دن روزہ نہ رکھنا تا کہ جسم میں کام کرنے کی قوت رہے۔ جب دن کا آخری حصہ آیا تو اسما رضی اللہ عنہا کو یاد آیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر انھیں روزہ نہ رکھنے کو کہا تھا۔ اس لیے انھوں نے پانی منگوا کر پی لیا اور کہا کہ میں ان کی قسم توڑنا نہیں چاہتی۔ ساتھ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت میں یہ بھی فرمایا کہ ضرورت ہو تو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے غسل میں مدد لینا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ اسلام میں اسما رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جنھوں نے اپنے خاوند کو غسل دیا۔

۱- الرياض النضرة

۲- سہیل کی والدہ بیضا ہیں جن کا اصل نام دعد بنت جحدم اور ان کے والد کا نام وھب بن ربیعہ قرشی تھا جو بنی فہر میں سے تھے، ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے، دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئے، بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے، مدینہ میں ۷ ہجری میں وفات پائی، نبی کریمؐ نے ان کا جنازہ پڑھایا۔

Marfat.com

مسجد نبوی میں منبر اور نبی ﷺ کی قبر کی درمیانی جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیّت کی تھی کہ انھیں نبی ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ اور آپ کا جنازہ اسی چارپائی پر اٹھا کر لے جایا گیا جس پر نبی ﷺ کا لے جایا گیا تھا۔ یہ چارپائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ وہ لکڑی کی تھی۔ کھجور وغیرہ کے پتوں سے بُنی ہوئی تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی میراث میں چار ہزار درہم کی فروخت ہوئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک آزاد کردہ غلام نے خرید کر مسلمانوں کی ملکیت قرار دے دی۔

قبر میں حضرت عمر، عثمان، طلحہ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم اترے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اترنا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بس کافی ہیں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رات کو وفات پائی تو صبح سے پہلے ہم نے انھیں دفن کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھانے کے بعد مسجد میں جا کر تین وتر پڑھے۔

قبر کی جگہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیّت کی کہ انھیں نبی ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ وفات کے بعد قبر اس طرح کھودی گئی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر حضور ﷺ کے شانوں کے قریب ہو اور اس کی لحد حضور ﷺ کی قبر سے ملی ہوئی ہو۔ بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کھودی گئی تو ان کا سر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کمر کے قریب آتا تھا۔

ابن حطب[1] کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرح ہموار رکھی گئی اور اس پر پانی چھڑکا گیا۔

قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا: ''ماں! ذرا نبی ﷺ کے دونوں ساتھیوں کی قبریں تو کھول کر دکھایئے''۔ انھوں نے کھول کر دکھائیں۔ وہ نہ زمین سے اُبھری ہوئی تھیں، نہ اندر دھنسی ہوئی۔ سرخ رنگ کی مٹی ان پر ملی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا نبی ﷺ کی قبر سب سے آگے تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر حضور ﷺ کے سر کے قریب اور

۱- یہ مطلب بن عبداللہ حطب مخزومی ہیں، قریش میں معززین میں سے تھے، بہت سی احادیث کے راوی ہیں، ان کی زیادہ احادیث مراسیل میں شمار ہوتی ہیں، ابوزرعہ اور دارقطنی نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ کا سر جناب رسالت مآب کے پاؤں مبارک کے قریب تھا۔

نوحہ وگریہ زاری

عبدالرزاق، سعید بن المسیب کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو عورتیں رونے لگیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زندہ لوگوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔ اس لیے ہشام بن ولید اٹھو اور عورتوں کو یہاں سے نکال دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں تیرے لیے یہ جائز نہیں سمجھتی''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ولید سے کہا: ''جاؤ میں نے تمھیں کہہ جو دیا ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''بیٹے! تم مجھے نکالو گے''؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھیں میں نے اجازت دے دی۔ اس کے بعد ہشام ان عورتوں کو ایک ایک کر کے نکالتے گئے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اُمِ فروہ رضی اللہ عنہا بھی نکل آئیں۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہشام بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اُمِ فروہ رضی اللہ عنہا کو باہر ذرا میرے پاس لاؤ''۔ وہ آئیں تو ان کو سرزنش کی اور یہ دیکھ کر سب نوحہ کرنے والیاں منتشر ہو گئیں۔

انتقال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا۔ اس موقع پر مدینہ اسی طرح لرز اٹھا جس طرح پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر لرز چکا تھا۔ سب لوگ چیخنے چلانے اور آہ وزاری کرنے لگے۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ انا اللہ پڑھتے۔ روتے ہوئے دوڑتے دوڑتے آئے اور کہہ رہے تھے:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپ ایمان میں سب سے زیادہ مخلص اور یقین میں سب سے زیادہ پختہ تھے۔ آپ کا دل انتہائی غنی تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑھ کر حفاظت اور اسلام کی سب سے بڑھ کر سرپرستی کرتے۔ مسلمانوں کے ساتھ آپ حد درجہ ہمدردی کرتے۔ صورت میں، سیرت میں اور طور

طریقوں میں آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باقی سب لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی جب کہ لوگ تکذیب کر رہے تھے اور دوسرے بخل کر رہے تھے تو آپ نے غمخواری کی۔ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ رسول اللہ کے ساتھ کھڑے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھا ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (الزمر ۳۹:۳۳)

[جو آدمی سچ لے کر آیا ہے اور جنھوں نے اس سچ کو سچ مانا ہے وہی متقی ہیں۔]

سچ لانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تصدیق کرنے والے آپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) ہیں۔

آپ اسلام کے لیے قلعہ اور کفار کے لیے عذاب تھے۔ دلیل میں آپ کبھی کمزور ثابت نہ ہوئے۔ آپ کا دل ہمیشہ قوی اور آپ کی بصیرت ہمیشہ مضبوط رہی۔

آپ وہ پہاڑ تھے جسے آندھیاں ہلا نہ سکیں۔ بقول رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ جسمانی طور پر کمزور، لیکن اللہ کے معاملے میں مضبوط تھے۔ اپنے دل میں متواضع، لیکن اللہ کے ہاں عظیم تھے۔ رُوئے زمین پر جلال والے اور مومنین کے نزدیک بڑی عزت کے مالک تھے۔ کسی کو آپ سے طمع تھا، نہ نرمی کی توقع۔ قوی آپ کے نزدیک ضعیف ہوتا جب تک کہ آپ اس سے حق وصول نہ کر لیتے اور کمزور آپ کے نزدیک طاقت ور ہوتا جب تک کہ آپ اسے حق دلوا نہ دیتے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اجر سے ہمیں محروم نہ کرے اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرے"۔

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہو رہی تھی تو ایک تابعی کا گزر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو ساتھیوں کے قریب سے ہوا۔ وہ دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں عیب نکال رہے تھے۔ تابعی نے اس کی اطلاع حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دی۔ انھیں سخت غصہ آیا۔ نماز کے لیے اذان دی۔ منبر پر چڑھ کر حمد وثنا کے بعد فرمایا:

"ان لوگوں کو کیا ہو گیا جو قریش کے دونوں سرداروں اور مسلمانوں کے دو دلدادوں کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے میں بری ہوں اور جن پر میں سزا دوں گا۔ اس ذات کی قسم!

Marfat.com

جس نے دانے کو پھاڑ کر اگایا اور جس نے جرثومۂ حیات کو زندگی عطا فرمائی۔ ان دونوں اصحاب سے محبت مخلص مومن ہی کرتا ہے اور ان سے عناد منافق ہی رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ ان دونوں حضرات سے خوش تھے۔ اور ان دونوں حضرات کا انتقال ہوا تو مسلمان ان سے راضی تھے۔ حکم نبوی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سات دن تک نماز پڑھاتے رہے۔ انتقال کے بعد مومنین نے اپنا معاملہ ان کے سپرد کیا اور زکوٰۃ ان کی تحویل میں دے دی، کیونکہ خلافت اور زکوٰۃ باہم دگر ملی جلی ہیں۔ مومنین نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت برضا ورغبت کی۔ جب کہ وہ خود اسے ناپسند فرماتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ہم میں سے کوئی انھیں اس سے رخصت دلاتا۔

بخدا! وہ انتہائی متقی لوگوں سے بہتر اور ہر کسی سے زیادہ رحم دل، نرم مزاج اور بہادر تھے۔ عمر میں سب سے زیادہ اور اسلام میں سب سے پیش رو تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے چلتے چل بسے۔ (یہاں تک کہ فرمایا!) کون ہے جو ان دونوں کی نظیر لائے۔ اللہ ان سے راضی ہو اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کے مقام تک رسائی تو بس اسی صورت میں ممکن ہے کہ آدمی ان سے محبت کرے اور ان کے نقش قدم پر چلے۔

یاد رکھو! جسے مجھ سے محبت ہو وہ ان سے بھی محبت کرے اور جسے ان سے محبت نہیں اسے حقیقت میں مجھ سے بھی بغض ہے اور میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

دیکھو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں اور اگر میں چاہوں تو تیسرے شخص کا بھی نام لے دوں۔ میں اپنے اور تمھارے لیے اللہ سے معافی چاہتا ہوں"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا:

"اللہ تعالیٰ آپ کو رونق اور تازگی عطا فرمائے اور آپ کی نیک کوششوں کو بار آور کرے۔ آپ نے دنیا سے منہ موڑ کر اسے خوار کیا اور آخرت کی طرف متوجہ ہو کر اس کی عزت افزائی کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا کھویا جانا سب سے بڑی مصیبت اور حادثہ ہے۔ کتاب اللہ کا وعدہ ہے کہ آپ کی مصیبت پر صبر کرنے سے اجر ملے گا۔ پس میں صبر کرتی ہوں اور اللہ سے

Marfat.com

ایفائے عہد کی توقع رکھتی ہوں۔ آپ کے لیے دعا مانگتی ہوں اور اللہ سے اجر چاہتی ہوں۔ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔ آپ پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو۔

میں آپ کو اس شخص کی طرح الوداع کہتی ہوں جسے آپ کی زندگی سے کوئی عداوت نہ تھی۔ اور ساتھ ہی وہ آپ کے بارے میں تقدیر کے فیصلے کو کوستا نہیں''۔

حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے ثالث جس دن فیصلہ سنا رہے تھے اس روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''ابا جان! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ یہ لوگ اپنی دنیا بنا رہے ہیں تو آپ نے اللہ کا دین اس وقت قائم کیا جب کہ اس کی چولیں ہل رہی تھیں اور اس کی بنیادیں کمزور ہو رہی تھیں۔ جس چیز کی طرف یہ متوجہ ہیں آپ نے اس سے اعراض کیا۔ اور جس سے یہ غافل ہیں آپ اس کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ جس دنیا کو یہ لوگ عظیم سمجھے بیٹھے ہیں، آپ نے اسے حقیر جانا اور جس دین سے یہ منہ موڑے ہوئے ہیں، آپ اس کے لیے ہمہ تن گوش تھے۔ انھوں نے باگیں ڈھیلی چھوڑ دی ہیں اور آپ نے حزم واحتیاط سے سواری کی۔ آپ نے نہ دین کو نقصان پہنچایا اور نہ ہی آپ نے مستقبل کو فراموش کیا۔ پس آپ کا تیر نشانے پر بیٹھا جب کہ دوسروں کے چوک گئے اور جو بوجھ یہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں، آپ اس سے فارغ رہے''۔

جنگ جمل کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اٹھ کر فرمایا:

''لوگو! ماں ہونے کی حیثیت میں مجھے حق پہنچتا ہے کہ تمھیں نصیحت کروں۔ مجھ پر بہتان وہی باندھ سکتا ہے جو اپنے پروردگار کا نافرمان ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ آپؐ نے اپنا سر میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان رکھا ہوا تھا۔ میں جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے ہوں گی۔ رسالت مآب کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر گھٹیا چیز سے محفوظ رکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ نے مومن ومنافق میں تمیز کی ہے۔ میری وجہ سے اللہ نے تمھیں تیمم کی رخصت عطا فرمائی۔

میرے والد ان دو میں سے دوسرے تھے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تھا۔ وہ پہلے شخص تھے جس کا

Marfat.com

نام صدیق رکھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو وہ ان سے راضی تھے۔ حضور ﷺ نے ان پر امامت کی ذمہ داری ڈالی۔ بعد میں دین کی رسی میں بل آنے لگے تو انھوں نے اس کے دونوں سرے پکڑ کر تم لوگوں کو درمیان میں باندھ دیا۔ کسی کو کھسکنے نہیں دیا۔ نفاق کی کمر توڑ دی، فتنۂ ارتداد کو فرو کیا۔ یہود کی بھڑکائی ہوئی آگ بجھا دی اور تمھاری اس وقت حالت یہ تھی کہ آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں۔ ادھر سے تمھیں دشمن کا انتظار تھا اور تمھارے کانوں میں چیخ وپکار کی آوازیں پڑتیں۔ ایسے موقع پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فساد کی اصلاح کی۔ انھوں نے فتنے کے مشکیزے کا منہ باندھا۔ انھوں نے کنویں سے تازہ پانی کے ڈول بھر بھر کے نکالے اور آنے والوں کو سیراب کیا۔ جو ایک بار پی چکے تھے، انھیں دوبارہ سیراب کر دیا۔ ان کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ وہ نفاق کی کھوپڑی پاؤں تلے روند چکے تھے اور مشرکین کے لیے جنگ کی آگ بھڑکا چکے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محنت سے تم منظم ہوئے۔ انھوں نے تمھارے لیے ایسا خلیفہ مقرر کیا کہ جب اس کی طرف جھکا جاتا تو رحم کرتا۔ جو وسیع الظرف تھا۔ جو تکلیفیں برداشت کرتا اور جاہلوں کی اذیتوں سے درگزر کرتا۔ وہ اسلام کی حمایت وحفاظت میں راتوں کو جاگنے والا تھا''۔[1]

............❀❀❀............

۱- العقد الفرید، الفائق، مفتاح الأفکار، منتخب کنزالعمال یہ تمام مراجع صحیح حدیث کی کتابوں میں شمار نہیں ہوتے اور متصل سند کے ساتھ روایت بیان نہیں کرتے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خاندان

بھائی بہنیں

ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے تین بچے تھے۔ ابوبکر، اُمِ فروہ اور قریبہ رضی اللہ عنہم[1]

اُمِ فروہ رضی اللہ عنہا

اُمِ فروہ سے قبیلہ ازد کے ایک آدمی نے نکاح کیا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی پھر تمیم داری[2] نے اور ان کے بعد اشعث بن قیس[3] نے ان سے شادی کی۔

تیسرے نکاح کا واقعہ یوں ہے کہ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کو زنجیروں میں اس طرح جکڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ ان کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی یہ لکھا کہ ہم نے اشعث کے ساتھ ان کے فرمان کے مطابق سلوک کیا۔ ہم نے اسے اہل وعیال اور مال سمیت آپ کے پاس بھیج دیا ہے۔ اب جو مناسب سمجھیں کریں۔

اشعث رضی اللہ عنہ سامنے زنجیروں میں جکڑے کھڑے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی لغزشیں گنوانا شروع کیں۔

۱- معارف۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ابوقحافہ کے تین بیٹے تھے عتیق، معتق اور معتیق۔ دو فوت ہو گئے اور ابوبکر زندہ رہے جن کا نام عتیق تھا۔

۲- تمیم بن اوس بن خارجہ یا حارثہ داری ان کا پورا نام ہے، عیسائی تھے، ۹ ھ میں مدینہ آئے اور اسلام قبول کیا۔ بہت عابد و زاہد تھے، کثیر التہجد اور مخصوص فقیرانہ لباس زیب تن رکھتے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد فلسطین منتقل ہو گئے۔ وہیں ان کی وفات ہوئی اور قبر بھی وہیں بنائی گئی۔

۳- اشعث بن قیس بن معدی کرب کندی۔ ان کا نام معدی کرب اور لقب اشعث تھا۔ کندہ قبیلے کے سرداروں میں سے تھے۔ ۱۰ھ میں کندہ قبیلے کے ۷۰ سواروں کے ساتھ نبی کریمؐ کے ہاتھ پر قبول اسلام کیا۔ وفات نبوی کے بعد دیگر کندیوں کی طرح مرتد ہو گئے اور گرفتار ہو گئے۔ پھر بچی توبہ کر کے مسلمان ہوئے۔ یرموک اور قادسیہ کے میدانوں میں داد شجاعت دینے کے بعد صفین میں حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے۔ ۴۲ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

Marfat.com

اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا: ”براہِ مہربانی معاف فرما دیجیے۔ مجھے لڑائی کے لیے رکھ لیجیے اور اپنی بہن سے شادی کر دیجیے“۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کی ساری باتیں مان لیں۔

اشعث رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اونٹوں کی منڈی میں جا داخل ہوئے اور جو اونٹ، اونٹنی نظر آئی اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ لوگوں نے بآوازِ بلند کہنا شروع کیا کہ اشعث رضی اللہ عنہ کافر ہو گیا۔ اشعث رضی اللہ عنہ نے فارغ ہو کر تلوار پھینک دی اور کہا: ”میں کافر تو نہیں ہوا، البتہ خلیفہ کی بہن سے میں نے شادی کی ہے۔ اگر میں اپنے ملک میں ہوتا تو کسی اور قسم کا ولیمہ کرتا، لیکن اب مدینے والو یہی کھاؤ اور اونٹوں والو! تم آ کے ان کی قیمتیں وصول کر لو“۔

ان سے محمد، اسحاق، حبابہ اور قریبہ پیدا ہوئے۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ اُمِ فروہ رضی اللہ عنہا کی ماں ہند بنت عتیک بن بجیر بن عبد بن قصی تھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے تھیں جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ اُمِ فروہ رضی اللہ عنہا ہی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت درّے سے مارا تھا جب عورتوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر نوحہ شروع کیا۔

قریبہ رضی اللہ عنہا

قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ[1] کی بیوی تھیں۔ یہ اُمِ فروہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں[2]۔

بیویاں

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں قتلہ اور اُمِ رُومان سے اور اسلام میں اسماء اور حبیبہ رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا۔

۱- قیس بن سعد بن عبادۃ انصاری خزرجی پورا نام ہے۔ عرب کے دانا اور مشہور اہل حرب وفنون جنگ کے ماہرین میں سے تھے۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق قیس بن سعد نبی کریمؐ کے بہترین سپہ سالار شمار ہوتے تھے۔ نبی کریمؐ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے، فتح مکہ کے موقع پر ایک جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا گیا، فتح مصر میں شریک ہوئے، پھر حضرت علیؓ کے ساتھ اور بعد میں ان کے بیٹے حضرت حسن کے ساتھ شانہ بشانہ لڑے۔ حضرت معاویہ کی خلافت کے آخری سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۲- الاصابہ

Marfat.com

قتیلہ رضی اللہ عنہا

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ قرشیہ عامریہ تھا۔ ان کے بطن سے عبداللہ اور اسما رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ ان کے اسلام لانے کے بارے میں اختلاف ہے۔

اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا

ان کے نام کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں زینب تھا۔ کچھ کہتے ہیں رعد تھا۔ یہ بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس تھیں۔

یہ حضرت عبدالرحمٰن اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ تھیں۔ پہلے عبداللہ بن حارث بن سنجرہ بن جوثومہ ازدی کے گھر تھیں۔ وہ انھیں مکہ لے آیا۔ مکہ آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کا دوستانہ ہو گیا۔ وہ مر گیا تو اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔

اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا ابتدا ہی میں مسلمان ہو گئیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ میں مقیم ہو گئے تو یہ بھی ہجرت کر گئیں۔

ابن سعد راوی ہیں کہ ۶ ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ جب انھیں قبر میں لٹایا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں اتر کر ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور کہا: ''اے اللہ! اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا نے تیرے لیے اور تیرے رسول کے لیے جو تکلیفیں برداشت کی ہیں وہ تجھ سے اوجھل نہیں''۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو حوروں میں سے کسی عورت کو دیکھنا چاہے وہ اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا کو دیکھ لے''۔

صحیح روایت یہ ہے کہ اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئی۔ امام بخاری نے الاوسط اور الصغیر میں ان کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جن کا انتقال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا۔

اسما رضی اللہ عنہا

یہ اسما بنت عمیس بن معد بن حارث بن تیم خثعمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی طرف سے یہ ام

Marfat.com

المومنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہا[1] کے گھر میں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارقم جانے سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ بیعت کی اور اپنے خاوند حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئیں۔ حبشہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد، عبداللہ اور عون ان کے ہاں پیدا ہوئے[2]۔ پھر ہجرت کر کے مدینہ چلی گئیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

ایک روایت اس طرح ہے کہ جنگ حنین کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پڑھایا[3]۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں ان سے محمد پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور ان سے یحییٰ پیدا ہوئے۔ اس روایت میں کوئی اختلاف نہیں[4]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت وصیت کی کہ اسماء رضی اللہ عنہا انھیں غسل دیں۔ (اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے خوابوں کی تعبیر پوچھا کرتے تھے...... ان سے خوابوں کی تعبیر اور دوسرے امور کے متعلق روایات نقل کی گئی ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب انھیں اطلاع ملی کہ ان کا بیٹا محمد مصر میں قتل ہو گیا ہے تو وہ اپنے گھر میں نماز کی جگہ گئیں اور اپنے غم و غصے کو اس حد تک ضبط کیا کہ ان کے دونوں پستانوں سے خون بہنے لگا[5]۔

حبیبہ رضی اللہ عنہا

یہ حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابوزہیر خزرجیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ انھوں نے اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت یہ امید سے تھیں۔ بعد میں اُم

۱- تاریخ طبری اور الاصابہ۔ حضرت جعفر حضرت علی کے بھائی تھے اور ان سے عمر میں ۱۰ سال بڑے تھے۔ اسلام لانے میں سبقت کرنے والوں میں سے اور مساکین کے لیے بہت دردِ دل رکھنے والے تھے۔ بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق نبی کریمؐ نے ان سے فرمایا کہ اخلاق اور شکل و صورت میں جعفر میرے مماثل ہیں۔ جنگ موتہ میں بہادری سے لڑے۔ طیار اور ذوالجناحین کے لقب سے مشہور تھے۔

۲- مناقل الدرر اور الاصابہ ۳- الاصابہ

۴- ابن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی کے ہاں ان سے عون اور یحییٰ پیدا ہوئے۔

۵- الاصابہ

Marfat.com

کلثوم پیدا ہوئیں۔[1] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خبیب بن اِساف رضی اللہ عنہ[2] نے ان سے نکاح کیا۔

اولاد

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھ بچے تھے۔ تین لڑکے اور تین لڑکیاں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ

آپ کی نرینہ اولاد میں سے سب سے بڑے عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ والدہ کا نام قتیلہ رضی اللہ عنہا تھا۔ یہ ذہین نوجوان تھے۔ ہجرت کے وقت یہ قریش کی خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لاتے تھے۔ بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو یہی ساتھ لے کر مدینہ گئے۔[3]

فتح مکہ، حنین اور طائف کے مواقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ طائف میں ابومحجن ثقفی کے تیر سے زخمی ہو گئے۔ زخم مندمل ہو کر پھر کھل گیا۔ اور ۱۱ھ ماہِ شوال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انتقال فرما گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمٰن، عمر اور طلحہ رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔ پیچھے سات دینار چھوڑ گئے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس رقم کو بہت زیادہ سمجھا۔[4]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''کیا تم لوگوں کے دلوں میں کھٹک ہے کہ کہیں عبداللہ رضی اللہ عنہ کو زندہ ہی دفن نہ کر دیا ہو''؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''انھیں واپس نکال لایئے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ سے پناہ مانگو''۔

سعید بن زید رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے) کی بہن عاتکہ بنت زید بن عمرو عدویہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔

یہ عاتکہ رضی اللہ عنہا انتہائی عقل مند، بہت خوبرو اور حد درجہ صائب الرائے تھیں۔ حضرت

۱- الاصابہ

۲- ان کا نام خبیب بن اساف یا کیساف بن عتبہ انصاری تھا۔ جب نبی کریمؐ بدر کے لیے نکلے تو یہ مسلمان ہوئے۔ راستے میں نبی کریمؐ سے ملے، غزوہ بدر اور بعد میں دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت عمر یا عثمان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

۳- الاصابہ

۴- المعارف، الاصابہ۔ نور الابصار۔ الریاض النضرہ

Marfat.com

عبداللہ رضی اللہ عنہ ان پر فریفتہ تھے۔ اتنے فریفتہ کہ اور کام ہی بھول گئے۔ والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے کہنے پر طلاق دے دی۔ پھر پشیمان ہو کر یہ شعر کہے:

أعاتک لا انساک ماذر شارق   وما لاح نجم فی السماء محلق

جب تک سورج چمکتا رہے گا اور جب تک آسمان پر کوئی ستارہ نمودار ہوتا رہے گا۔ اے عاتکہ! میں تجھے نہیں بھولوں گا۔

اعاتک قلبی کل یوم ولیلة   لدیک بما تخفی النفوس معلق

عاتکہ! محبت کی وجہ سے میرا دل ہر وقت تیرے ساتھ اٹکا رہتا ہے۔

ها خلق جزل ورائ ومنصب   وخلق سوی فی الحیاء ومنطق

وہ بڑی حسین، صائب الرائے اور اونچے مقام والی ہے۔ حیا اور سچائی کے سلسلے میں اس کا اخلاق بہت بلند ہے۔

ولم ار مثلی طلق الیوم مثلها   ولا مثلها فی غیر شیء تطلق

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مجھ ایسے کسی شخص نے اس طرح کی کسی عورت کو طلاق دی ہو اور وہ طلاق ہو بھی بلاوجہ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عاتکہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اور بھی شعر کہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رحم آ گیا اور مراجعت کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا۔

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو عاتکہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں۔ انھوں نے یہ مرثیہ پڑھا:

فللّٰہ عینا من رائ مثله فتی   أکر واحمی فی الهیاج وأصبرا

وہ کیا خوب آنکھیں ہوں گی جنھوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ ایسا کوئی شخص دیکھا ہوگا۔ وہ ایسا نوجوان تھا جو جنگ میں بار بار حملے کرتا اور صبر سے وار سہتا تھا۔

اذا شرعت فیه الاسنة خاضها   الی الموت حتی یترک الرمح احمرا

نیزے اسے لگنے شروع ہوتے تو وہ موت تک انھی میں گھسا رہتا۔ حتیٰ کہ (اپنے خون سے) نیزے کو سرخ کر دیتا۔

فأقسمت لا تنفک عینی سخینة   علیک ولاینفک جلدی اغبرا

میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تیرے لیے میری آنکھ ہمیشہ غمگین اور میرا جسم اس وقت تک غبار آلود رہے گا۔

Marfat.com

مدی الدهر ما غنت، حمامة أيكة   وما طرد الليل الصباح المنورا

جب تک درخت، پر فاختہ گاتی رہے گی اور روشن صبح کو ہٹا کر رات اس کی جگہ لیتی رہے گی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ موت کے وقت وصیت کر گئے تھے کہ ان کا باغ عاتکہ رضی اللہ عنہا کو ملے اور وہ کسی اور سے نکاح نہ کرے۔ عاتکہ رضی اللہ عنہا یہ بات، مان گئیں۔ عدت پوری ہونے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں نکاح کا پیغام بھیجا۔ (یہ لمبا قصہ ہے، جس کا ذکر بخاری نے اپنی تاریخ میں کیا ہے)[۱]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ان سے اسمٰعیل پیدا ہوا۔ جس کا انتقال ہو گیا اور ان کی نسل آگے نہ چل سکی[۲]۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابوعبداللہ یا ابومحمد ہے۔ والدہ اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔ جنگ بدر اور اُحد میں مشرکین کے ساتھ تھے[۳] (اس وجہ سے حالت یہ ہوئی کہ مسلمانوں کے روبرو آتے تو حضرت ابوبکر اور اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا (یعنی والدین) ان کی تباہی و بربادی کی دعا مانگتے، مگر جب منہ موڑ کے واپس چلے جاتے تو یہی والدین اللہ سے التجا کرتے کہ اسے تو قبول اسلام کی توفیق عطا فرما۔

یہ بہادر اور ماہر تیر انداز تھے۔ ان کا تیر نشانے پر لگتا تھا۔ دورِ جاہلیت میں بھی اور پھر قبول اسلام کے بعد بھی معرکوں میں جواں مردی کے جوہر دکھاتے رہے۔ جنگِ بدر میں دعوتِ مبارزت دی تو ان کے والد یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ چیلنج قبول کرتے ہوئے اُٹھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر روک دیا: ''یہیں رہو کہ مجھے تمھارے یہاں رہنے سے فائدہ رہتا ہے''۔

پھر اللہ نے ان پر احسان کیا اور صلح حدیبیہ کے امن کے زمانے میں مسلمان ہو گئے۔ پہلے نام عبدالکعبہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے بعد بدل کر عبدالرحمٰن رکھ دیا۔

جنگِ یمامہ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے مرتدین کے اکابر میں سے سات آدمی قتل کیے۔[۴] یہ عبدالرحمٰن ہی تو ہیں جنھوں نے یمامہ کے سرپنچ ابن الطفیل کا خاتمہ کیا۔

۱- بعد میں حضرت عمر سے اور ان کے بعد حضرت زبیر سے اور بعد میں حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے ان کی شادی ہوئی اور وہ سب شہادت پا گئے۔ حضرت ابن عمر کہا کرتے کہ جسے شہادت پانی ہو تو وہ عاتکہ سے شادی کر لے۔

۲- المعارف   ۳- ایضاً   ۴- ایضاً

بس انھوں نے تیر مارا اور وہ ابن الطفیل کی چھاتی میں جا پیوست ہوا اور اس کا کام تمام ہو گیا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے جب کہ ان کے بھائی محمد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے۔

یزید کی بیعت کا معاملہ آیا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہرقل کے نقشِ پا پر تم نے خلافت کو بھی وراثت بنالیا ہے اور اپنے بیٹوں کی بیعت لینے چلے ہو کہ ایک قیصر چل بسا اور اس کی جگہ دوسرا قیصر آ گیا۔ بخدا! ہم ایسا کبھی نہیں کریں گے''[1]۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ انھوں نے یہ کہتے ہوئے اسے رد کر دیا کہ میں اپنا دین دنیا کے عوض بیچنے کو تیار نہیں[2]۔

یہ مرد صالح تھے۔ کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ انھوں نے کبھی جھوٹ بولا ہو۔ ان میں کچھ مزاح کی عادت تھی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دمشق کے غسانی سردار کی بیٹی لیلیٰ بنت جودی بطورِ جنگی قیدی ان کے حوالے کی کیونکہ فتح دمشق سے پہلے وہاں کے غسانی سردار جودی کی لڑکی لیلیٰ پر فریفتہ ہو کر عبدالرحمٰن نے کچھ شعر کہے تھے جن میں سے دو یہ ہیں:

تذکرت لیلیٰ و السماوة بیننا فما لابنة الجودی لیلیٰ ومالیا

وأنی تلاقیهاء بلی ولعلها ان الناس حجوّا قابلا ان توافیا

مجھے لیلیٰ یاد آئی جب کہ سماوہ ہمارے درمیان حائل تھا۔ ایسی حالت میں میرا اور لیلیٰ کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اور اس سے ملاقات کیونکر ہو گی، مگر (مایوسی جائز نہیں، ملاقات ممکن ہے) اور ہو سکتا ہے کہ اگلے حج کے لیے وہ لوگوں کے ساتھ آئے۔

(اب قسمت دیکھیے) یہی لیلیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگی قیدی کے طور پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی۔ بس اس کا آنا تھا کہ باقی بیویوں پر وہ اسے ترجیح دینے لگے۔ اس رویے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں ملامت بھی کی، مگر بے سود۔ بعد میں حالات دگر گوں ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ لیلیٰ پر سختی کرنے لگے۔ اس کی شکایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچی۔ انھوں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تم افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے۔ اب یا تو اس (لیلیٰ) سے

۱- الفائق، الاصابہ، الامالی ۲- معالم الایمان فی معرفة أهل القیروان

Marfat.com

عدل کا رویہ اختیار کرو، نہیں تو پھر واپس اس کے اہل و عیال کے ہاں بھیج دو"۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے دوسری صورت قبول کر لی اور اسے اس کے اہل و عیال کے پاس بھیج دیا[1]۔

۵۳ھ کی بات ہے یزید کی بیعت مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مکہ سے باہر چلے گئے اور دس میل دور جا کر اچانک وفات پا گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ نیند کی حالت میں موت واقع ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی تو حج کی نیت سے مدینہ سے نکلیں۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر آنے پر وہ رکیں اور متمم بن نویرہ کے یہ دو شعر پڑھے جو اس نے اپنے بھائی مالک کے مرثیے میں کہے تھے:

وکنا کندمانئ جذیمة حقبة من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

ایک مدت تک ہم جذیمہ کے ان دو ندیموں کی مانند تھے جو ہمیشہ ایک ساتھ رہتے۔ نوبت بایں جا رسید کہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ دونوں تو کبھی جدا ہوں گے ہی نہیں۔

فلما تفرقنا کانی ومالکا لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

مگر جب ہم جدا ہوئے تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا مدت دراز تک یکجا رہنے کے باوجود کبھی ایک رات بھی ہم اکٹھے نہیں رہے۔

یہ اشعار پڑھنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "بخدا! اگر میں تمھاری موت کے وقت یہاں موجود ہوتی تو لازماً میں خود تمھیں دفن کرتی اور اگر میں اس وقت پاس ہوتی تو آج ہرگز نہ روتی"[2]۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبر پر ایک خیمہ گاڑا اور اسے ایک آدمی کے سپرد کر کے کوچ کیا۔ بعد میں وہاں سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ گزرے۔ انھوں نے پوچھا: "یہ خیمہ کس نے گاڑا ہے"؟ انھیں سارا واقعہ سنایا گیا تو انھوں نے کہا: "لڑکے! اسے اکھاڑ لو۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا عمل اس پر سایے کے لیے کافی ہے"[3]۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ہاں محمد، عبداللہ اور حفصہ پیدا ہوئیں۔

محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ہاں عبداللہ پیدا ہوا جس سے آگے نسل چلی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے اس شاخ کو عتیقی کہتے ہیں اور اس نسبت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی

۱- الاصابہ اور ابن عساکر ۲- معالم الایمان اور الاصابہ

۳- تہذیب تاریخ ابن عساکر

اولاد میں سے متعدد حضرات نے آپس میں ایک دوسرے پر افضلیت کا اظہار کیا۔ تو کسی نے کہا میں ابن الصدیق ہوں، کسی نے کہا میں ابن ثانی اثنین ہوں اور اس محمد نے کہا میں ابنِ عتیق ہوں تو بس اس سے ان کی نسل کی نسبت عتیقی چل نکلی۔

محمد رضی اللہ عنہ

کنیت ابوالقاسم تھی۔ والدہ کا نام اسما بنت عمیس خثعمیہ رضی اللہ عنہا ہے۔ ۱۰ھ میں ذی القعدہ کے پانچ دن رہتے تھے جب ذوالحلیفہ کے مقام پر ان کی ولادت ہوئی۔ اس وقت ان کی والدہ اسما رضی اللہ عنہا حج کو جا رہی تھیں۔ یہ حج حجۃ الوداع تھا۔ بچے کی ولادت کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ اسما رضی اللہ عنہا کیا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ غسل کر لیں اور قافلے کے ساتھ چلیں۔ پھر حج کی نیت سے سوائے طوافِ کعبہ کے باقی سارے مناسک حاجیوں کے ساتھ پورے کریں۔ اس طرح وہ قیامت تک کے لیے ایک شرعی حکم کے اظہار کا باعث بنیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسما رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور محمد رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے زیر تربیت پلے بڑھے۔ جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں ان ہی کے ساتھ تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں مصر کا گورنر بنایا اور ان کے لیے اقرار نامہ لکھوا کر بھیجا، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا موجب بنا۔ جنگ صفین سے واپس آئے تو قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں سرحد ہی کا گورنر بنایا۔ یہ ۳۷ھ میں مصر پہنچے اور وہیں رہے تا آنکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو معاویہ بن خدیج کے ساتھ شامی فوجیں دے کر بھیجا۔ جنگ ہوئی۔ محمد رضی اللہ عنہ نے شکست کھائی اور ایک عورت کے گھر چھپ گئے۔

وہاں سے انھیں پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔ اور جہاں قتل ہوئے وہیں دفن ہوئے۔

ایک سال گزر گیا تو غلام نے آ کر قبر کھودی اور اس میں سے صرف سر ملا۔ غلام وہ سر نکال کر لے گیا اور جا کر مسجد میں منارے کے نیچے دفن کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، محمد رضی اللہ عنہ کی بہت تعریفیں کیا کرتے تھے اور ان کی فضیلتیں گنوایا کرتے تھے۔ یہ عابد و مجتہد تھے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے قتل کی خبر پہنچی تو بہت مغموم ہوئیں۔ پھر اس حادثے کی ایک حد تک تلافی کے لیے محمد رضی اللہ عنہ کے لڑکے قاسم کی تربیت خود کرنے لگیں، چنانچہ اس تربیت کا اثر تھا کہ قاسم اپنے دور کے بہترین آدمی تھے[1]۔

محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک اُمِ ولد (لونڈی) سے قاسم پیدا ہوئے۔ یہ تمام حجاز کے بہت بڑے فقیہہ تھے۔ انھوں نے ۱۰۸ھ میں قدید کے مقام پر وفات پائی۔

قاسم کے ہاں عبدالرحمٰن اور اُمِ فروہ پیدا ہوئے۔ اُمِ فروہ سے محمد بن علی بن محمد نے نکاح کیا۔ مدینے میں ان کی تھوڑی بہت نسل ہے۔

اسما رضی اللہ عنہا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی لڑکی حضرت اسما رضی اللہ عنہا ہجرت سے ستائیس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ مکہ ہی میں مسلمان ہوگئیں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا گیا۔ ہجرت کے وقت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شکم مادر میں تھے جن کی ولادت قبا میں ہوئی۔

حضرت اسما رضی اللہ عنہا خود راوی ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لا کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں انھوں نے رکھ دیا۔ جناب رسالت مآب نے ایک کھجور منگوا کر پہلے خود چبائی پھر اسے بچے (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) کے منہ میں ڈال دیا۔ تو گویا سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں پہنچا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے لیے دعا مانگی۔ مدینہ منورہ میں اسلامی دور میں یہ سب سے پہلا بچہ ہے جو مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوا۔

حضرت اسما رضی اللہ عنہا نے خاصی عمر پائی۔ وہ اپنے بیٹے کا دورِ خلافت اور ان کی شہادت کا منظر دیکھ کر کچھ عرصہ بعد فوت ہوئیں۔

ان کا لقب ذات النطاقین تھا۔ جس کی وجہ پہلے ہجرت کے واقعے میں گزر چکی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توشہ دان اپنے پٹکے کے دو حصے کر کے ایک سے باندھا تھا۔

اسما رضی اللہ عنہا اپنی ازدواجی زندگی کی کیفیت ان الفاظ میں سامنے لاتی ہیں کہ نکاح کے وقت

۱- نور الابصار، الاصابہ، اسد الغابہ، ابن خلکان

Marfat.com

زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس سوائے ایک گھوڑے کے نہ کوئی مال مویشی تھا اور نہ کوئی دولت۔ گھوڑے کو پانی پلانے، اسے چرانے اور اس کے آگے چارہ وغیرہ ڈالنے کا کام یہی کرتیں۔ پھر پانی نکالنے کا ڈول، سینا اور آٹا گوندھنا، ان کے ذمے تھا۔ ہاں روٹیاں اچھی نہیں پکا سکتی تھیں۔ اس لیے کچھ انصاری خواتین یہ کام کر دیتیں۔ ان خواتین کے متعلق اسما رضی اللہ عنہا کے تاثرات یہ ہیں کہ وہ حد درجہ مخلص تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کا ایک قطعہ اسما رضی اللہ عنہا کے نام سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تھا۔ مدینے سے یہ زمین تین فرسخ یعنی نو میل کے فاصلے پر تھی۔ حضرت اسما رضی اللہ عنہا خود جا کر یہاں سے اناج اور کھجوریں وغیرہ لاتیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ایک دن سر پر کھجوریں اٹھائے ہوئے آ رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ایک گروہ سمیت سامنے سے آ ملے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ٹھہرنے کو کہا تاکہ اپنے پیچھے سوار کر لیں۔ مگر انھیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بے مثال غیرت یاد آ گئی اور مردوں کے ساتھ چلنے سے ہچکچائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے اور آگے نکل گئے۔ انھوں نے آ کر زبیر رضی اللہ عنہ کو سارا واقعہ سنایا۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہونا بڑی بات تھی مگر تمھارا کھجوریں اٹھا کر لانا اس سے عظیم تر معاملہ ہے۔

یہ قصہ یوں ہی چلتا رہا تا آنکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک خادمہ بھیجی جو گھوڑے کی نگہداشت کرتی رہی اور حضرت اسما رضی اللہ عنہا کو اس بوجھ سے نجات ملی۔ خود حضرت اسما رضی اللہ عنہا کے اپنے الفاظ میں گویا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں غلامی سے آزاد کرا دیا۔

یحیٰی بن یعلیٰ تمیمی راوی ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت وہ مکہ گئے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکتا ہوا دیکھا۔ ساتھ ہی ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اسما رضی اللہ عنہا بھی دیکھیں جو دراز قامت بڑھیا تھیں اور جن کی بصارت بند ہو چکی تھی۔

حضرت اسما رضی اللہ عنہا حجاج کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: ''اس شہسوار کا ابھی نیچے اترنے کا وقت نہیں ہوا''؟ حجاج نے کہا: ''اس منافق کا''؟ حضرت اسما رضی اللہ عنہا نے کہا: ''بخدا! وہ منافق تو نہ تھا وہ تو صائم الدھر اور قائم اللیل تھا''۔ حجاج نے کہا: ''تم بوڑھی ہو چکی ہو۔ عقل جاتی رہی ہے۔ یہاں سے چلی جاؤ''۔ حضرت اسما رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ''نہیں تو۔ میری عقل تو نہیں ماری گئی البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد میں نے سنا ہے کہ بنو ثقیف میں ایک جھوٹا نبی پیدا ہوگا اور ایک تباہی

Marfat.com

مچانے والا شخص۔ جھوٹا نبی تو تم پہلے دیکھ چکے ہو اور تباہی مچانے والے تم ہی ہو"۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دھاڑیں مار مار کر رویا کرتی تھیں۔ سر پر ہاتھ رکھ کے چیخ چیخ کے کہتی تھیں: "ہائے میرے گناہ...... مگر اللہ کی مغفرت ان سے بڑھ کر ہے"۔ ان کی عمر سو سال کی ہوگئی مگر نہ تو کوئی دانت گرا اور نہ ہی عقل میں کوئی فتور آیا۔ بیٹے کی شہادت کے کم و بیش بیس دن بعد وفات پا گئیں۔

ابن سعد راوی ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاں عبداللہ، عروہ، منذر، عاصم، مہاجر، خدیجہ الکبریٰ[1]، اُمّ الحسن اور عائشہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ بیٹوں میں سب سے بڑے عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے اور بیٹیوں میں خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُمِّ عبداللہ ہے۔ آپ کی والدہ اُمِّ رُومان رضی اللہ عنہا تھیں۔ بعثتِ نبوی کے چار یا پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ان کی منگنی ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے نِکاح کا واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت خدیجہ[2] الکبریٰ کا انتقال ہوا تو خولہ بنت حکیم[3] رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ شادی کرلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱- یہ خدیجہ الکبریٰ ام المومنین نہیں ہیں بلکہ یہ خدیجہ اسما بنت ابی بکر کی بیٹی ہیں۔ والد کا نام زبیر ہے۔ یہ غزوہ احزاب سے کچھ پہلے پیدا ہوئیں۔ اسد الغابة الاصابة [ادارہ]

۲- آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد قرشیہ اسدیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ سب سے پہلی اُمُّ المومنین ہیں۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ مسلمان ہونے سے پہلے بھی ان کو طاہرہ (پاک دامن) کہا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پندرہ یا اس سے کچھ زائد عرصہ پہلے آپ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں آپ پندرہ سال بڑی تھیں۔ آپ خوشحال تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے ان کا مالِ تجارت لے کر شام کی طرف گئے تھے اور بہت سا نفع کما کر لائے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد آپ ہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ ابو ہالہ تمیمی اور پھر عتیق بن عائذ مخزومی کے نکاح میں رہیں۔ محب الطبری نے السمط السمین میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے۔ آپ ان کی تعریف کرتے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے نہ تھکتے۔ صحیح روایت کے مطابق ہجرت سے تین سال پہلے آپ کا انتقال ہوا۔

۳- خولہ بنت حکیم بن امیہ رضی اللہ عنہا نیک اور صاحب فضیلت خاتون تھیں۔ یہ دن کو روزہ رکھتیں اور رات نوافل میں گزارتیں۔ یہ ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

Marfat.com

پوچھا: ''کس سے''؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ پسند فرمائیں تو کنواری سے اور چاہیں تو کسی بیوہ سے۔ کنواری لڑکی تو آپ کے سب سے محبوب دوست حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور بیوہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں جو مسلمان ہو چکی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ان دونوں سے میرا ذکر کریں۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کیسی خیر و برکت اللہ نے تمھارے لیے مقدر کی ہے۔ انھوں نے پوچھا کہ وہ کیا؟ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کر رہے تھے۔ اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتظار کرو۔ آپ تشریف لائے تو میں نے ان سے ذکر کیا۔ انھوں نے کہا کہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے، کیا وہ آپؐ کے لیے جائز ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے واپس جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ میرے اور میں ان کا دینی بھائی ہوں اور ان کی بیٹی میرے لیے جائز ہے۔ چنانچہ میں نے واپس جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتا دی۔ انھوں نے اُمِ رُومان سے کہا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لیے رشتہ طلب کیا تھا اور خدا گواہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آج تک کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مطعم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اس کے پاس اس کی بیوی بھی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم سے کہا کہ رشتے کے بارے میں تمھارا فیصلہ کیا ہے؟ مطعم نے اپنی بیوی سے کہا کہ تمھاری رائے کیا ہے؟ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم اپنے بیٹے کی شادی تمھارے ہاں کر دیں تو تم اسے آبائی دین سے ہٹا کر اپنے دین میں داخل کر لو گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم سے دوبارہ سوال کیا کہ تمھاری رائے کیا ہے؟ اس نے کہا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے، وہ تم سن ہی رہے ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس آئے۔ اب وعدے کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا تھا۔ آپ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)......کے لیے پیش کیا، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح نہ کیا تو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انھوں نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیش کیا ہو۔

Marfat.com

لے آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سو درہم[1] مہر دیا۔ یہ نکاح ۱۰ نبوی میں مکہ معظمہ میں شوال کے مہینے میں ہوا۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھے سال تھی۔ ہجرت کے ایک سال بعد شوال ہی کے مہینے میں مدینہ منورہ میں آپ کی رخصتی ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی۔[2]

خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرے ساتھ نکاح کیا، اس وقت میری عمر چھے سال تھی۔ جب ہجرت کر کے ہم مدینہ منورہ آئے تو ہم قبیلۂ بنو حارث کے محلے میں قیام پذیر ہوئے۔ وہاں مجھے بخار ہونے لگا۔ ... سے میرے بال گر گئے۔ جب میں تندرست ہو گئی تو ایک دن میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی کہ ... میری والدہ اُمِ رُومان رضی اللہ عنہا آئیں اور انھوں نے مجھے بلایا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کیوں بلا رہی ہیں، لیکن میں ان کے پاس چلی گئی۔ ... گئیں۔ یہاں میرا سانس پھول رہا تھا۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور گھر کے دروازے پر آ کر رک ... گھر تک کہ میرا سانس ٹھیک ہو گیا۔ پھر انھوں نے تھوڑا سا پانی لے کر میرا چہرہ اور سر صاف کیا اور کے اندر لے گئیں۔ وہاں کیا دیکھتی ہوں کہ انصار کی کچھ عورتیں بیٹھی ہیں۔ انھوں نے مجھے دیکھتے ہی خیر و برکت کی دعائیں دیں۔ میری والدہ نے مجھے ان کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے میرا بناؤ سنگھار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت تشریف لائے تو میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ اس وقت میری عمر نو سال کی تھی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! آپ کو اپنی ازواج میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہیں''؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا''۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے محبت ہی تھی کہ آپ اپنی ازواج کے ہاں جاتے تو سب سے آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تاکہ زیادہ دیر ان کے ہاں ٹھہر سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرنے کے لیے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

۱۔ زرقانی کہتے ہیں کہ یہ صحیح مسلم کی روایت کے خلاف ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو پانچ پانچ سو درہم مہر دیا۔

۲۔ شرح المواهب اور مسند امام احمد

بیماری کے زمانے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو اپنے قیام کے لیے منتخب فرمایا[1]۔ حبشیوں کے کرتب دیکھنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا رخسار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھا[2]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں آپ کو بوسہ بھی دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہتے کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو، اس وقت بھی مجھے پتا چل جاتا ہے اور جب غصے ہوتی ہو اس وقت بھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم!'' اور جب غصے میں ہوتی ہو تو کہتی ہو'' ابراہیم کے رب کی قسم''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''آپ نے صحیح فرمایا''[3]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے نکل گئیں اور کچھ عرصہ کے بعد دوسری دفعہ جب ان کا جسم بھاری ہو چکا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے تو آپ ؐ نے فرمایا: ''یہ پہلی دفعہ کا بدلہ ہے''۔

ایک فارسی پڑوسی نے آپ ؐ کو کھانے کی دعوت دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی میرے ساتھ ہوگی''۔ اس نے کہا: ''نہیں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی ارشاد فرمایا۔ اس نے پھر نفی میں جواب دیا۔ آپ ؐ نے تیسری بار فرمایا تو اس نے کہا: ''ہاں''[4]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج پر دس باتوں میں برتری حاصل ہے۔ ● آپ ؐ نے میرے علاوہ کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ ● کسی اور کی ماں اور باپ دونوں مہاجر نہیں ہیں۔ ● اللہ تعالیٰ نے میری برأت کا اعلان وحی کے ذریعے فرمایا۔ ● جبریل علیہ السلام ریشم کا لباس پہنے میری شکل میں آئے۔ ● میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے پانی لے کر غسل کر لیا کرتے تھے، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور بیوی کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ ● میں سامنے لیٹی ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیتے جب کہ کسی اور کو یہ حیثیت حاصل نہیں۔ ● میرے علاوہ کسی اور کی موجودگی میں آپ ؐ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ ● آپ ؐ کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ

۱- شرح المواهب، بحوالہ صحیح بخاری۔ ۲- ترمذی
۳- صحیح بخاری -- مسلم -- نسائی ۴- صحیح مسلم

Marfat.com

آپ ﷺ کا سر مبارک میرے سینے پر تھا۔ ● آپ ﷺ کا انتقال اسی رات ہوا جب آپ ﷺ کی میرے ہاں باری تھی۔ ● میرے ہی گھر میں آپ ﷺ دفن ہوئے"۔[1]

حضور ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نو سال تک رہیں۔ حضور ﷺ کی رحلت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی[2]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فقہ میں مقام بہت بلند ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شرعی احکام کا ایک چوتھائی حصہ ان سے منقول ہے، البتہ یہ حدیث کہ اپنا نصف دین حمیرا رضی اللہ عنہا سے اخذ کرو یا یہ حدیث کہ ایک تہائی دین حمیرا رضی اللہ عنہا کے گھر سے حاصل کرو تو ان کا کوئی ثبوت نہیں[3]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر علوم کی ماہر تھیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری[4] کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو کسی مسئلے میں جب بھی کوئی مشکل پیش آتی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے تو انھیں ہمیشہ اس بارے میں ان سے رہنمائی اور علم حاصل ہو جاتا[5]۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے فقہ، طب اور شعر کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا[6]۔

آپ نہایت سخی تھیں۔ اُمِ ذرہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک لاکھ درہم آئے تو وہ اسی دِن تقسیم کر دیے۔ خود آپ روزے سے تھیں۔ میں نے کہا کہ آپ نے ساری رقم ہی تقسیم کر دی۔ اس میں سے ایک درہم کا گوشت ہی روزہ افطار کرنے کے لیے منگوا لیا ہوتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پہلے یاد کرایا ہوتا تو ایسے کر لیتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

۱- شرح المواهب ۲- المواهب اللدنية (قسطلانی)

۳- شرح المواهب اور شرح مشکوٰۃ

۴- آپ کا نام عبداللہ بن قیس بن سلیم اشعری رضی اللہ عنہ ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ ہجرت مدینہ سے پہلے مکہ معظمہ آئے اور اسلام قبول کیا۔ پھر حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں سے مدینہ منورہ آئے۔ نبی ﷺ نے انھیں عدن کا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی کوفہ کے گورنر رہے۔ کئی شہر ان کے ہاتھوں فتح ہوئے۔ جنگِ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ثالث مقرر ہوئے۔ قرآن پاک بہت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔

۵- ترمذی ۶- الاصابة

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کی وفات ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں منگل کی رات کو ہوئی۔ جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی[1]۔

اُمِ کلثوم

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف اُنھیں حاصل نہیں ہوا۔ یہ تابعی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کا رشتہ طلب کیا۔ اُمِ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات مان لی، لیکن اُمِ کلثوم کو یہ بات پسند نہ آئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح نہ کیا۔ ان کی شادی حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے ہوئی اور ان سے زکریا اور عائشہ پیدا ہوئے۔ حضرت طلحہ کی شہادت کے بعد انھوں نے شاعر عمر بن ابی ربیعہ کے بھتیجے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی ربیعہ سے نکاح کیا[2]۔

............❀❀❀............

۱- الاصابہ ۲- المعارف

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی مال سے بہت سے ان لوگوں کو خرید کر آزاد کیا، جنھیں اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں ستایا جا رہا تھا۔ ان میں سے نمایاں افراد کا تعارف درج ذیل ہے:

بلال رضی اللہ عنہ

یہ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ ہیں جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ یہ حبشی الاصل تھے۔ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے انھیں اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنگِ بدر اور دوسرے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ سب سے پہلے انھوں نے اذان کہی۔ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤذن کہا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شام جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام میں رہائش پذیر ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پھر کبھی اذان نہ کہی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام گئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان سے ملے۔ انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کے لیے کہا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

واقدی کہتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یمن اور طائف کے درمیان "سراۃ" کے مقام پر پیدا ہوئے۔ ابو عبداللہ آپ کی کنیت تھی۔ آپ دبلے پتلے لمبے قد کے آدمی تھے۔ کمر ذرا جھکی ہوئی تھی۔ آپ کے بال گھنے تھے۔ بال جب سفید ہو گئے تو ان کو رنگ نہیں کرتے تھے۔ ۲۰ھ میں ساٹھ سال سے کچھ اوپر کی عمر میں دمشق میں وفات پائی۔

Marfat.com

عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

ماں کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی طفیل بن حارث کے غلام تھے۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ انھیں اسلام قبول کرنے کے جرم میں اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا۔ مدینہ کی طرف ہجرت کرتے وقت یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے۔ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ بئرِ معونہ[1] کے موقع پر شہید ہوئے۔

ابونافع رضی اللہ عنہ

یہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ ابن مفرغ الحمیری نے ان کی ہجو میں شعر کہے۔ لوگوں نے کہا: ''ابن مفرغ نے تمھاری ہجو لکھی ہے''۔ انھوں نے کہا: ''تو کیا اس ہجو سے میں یا میرا بیٹا طلحہ مر جائیں گے''؟ لوگوں نے کہا: ''نہیں''۔ انھوں نے کہا: ''تو پھر مجھے اس کی کوئی پروا نہیں''۔

مرّہ بن ابوعثمان رضی اللہ عنہ

یہ بھی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے زیاد بن ابی سفیان کی طرف سفارشی خط لکھ کر دیا تھا۔ خط کے آغاز میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے زیاد بن ابی سفیان کے نام سے مخاطب کیا۔ ابوسفیان کی طرف اپنی نسبت دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ وہ مرّہ سے اعزاز و اکرام سے پیش آیا اور بصرہ کے قریب ایک سو جریب کی جاگیر انھیں دی۔ ان کی نسل بصرہ میں موجود ہے۔

سلیمان بن بلال رضی اللہ عنہ

یہ بربری تھے۔ نہایت حسین اور عقل مند۔ فتوے دیا کرتے تھے۔ ثقہ تھے۔ انھوں نے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے۔ مدینہ منورہ میں ۱۷۲ھ یا ۱۷۷ھ میں وفات پائی۔

۱- الاصابہ اسد الغابة

Marfat.com

کثیر بن عبید التیمی رضی اللہ عنہ

یہ ابوسعید کوفی ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے اور ان سے ایک حدیث روایت کی ہے جو انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھ سے امیدیں وابستہ رکھے گا اور مجھے پکارتا رہے گا، میں تجھے بخشتا رہوں گا۔

شدید رضی اللہ عنہ

یہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ امام احمد قیس بن ابی حازم کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی جس کے ذریعے آپ لوگوں کو بٹھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی وصیّت سنو۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک آزاد کردہ غلام آئے جن کا نام شدید رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کے ہاتھ میں ایک صحیفہ تھا جو انھوں نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ اس صحیفے میں لکھا تھا کہ ''اس صحیفے میں جس کا ذکر ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ کیونکہ اللہ گواہ ہے میں نے تمھارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی''۔ قیس کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے۔

سعد رضی اللہ عنہ

ان کا نام سعد رضی اللہ عنہ یا سعید ہے۔ زیادہ صحیح پہلا نام ہی ہے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ ابن ماجہ نے بھی ان کی روایات نقل کی ہیں۔ امام ترمذی نے ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے اور آپؐ ان کی خدمت سے بہت خوش ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! سعد رضی اللہ عنہ کو آزاد کردو۔ تمھیں اور آدمی مل جائیں گے''۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چند مشہور خطبے

[حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک بلند پایہ خطیب بھی تھے۔ موقع ومحل کی مناسبت سے مخاطب کے جذبات و احساسات کو ملحوظ رکھتے ہوئے، موثر انداز میں اپنا موقف پیش کرنے کی صلاحیت سے اللہ نے انھیں نوازا تھا۔ نہایت ہی نازک مواقع پر ان کی برمحل تقاریر کے ذریعے بہت ہی الجھے ہوئے مسائل حل ہوئے ہیں۔ ان کے خطبوں کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:] (مترجم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت خطبہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے موقع پر مسلمانوں کی عجیب کیفیت تھی۔ غیر معمولی صدمے کی وجہ سے جیسے لوگوں کے حواس قابو میں نہ رہے ہوں۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انھوں نے ایک مفصل تقریر کی، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ قرآن اسی طرح ہے جس طرح نازل ہوا اور دین وہی ہے جو اللہ نے مقرر فرمادیا۔ بات وہی حق ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی اور اللہ ہی واضح حق ہے''۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، جان لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحلت فرما گئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا، وہ یقین رکھے کہ اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ اس کے لیے موت نہیں۔ دیکھو اللہ نے اپنا فیصلہ صادر فرمادیا۔ اب تم اس پر جزع وفزع نہ کرو۔ جو کچھ تمھارے پاس ہے اس پر اللہ نے اپنے نبی کے لیے اس چیز کو ترجیح دی ہے جو اس کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس واپس بلالیا ہے اور تمھارے لیے اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی ہے۔ پس جو شخص ان دونوں چیزوں کو مضبوطی سے تھام لے گا، وہ معروف کا دامن تھام لے گا اور جو ان دونوں میں تفرقہ پیدا کرے گا وہ منکر میں مبتلا ہو جائے گا۔ اے اہلِ ایمان! عدل قائم کرنے والے بنو۔ دیکھو شیطان تمھارے نبی کے انتقال کو تمھارے لیے فتنہ بنا کر تمھیں دین سے مرتد نہ کردے۔ شیطان کا مقابلہ ان ہتھیاروں سے کرو جن کے ذریعے تم اسے بے بس کردو۔ تم اسے موقع نہ دو کہ

Marfat.com

وہ تم پر سوار ہو جائے"[۱]۔

سقیفۂ بنی ساعدہ میں آپ کا خطبہ

اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

"لوگو! ہم مہاجرین ہیں۔ سب سے پہلے اسلام ہم نے قبول کیا۔ حسب ونسب کے اعتبار سے ہم سب سے معزز ہیں۔ ہمارا تعلق اونچے گھرانوں سے ہے۔ ظاہری وجاہت میں ہمارا کوئی ثانی نہیں۔ عربوں میں قریش کا قبیلہ سب سے بڑا اور سب سے اہم ہے۔ ہم نبی ﷺ کے رشتہ دار ہیں۔ ہم تم سے پہلے مسلمان ہوئے اور قرآنِ کریم میں ہمارا ذکر تم سے پہلے کیا گیا، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (التوبہ ۱۰۰) ہم مہاجر ہیں اور تم انصار ہو۔ تم ہمارے دینی بھائی ہو۔ مالِ غنیمت میں ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہو۔ دشمنوں کے مقابلے میں ہمارے دست وبازو ہو۔ تم نے ہمیں پناہ دی اور ہماری دلجوئی کی۔ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اس بھلائی کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہم امیر ہوں گے اور تم ہمارے وزیر ہو گے۔ عرب قریش کے علاوہ کسی کی حکومت تسلیم نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے مہاجر بھائیوں کو جس فضیلت سے نوازا ہے، اس پر تم ان سے جھگڑا نہ کرو[۲]۔

اس معاملے میں خزرج آگے بڑھیں گے تو قبیلہ اوس ان سے پیچھے نہیں رہے گا اور قبیلہ اوس آگے بڑھے گا تو خزرج والے پیچھے نہیں رہیں گے۔ اس سے پہلے دونوں قبیلوں میں وہ جنگیں ہو چکی ہیں جن کے مقتول بھلائے نہیں جا سکتے اور جن کے زخموں کا علاج بہت ہی مشکل ہے۔ اب اگر تم میں سے کوئی اوپری آواز نکالے گا تو وہ ایسے ہوگا جیسے شیر کے دو جبڑوں کے درمیان ہو۔ مہاجرین اور انصار اس کو چبا جائیں گے"[۳]۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں کو اس دعوت کی طرف مائل کر دیا تو ہم مہاجرین نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ہم حضور ﷺ کے رشتہ دار اور قریبی عزیز ہیں۔ ہم خلافت کے حق دار ہیں۔ ہمارا حسب نسب سب سے معزز ہے۔ عربوں کا کوئی قبیلہ نہیں جس میں کسی قریشی کی شادی نہ ہوئی ہو۔ قریش سب سے زیادہ فصیح اللسان ہیں۔ ان کی بات سب سے زیادہ وزن رکھتی

۱- مفتاح الافکار فی النشر المختار و زهر الآداب۔

۲- العقد الفرید۔ عیون الاخبار۔ البیان والتبیین۔

۳- مفتاح الافکار

ہے۔ظاہری وجاہت میں ان کا کوئی مثیل نہیں۔لوگ قریش ہی کی قیادت قبول کریں گے، پس ہم امیر ہوں گے اور تم ہمارے وزیر"۔[1]

تیسری روایت یوں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت یہ تھی کہ لوگ باقی معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔لوگوں نے اللہ کے علاوہ جو معبود بنا رکھے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ معبود اللہ کے ہاں ان کی شفاعت کا ذریعہ بنیں گے، اور ان کو نفع پہنچائیں گے، بلکہ یہ تو سیاہ پتھر اور خشک لکڑی کی مانند ہیں۔پھر یہ آیت تلاوت کی وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ [یونس ۱۸] مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ [الزمر ۳]

یہ بات عربوں کو بڑی ناگوار گزری کہ وہ اپنا آبائی دین چھوڑ دیں۔انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف دعوت مسترد کی، بلکہ آپؐ کو اذیتیں پہنچائیں۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو اسلام قبول کرنے کی نعمت سے نوازا۔وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔انھوں نے آپؐ کی مدد کی اور آپؐ کے ساتھ مل کر مصیبتیں برداشت کیں۔اس وقت باقی سب لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے۔وہ آپؐ پر ہر طرف سے حملے کر رہے تھے۔ان حالات میں بھی مہاجرین اپنی تعداد کی قلت کے باوجود مخالفین کی دشمنی اور اپنے مقابلے میں اپنی قوم کے اکیلے سے گھبرائے نہیں، بلکہ وہ سب سے پہلے لوگ ہیں جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور انھوں نے ایک اللہ کی عبادت کی۔وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور قبیلے کے لوگ ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس معاملے کے وہی زیادہ حقدار ہیں۔اس بارے میں ان سے جو بھی جھگڑا کرے گا، وہ ظالم ہوگا۔اور انصار کے گروہ! دین میں تم لوگوں کی فضیلت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے دین اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار بنایا۔تمھیں یہ شرف عطا فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تم لوگوں کے پاس آئے۔آپؐ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہے۔مہاجرین اوّلین کے بعد تمھارے مرتبہ و مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔پس ہم امیر ہوں گے اور تم ہمارے وزیر۔تمھارے مشورے کے بغیر معاملات کا فیصلہ نہیں ہوگا"۔[2]

۱- الرياض النضرة۔ روایت از ابن شہاب زہری

۲- تاریخ طبری۔روایات میں اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ خطبے کا جو حصہ جس شخص کے ذہن میں محفوظ رہ گیا وہ اس نے بیان کر دیا۔

بیعت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا خطبہ

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا:

''لوگو! مجھے تمھارا حکمران مقرر کیا گیا ہے حالانکہ میں تم میں سے بہترین نہیں ہوں۔ اگر تم مجھے حق پر پاؤ تو میرے ساتھ تعاون کرو اور باطل پر پاؤ تو مجھے سیدھا کرو۔ جب تک میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں، تم میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ یاد رکھو کہ ہم میں سے سب سے قوی میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک میں اس سے حق وصول نہ کر لوں اور تم میں سے سب سے زیادہ کمزور میرے نزدیک طاقت ور ہے جب تک میں اسے اس کا حق دلا نہ دوں۔ میں اپنی اس بات کے بعد اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کرتا ہوں''۔[1]

بیعت کے فوراً بعد آپ رضی اللہ عنہ کا ایک اور خطبہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگو! میں سن رسیدہ آدمی ہوں۔ اس لیے تم مجھ سے زیادہ کسی صحت مند اور مضبوط آدمی کے سپرد یہ معاملہ کرو۔ (لوگ اس بات پر ہنس پڑے اور انھوں نے کہا کہ ہر قسم کے حالات میں آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور آپ اس معاملے کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تمھارا اس پر اصرار ہی ہے تو میرے ساتھ تعاون اور میری اطاعت میں بخل سے کام نہ لینا۔ اور یہ سمجھ لو کہ میں بھی انسان ہوں اور میرے ساتھ بھی شیطان لگا ہوا ہے۔ مجھے تم غصے کی حالت میں دیکھو تو اٹھ کر چلے جاؤ۔ جب تک میں سیدھا رہوں، میری اطاعت کرو اور اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کرو''۔[2]

آپ کا خطبہ جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ کو ترکِ جہاد کا مشورہ دیا

''لوگو! اگر تمھاری تعداد کم اور دشمن کی تعداد زیادہ ہے تو کیا شیطان تمھیں اس راستے پر لے چلے گا۔ اللہ کی قسم! اللہ اس دین کو سب ادیان پر غالب کر کے رہے گا اگرچہ مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناپسند

۱- العقائد الفرید- اعجاز القرآن- عیون الاخبار- تهذیب الکامل. تاریخ طبری- شرح نهج البلاغة اور سیرت ابنِ هشام۔ یہ گویا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پالیسی تقریر تھی جو زمامِ حکومت سنبھالتے وقت آپ رضی اللہ عنہ نے کی۔ جیسا کہ آج کل موجودہ حکومتیں منصب حکومت پر فائز ہونے کے بعد اپنی پالیسی بیان کرتی ہیں لیکن بعد میں اس پر عمل نہیں کرتیں صرف زبانی دعوے اور ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور کی مانند فقط دعوے ہی کرتی ہیں لیکن حضرت ابو بکرؓ نے جو کچھ کہا، اس پر عمل بھی کر کے دکھایا۔

۲- مختصر الموافقة (زمخشری)

Marfat.com

کیوں نہ ہو۔ اللہ کی بات پکی اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ (الانبیا ۱۸) ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں تو وہ اسے پیس کر رکھ دیتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے باطل مٹ جاتا ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ (البقرہ ۲۴۹) کتنی ہی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک چھوٹا گروہ اللہ کے اذن سے بڑے گروہ پر غالب آ گیا۔

لوگو! اگر میں تنہا بھی رہ جاؤں تو میں ان کے مقابلے میں اللہ کی خاطر جہاد کا حق اس طرح ادا کروں گا کہ یا میں قتل ہو جاؤں گا یا میرا عذر قبول ہو جائے گا۔ لوگو! خدا گواہ ہے کہ اگر یہ لوگ زکوۃ کے مال میں سے اونٹ کی ایک نکیل بھی دینے سے انکار کریں گے، تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا۔ میں اللہ سے مدد کی درخواست کروں گا اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔‘‘[1]

فتنۂ ارتداد کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کا خطبہ

اللہ کی حمد وثنا کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہدایت کا انتظام فرمایا اور جو اپنی ساری مخلوق کے لیے کافی ہے۔ وہ جس نے ہر کسی کو اس کی ضرورت کا سامان مہیا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اس وقت اسلام اجنبی تھا۔ لوگ اسے قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔ اہلِ کتاب بھی گمراہ ہو چکے تھے۔ اللہ ان پر ان کی گمراہیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے غضبناک ہو چکا تھا۔ انھوں نے اللہ کی کتابوں میں تحریفیں کر دی تھیں۔ دوسرے اُمّی عرب اللہ کے صحیح تصور سے محروم تھے۔ وہ بہت سوں کو معبود بنا کر ان کی پرستش کرتے تھے۔ وہ تنگ دست بھی تھے اور گمراہ بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے متحد کر کے بہترین امت بنایا اور دوسروں کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے اور شیطان لوگوں پر سوار ہو گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ ارشاد فرما دیا تھا: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ (آلِ عمران ۱۴۴) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بس اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا آپ وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔

لوگو! تمھارے اردگرد جو عرب ہیں انھوں نے بھیڑ بکریاں اور اونٹ (زکوۃ کا مال) دینے سے انکار کر دیا ہے اور اگرچہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اٹھالی گئی ہے، لیکن جتنے اپنے دین میں آج تم قوی ہو، اس سے پہلے اتنے قوی کبھی نہ تھے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے اور اللہ نے اپنے

۱- مفتاح الأفكار

Marfat.com

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تمھیں اس سے نجات دی۔ اللہ کی قسم! اللہ کے دین کے بارے میں مَیں قتال جاری رکھوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرما دے۔ ہم میں سے جسے شہید ہو کر جنت میں جانا ہے، وہ یہ سعادت حاصل کرے اور جو زندہ رہے زمین پر اللہ کا خلیفہ اور اس کے دین کا وارث بن کر رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اٹل اور اس کے فرمودات حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ تم میں سے جو ایمان لانے والے اور عملِ صالح کرنے والے ہیں، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انھیں زمین کی خلافت عطا کرے گا''[1]۔

شام کی فتح پر لوگوں کو ابھارنے والا خط

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یاد رکھو کہ ہر کام کا ایک مقصد ہوتا ہے جو اس مقصد کو پالے وہ بامراد ہو گیا۔ جو شخص اللہ کی رضا کے لیے عمل کرتا ہے اس کے لیے اللہ کافی ہوتا ہے۔ تم پر پیہم جدوجہد لازم ہے کیونکہ آدمی منزل تک استقامت ہی کے ذریعے پہنچ سکتا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ جس کا ایمان نہیں، اس کا دین بھی نہیں۔ جو شخص اللہ سے ثواب کی امید نہیں رکھتا، اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔ جس کی نیت درست نہیں اس کا عمل بھی مقبول نہیں۔

دیکھو! اللہ کی کتاب میں جہاد فی سبیل اللہ کا وہ اجر بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان کا جی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کر دے۔ یہ وہ تجارت ہے جس کی نشان دہی خود اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ جو شخص جہاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ذلت اور رسوائی سے بچاتا اور دنیا و آخرت میں عزت و فضیلت سے نوازتا ہے''[1]۔

انصار کے سامنے آپ کا خطبہ

بحرین سے مال آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہ لوگوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ اس پر انصار ناراض ہو گئے اور انھوں نے مطالبہ کیا کہ انھیں ترجیح دی جائے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ''تمھارا مطالبہ درست ہے، لیکن اگر میں تمھیں زیادہ حصہ دوں گا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تم نے دنیا کی خاطر سارا کچھ کیا تھا اور اگر تم صبر کرو تو تمھارا سارا عمل اللہ کی خاطر ہو گا''۔

انصار نے کہا: ''اللہ گواہ ہے کہ ہم نے تو سب کچھ اللہ کے لیے کیا ہے''۔ یہ کہنے کے بعد انصار اپنے مطالبے سے دست بردار ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے بعد فرمایا:

۱- تہذیب تاریخ ابن عساکر ۲- تاریخ طبری

Marfat.com

''انصار کی جماعت! اگر تم یہ کہو کہ ہم نے تمھیں اپنے سایے میں پناہ دی، ہم نے اپنے مال میں تمھیں حصہ دار بنایا اور ہم نے اپنی جانوں کے ذریعے تمھاری مدد کی تو تم حق بجانب ہو گے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ تمھارا وہ مرتبہ ومقام ہے جس تک پہنچنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں''۔[1]

وعظ وتلقین کے سلسلے میں آپ کی ایک تقریر

''سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ میں اسی کی حمد بیان کرتا اور اسی سے مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ میرا اسی پر ایمان واعتماد ہے۔ اسی سے میں مغفرت اور ہدایت کا طلب گار ہوں۔ گمراہی اور تباہی سے میں اسی کی پناہ میں آتا ہوں۔ مَنۡ یَّہۡدِ اللّٰہُ فَہُوَ الۡمُہۡتَدِ ۚ وَ مَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرۡشِدًا [جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے، وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت اور مدد دینے والا نہیں۔] میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ حکمرانی بھی اسی کی ہے اور حمد وثنا کا سزاوار بھی وہی ہے۔ وہ خود حی وقیوم ہے۔ اس کے لیے موت نہیں۔ وہی زندگی اور موت دینے والا ہے جسے چاہتا ہے اپنی سنت کے مطابق عزت سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے قانون کے مطابق ذلت سے دوچار کر دیتا ہے۔ بھلائی اسی کے اختیار میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ نے انھیں ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا تاکہ آپؐ اللہ کے اس دین کو تمام باطل ادیان پر غالب کر کے رہیں، چاہے مشرکین کو یہ بات ناگوار ہی گزرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے لیے رحمت اور ان پر حجت بنا کر بھیجے گئے۔ اس وقت انسانیت کی حالت نہایت ناگفتہ تھی۔ لوگ جاہلیت کی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے۔ ان کا دین خرافات کا مجموعہ تھا۔ اللہ نے اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دین کو بلند مقام عطا فرمایا۔ اس نے اہلِ ایمان کے دلوں میں محبت والفت کے جذبات پیدا فرما دیے فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَ کُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡہَا [ال عمران] پس تم لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ وَ مَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا [النساء] جو رسول کی اطاعت کرتا ہے، وہ درحقیقت اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جو اطاعت سے روگردانی کرتا ہے، اس پر ہم نے آپ کو داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔

لوگو! میں تمھیں ہر حال میں ہر جگہ ہر معاملے میں تقویٰ اختیار کرنے اور پسندیدہ اور غیر پسندیدہ ہر قسم کے حالات میں حق کا ساتھ دینے کی نصیحت کرتا ہوں۔ جس بات میں سچائی نہیں، اس میں کوئی خیر نہیں۔ جھوٹ بولنا فسق وفجور ہے اور جو فسق وفجور میں مبتلا ہوتا ہے، وہ تباہ وبرباد ہو جاتا ہے۔ دیکھو!

۱- زہر الاداب- مفتاح الافکار- فتوح البلدان (بلاذری)

Marfat.com

فخر سے بچتے رہنا۔ ذرا غور تو کرو کہ اس شخص کے فخر کی کیا حیثیت ہے جو مٹی سے پیدا ہوا اور پھر اسے مٹی میں جا ملنا ہے۔ جو آج زندہ ہے اور کل اسے مرنا ہے۔ تم نیک اعمال کرو اور اپنے آپ کو اس دنیا سے رخصت ہو جانے والوں کا ساتھی سمجھو۔ جو بات سمجھ میں نہ آئے، اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کرو۔ اپنے لیے بھلائیوں کا تحفہ آگے بھیجو۔ وہ اللہ کے ہاں تمھیں مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُۥٓ أَمَدًۢا بَعِيدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ ٱللَّهُ نَفْسَهُۥ ۗ وَٱللَّهُ رَءُوفٌۢ بِٱلْعِبَادِ [ال عمران] قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ جس نے دنیا میں کوئی بھلائی کی ہوگی، وہ اسے اس روز اپنے سامنے موجود پائے گا اور جس نے برائیاں کی ہوں گی، وہ چاہے گا کہ اس کے اور اس کی بُرائیوں کے درمیان طویل مسافت حائل ہوتی۔ اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور وہ اپنے بندوں کا نہایت خیر خواہ ہے۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور تم سے پہلے جو گزر گئے ہیں، ان سے عبرت حاصل کرو۔ یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لو کہ تمھیں لازماً اپنے رب سے ملاقات کرنا ہے اور تمھیں چھوٹے بڑے تمام اعمال کا بدلہ ملنا ہے۔ ہاں اگر اللہ کسی سے درگزر فرما دے تو وہ غفور و رحیم ہے۔ پس اپنے آپ کو بچاؤ اور اللہ ہی سے مدد چاہو کہ اس کی توفیق اور قوت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِىِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا [الاحزاب] یا اللہ! اپنے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بہترین رحمتیں نازل فرما۔ ان پر درود و سلام کے ذریعے ہمارا بھی تزکیہ فرما دے۔ قیامت کے دن ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھائیو اور آپؐ کے حوض سے ہمیں سیراب کرنا۔ یا اللہ! اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرما اور اپنے دشمن کے مقابلے میں ہماری مدد فرما"[1]۔

ترغیب و ترہیب کے بارے میں آپ کا خطبہ

"میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس کے شایانِ شان اس کی حمد و ثنا کرو۔ اپنے اندر امید و بیم کی کیفیات کو جمع رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا إِنَّهُمْ كَانُوا۟ يُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْخَيْرَٰتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا۟ لَنَا خَٰشِعِينَ [الانبیاء] وہ بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور امید و بیم کی کیفیت کے ساتھ ہمیں پکارتے تھے۔ وہ ہم سے ڈرنے والے تھے۔

اللہ کے بندو! اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری جانیں رہن رکھ لی ہیں۔ اس نے تم سے اس بات کے پختہ عہد بھی لیے ہیں۔ اس نے تمھاری دنیا کا یہ فانی اور قلیل سامان ہمیشہ رہنے والے بہت سے مال کے عوض خرید لیا ہے۔ تمھارے پاس یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس کے

۱- العقد الفرید

Marfat.com

عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ اس کا نور کبھی ماند نہیں پڑے گا۔ پس تم اس کی باتوں کی تصدیق کرو۔ اس کے فرمودات پر عمل کرو اور تاریکی والے دن کے لیے اس سے روشنی حاصل کرو۔ اللہ نے تمھیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس نے تمھارے اعمال کو محفوظ کرنے کے لیے دو معزز فرشتے مقرر کیے ہیں جو تمھارے اعمال کو جانتے ہیں۔ اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ تم صبح و شام اس مقرر کردہ وقت کی طرف دوڑے جا رہے ہو جس کا علم تمھیں نہیں دیا گیا۔ تم پیہم کوشش کرتے رہو کہ تمھارا وہ وقت اس حالت میں آئے کہ تم اللہ کے کام میں لگے ہوئے ہو۔ یہ کوشش بھی اللہ کی توفیق ہی سے ہو سکتی ہے۔ جو مہلت تمھیں ملی ہے، اس کے ختم ہونے سے پہلے پہلے بھلائی کے کام کر لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھیں اپنے برے اعمال کے لیے جوابدہ ہونا پڑے۔ ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خاموش کر دیا اور اپنی مہلتِ عمل کو دوسروں کے لیے استعمال کیا۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ تم ان کی طرح نہ کرنا۔ جلدی کرو کہ تمھارے پیچھے وہ لگا ہوا ہے جس کے احکام کے نفاذ میں ذرا سی بھی تاخیر نہیں ہوتی''[1]۔

وعظ و نصیحت پر مشتمل آپ کا خطبہ

''حمد و ثنا کا حقیقی سزاوار اللہ رب العالمین ہے۔ میں اس کی حمد بیان کرتا اور اس سے مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ میرا اور آپ کا مقرر شدہ وقت قریب آ رہا ہے اور میری اللہ سے التجا ہے کہ موت کے بعد وہ اپنے ہاں عزت عطا کرے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ نے آپؐ کو دینِ حق دے کر بھیجا کہ آپؐ غافلوں کو انتباہ کریں اور نیکوکاروں کو خوشخبری سنائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے روشنی پھیلانے والا آفتاب بنا کر مبعوث فرمایا۔ جو شخص اللہ و رسول کی اطاعت کرے، وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو ان کی نافرمانی کرے، وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہے۔

میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو اور اللہ کے ان احکام پر مضبوطی سے کاربند ہو جاؤ جو اس نے تمھارے لیے نازل فرمائے ہیں۔ کلمۂ طیبہ کے بعد اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے جسے تمھارا ذمہ دار بنائے اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو کیونکہ جو شخص اللہ کی اور معروف میں صاحبِ امر لوگوں کی اطاعت کرتا ہے، وہ اپنے اوپر واجب حق کو ادا کرتا اور کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو خواہشاتِ نفس کی پیروی سے بھی بچاؤ۔ جو شخص خواہشاتِ نفس کی پیروی اور طمع و غضب سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے وہ فلاح پا جاتا ہے۔ فخر سے اجتناب کرو۔ اس شخص کے فخر کی حیثیت کیا ہے جو مٹی سے پیدا ہوا اور مٹی ہی میں وہ جا ملے گا اور اس کے جسم

۱- الحلیة، ابن عساکر – العقد الفرید – عیون الاخبار۔

Marfat.com

کو کیڑے مکوڑے کھا جائیں گے۔ جو آج زندہ ہے اور کل اس پر موت طاری ہو جائے گی۔ تم ہر ہر دن اور ہر ہر گھڑی کا لحاظ رکھ کر کام کرو۔ مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو اور اپنے آپ کو مرنے والوں میں شمار کرو۔ صبر و استقامت سے کام لو کہ عمل کے نتیجے کا مکمل انحصار صبر پر ہے۔ احتیاط کی روش اختیار کرو کہ احتیاط مفید رہتی ہے۔ اچھا عمل کرو کہ وہی متبول ہوتا ہے۔ جس کے عذاب سے اللہ نے ڈرایا ہے، اس سے ڈرتے رہو۔ اللہ نے اپنی جس رحمت کا تم سے وعدہ کیا ہے، اسے حاصل کرنے کے لیے جلدی کرو۔ عقل و فکر اور تقویٰ و طہارت سے کام لو۔ تم سے پہلے لوگ کیوں ہلاک ہوئے اور نجات پانے والوں نے کیسے نجات پائی۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان فرما دی ہیں۔ اس نے اپنی کتاب میں حلال و حرام کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ کن اعمال کو پسند اور کن کو ناپسند کرتا ہے۔ مدد کی درخواست اللہ ہی سے کرنی چاہیے کہ ساری طاقتوں کا مالک وہی ہے۔

تمھارے فقر و احتیاج کے حوالے سے میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو۔ اس کے شایانِ شان اس کی حمد و ثنا بیان کرو اور اس سے مغفرت کی درخواست کرو کہ وہ غفار ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تم جو اعمال اخلاص کے ساتھ اللہ کے لیے کرو گے وہ اللہ کی اطاعت میں شمار ہوں گے اور ان کا نفع تمھارے لیے محفوظ رہے گا۔ تم اپنے دین کے لیے رضا و رغبت سے جو جدوجہد کرو گے اس سے تمھاری نیکیوں میں اضافہ ہوگا اور اس کا اجر تمھیں اس وقت ملے گا جب تمھیں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی۔

اللہ کے بندو! اپنے سے پہلے لوگوں کے بارے میں سوچو کہ وہ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟ وہ بادشاہ اور حکمران کہاں گئے جنھوں نے زمین پر اپنی حکمرانی کے جھنڈے گاڑے؟ ان کو بھلا دیا گیا اور ان کا ذکر بھی باقی نہ رہا۔ فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوا "یہ دیکھو ان کے ظلم کی وجہ سے ان کی بستیاں اجڑ گئیں اور وہ خود قبروں میں پہنچ گئے۔ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا سوچو کہ آج تمھیں ان کے وجود کا کوئی احساس ہوتا ہے؟ اپنے جن بھائیوں اور دوستوں کو تم جانتے ہو وہ کہاں گئے؟ وہ آگے چلے گئے جو اعمال انھوں نے کیے تھے، ان کا نتیجہ وہ بھگت رہے ہیں۔ وہ موت کے بعد خوش بختی یا بدبختی کی صورت میں اپنے اعمال کا پھل دیکھ رہے ہیں۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ نہ اس کا کوئی ہم نسب ہے کہ وہ اس کے ساتھ امتیازی سلوک کرے۔ وہ تو کوئی نفع کی بات نہیں جس کے بعد آگ ہو اور اس میں کوئی نقصان نہیں جس کے بعد جنت کا مستحق قرار پائے۔ میں اپنے اور تمھارے لیے اللہ سے مغفرت کی درخواست کرتا ہوں کہ وہ غفور و رحیم ہے"[1]۔

۱- تهذیب تاریخ ابنِ عساکر — حلیة الاولیاء۔

Marfat.com

دُنیا سے بے رغبتی کے بارے میں خطبہ

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا:

''دنیا اور آخرت میں حکمران سب سے زیادہ بدنصیب لوگ ہیں (اس بات پر لوگوں نے حیرت سے آپ کی طرف نظریں اٹھائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) لوگو! تم سطحی نگاہ سے دیکھتے اور جلد بازی میں فیصلے کرتے ہو۔ کیا تم حکمرانوں کو دیکھتے نہیں کہ وہ اپنے مال سے زیادہ دوسروں کی دولت کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ان کے دلوں پر ہر وقت خوف طاری رہتا ہے۔ ان کو حسد اور غیظ و غضب کی بیماری لگ جاتی ہے۔ وہ راحت ومسرت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ عبرت حاصل نہیں کرتے۔ ان کو اعتماد اور سکون میسر نہیں آتا۔ وہ کھوٹے سکے اور فریب وسراب کی مانند ہوتے ہیں۔ دیکھنے میں بڑے بارعب نظر آتے ہیں، لیکن اندر سے غمزدہ ہوتے ہیں۔ جب ان کی عمر ختم ہو جاتی ہے اور وہ اس دُنیا سے کوچ کر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے سخت حساب لیتا اور انھیں بہت کم معاف کرتا ہے۔ ان کے مقابلے میں مفلوک الحال لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں۔ بہترین حکمران وہ ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا اور اس کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلے کرتا ہو۔ آج یہاں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہے۔ میرے بعد وہ دور آنے والا ہے جس میں استبداد ہوگا، امت میں انتشار پیدا ہوگا اور ناحق خون بہائے جائیں گے۔ پھر اہلِ حق کو اقتدار حاصل بھی ہوا تو اس کی مدت تھوڑی ہوا کرے گی۔ اور اس کے اثرات مدھم پڑ جایا کریں گے۔ سنّت کو لوگ چھوڑ دیں گے اور اس پر جان کنی کی سی کیفیت ہو جایا کرے گی۔ ان حالات میں مساجد سے الگ نہ ہونا۔ قرآن سے رہنمائی حاصل کرنا۔ جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا اور مشورے کے بعد فیصلہ کن اقدام کرنا''[1]

آپ کی ایک اور تقریر

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا:

''وہ خوبرو کہاں گئے جنھیں اپنی جوانیوں پر ناز تھا۔ وہ بادشاہ کہاں گئے جنھوں نے بڑے بڑے محلات تعمیر کیے۔ وہ سورما کہاں گئے جو میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دیا کرتے تھے۔ گردشِ افلاک ان کو کھا گئی۔ اب وہ قبروں کی تاریکیوں میں ہیں۔ لوگو! اپنی نجات کی فکر کرو''[2]

۱- زهر الاداب — العقد الفريد. صبح الاعشى اور البيان والتبيين۔

۲- حلية الاولياء

Marfat.com

ایک اور خطبہ

ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں فرمایا:

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے حیا کرو۔ جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ جب باہر رفع حاجت کے لیے جاتا ہوں تو اپنے رب سے حیا کی وجہ سے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ کپڑے سے لپیٹے رکھتا ہوں''۔[۱]

ایک اور خطبہ

اوسط بن اسماعیل کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلے سال میں مدینہ منوّرہ میں آیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رقت کی وجہ سے تین مرتبہ گلوگیر ہو گئے۔ پھر فرمایا:

''اللہ سے عافیت کی درخواست کیا کرو کیونکہ ایمان کے بعد عافیت سے بڑی کوئی نعمت نہیں اور کفر کے بعد شک اور تذبذب سے بڑی کوئی مصیبت نہیں۔ ہمیشہ سچائی کا دامن تھامے رکھو کہ وہ نیکی کی طرف لے جاتی ہے جس سے جنت ملتی ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور آدمی کو دوزخ میں لے جاتا ہے۔ آپس میں حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، قطع رحمی نہ کرو اور الٹے پاؤں مت پھرو۔ بلکہ آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ جیسا کہ اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے۔''[۲]

.... ❀❀❀ ....

۱- حلية الاولياء۔ روضة العقلاء

۲- مسند امام احمد – ابن عساكر – الاصابة۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکتوبات

اہلِ ارتداد کے نام خط

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہر اس شخص کے نام جس تک یہ خط پہنچے۔ وہ شخص خواص میں سے ہو یا عوام میں سے اور وہ اسلام پر قائم ہو یا اس سے مرتد ہو چکا ہو۔ سلامتی ان لوگوں کے لیے ہے جو ہدایت کی پیروی کریں اور ہدایت کے بعد گمراہی کی طرف نہ پلٹیں۔ میں اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کا سزاوار نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جس دعوت کو انھوں نے پیش کیا اس کا اقرار کرتے ہیں اور اس کی تکفیر کرتے ہیں۔ جس نے انکار کیا اور اس کے خلاف جہاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے پاس سے حق دے کر اپنی مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا، تاکہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیں اور آپ ان کے لیے ہدایت کا آفتاب ہوں۔ انھیں بھلے کاموں کے اچھے اجر کی بشارت دیں اور برائیوں کے برے انجام سے ڈرائیں۔ پھر جس نے حق کو قبول کر لیا اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت سے نوازا اور جس نے حق سے روگردانی کی رسول اللہ ﷺ نے اس کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ عرب کے تمام لوگ طوعاً و کرہاً اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے امر کو نافذ کر دیا۔ آپؐ نے اپنی امت کے ساتھ خیر خواہی کا حق ادا کر دیا اور جو فرض آپؐ کے ذمے لگایا گیا تھا وہ آپؐ نے احسن طریقے سے پورا کر دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس واپس بلا لیا، جب کہ اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں پہلے ہی ہو چکی تھی۔ کتاب اللہ میں ہے: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر ۳۰) [بے شک تم پر بھی موت آئے گی اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔] اسی طرح فرمایا کہ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ [تم سے پہلے بھی کوئی بشر اس دنیا میں ہمیشہ کے لیے زندہ نہیں رہا۔ اگر تم پر موت آ گئی تو کیا یہ ہمیشہ رہیں گے۔] اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آلِ عمران ۱۴۴) [محمد ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں تو وہ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا، وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا۔]

جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ حضور تو وفات پا گئے اور جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتا تھا، وہ یقین رکھے کہ اللہ حی وقیوم ہے، نہ اسے موت آئے گی، نہ اسے نیند اور اونگھ آتی ہے۔
وہ اپنے معاملات کا خود نگران ہے اور وہ اپنے دشمنوں سے اپنی فوجوں کے ذریعے انتقام لیتا ہے۔
میں تمھیں تلقین کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اس ذات بے ہمتا سے اپنا حصہ لیتے رہو۔
نبی ﷺ پر پختہ ایمان رکھو۔ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرو اور اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ جن لوگوں کو اللہ ہدایت نہ دے، وہ گمراہ ہوتے ہیں۔ جنھیں اللہ عافیت میں نہ رکھے، وہ مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جن کی اللہ مدد نہ کرے، وہ بے یار و مددگار ہو جاتے ہیں۔ مَنْ یَّھْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا [جنھیں اللہ ہدایت دے، وہ ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور جنھیں اللہ گمراہ کر دے، وہ گم کردہ راہ ہوتے ہیں۔] ان کا کوئی عمل دنیا میں اس وقت تک مقبول نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی خطاؤں کا اللہ کے سامنے اعتراف نہ کریں اور آخرت میں بھی ان سے نہ فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ہی اس وقت کی توبہ۔
مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی جہالت کی وجہ سے شیطان کی چالوں میں پھنس کر مرتد ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر واضح طور پر فرمایا ہے کہ شیطان تمھارا دشمن ہے۔ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا اور دوسری آیت میں ارشاد ہے: اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ میں نے خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو مہاجرین اور انصار کا لشکر دے کر بھیجا ہے۔ میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ سب سے پہلے لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں، اور اسلام کی طرف پلٹ آئیں، ارتداد سے توبہ کر لیں اور نیک اعمال کرنے لگیں تو وہ ان کی اس توبہ کو قبول کرے اور اسلام پر استقامت اختیار کرنے میں ان کی مدد کریں۔ لیکن جو لوگ اس دعوت پر لبیک نہ کہیں ان سے لڑنے کا میں نے اسے حکم دیا ہے۔ اس کے لیے میرا حکم یہ ہے کہ انھیں قتل کیا جائے۔ ان کو آگ میں جھونک دیا جائے۔ ان کی عورتوں اور مردوں کو گرفتار کیا جائے اور ان سے اسلام کے سوا کوئی چیز قبول نہ کی جائے۔ جو ایمان لے آئے، اس کے لیے امن ہے اور جو اسلام کو چھوڑ دے، وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ میرا یہ خط ہر مجمع میں پڑھ کر سنائے۔ اذان ہمارا امتیازی نشان ہے جو لوگ اذان کہیں انھیں کچھ نہ کہا جائے۔ جہاں اذان نہ ہو، وہاں کے لوگوں سے اس کا سبب پوچھا جائے۔ اگر وہ اذان سے انکار کر دیں تو ان کے خلاف فوراً کارروائی کی جائے اور اگر اذان کے لیے تیار ہو جائیں تو ان سے مناسب سلوک کیا جائے۔"[1]

۱- تاریخ الطبری – ابنِ خلدون – مفتاح الافکار۔

مہاجر ابن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کے نام آپ کا خط

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر کندہ اور حضر موت کی کچھ عورتوں نے خوشی سے اپنے ہاتھوں پر مہندی وغیرہ لگائی اور دفیں بجائیں۔ ان میں سے دو عورتیں گرفتار کر کے اس علاقے کے گورنر مہاجر رضی اللہ عنہ بن ابی امیہ کے سامنے پیش کی گئیں۔ ان میں سے ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی تھیں۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ کاٹنے اور سامنے کے دانت نکال دینے کا حکم دیا۔ دوسری نے مسلمانوں کی ہجو کی تھی۔ اسے بھی وہی سزا دی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کے نام مندرجہ ذیل خط لکھا:

''مجھے معلوم ہوا کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور تم نے اس کا ہاتھ کاٹنے اور اگلے دانت نکالنے کی سزا دی۔ اگر تم یہ سزا دے نہ چکے ہوتے تو میں اسے قتل کرنے کا حکم دیتا۔ کیونکہ انبیا علیہم السلام کی شان میں گستاخی دوسرے جرائم کی مانند نہیں ہے۔ جو شخص اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے، وہ غدار قرار پاتا ہے اور اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہو جاتا ہے۔ جس عورت نے مسلمانوں کی ہجو کی ہے اگر وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو اسے تادیب کرنی چاہیے تھی اور جسم کا کوئی عضو کاٹنے کے علاوہ کوئی اور سزا اسے دینی چاہیے تھی۔ اگر وہ اہلِ ذمہ میں سے ہے تو ہم اس کے اس سے بڑے جرم یعنی شرک سے صرف نظر کر رہے ہیں۔ لوگو! قصاص اور حدود کے علاوہ لوگوں کے جسم کا کوئی عضو کاٹنے کی سزا نہ دیا کرو کہ یہ گناہ ہے اور اس سے لوگوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔''[1]

مہاجر رضی اللہ عنہ کے نام ایک اور خط

''میرا یہ خط ملنے سے پہلے اگر تمھیں فتح حاصل نہ ہوئی ہو بلکہ اس کے بعد تم بزورِ شمشیر غلبہ پاؤ تو دشمن کے لڑنے والے لوگوں کو قتل کر دو اور ان کے باقی افراد کو غلام بنا لو۔ اگر اس خط سے پہلے تمھارے درمیان صلح ہو چکی ہو تو بھی انھیں ان کے گھروں سے نکال دو کیونکہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے ایسی حرکت کی ہے وہ اپنے گھروں میں براجمان رہیں۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ انھوں نے بری حرکت کی ہے اور انھیں اپنے کیے کا کچھ تو مزہ چکھنا چاہیے۔''[2]

۱- تاریخ طبری۔

۲- تاریخ الطبری- سیوطی- شرح الشفاء۔ یہاں غور کیجیے کہ مسلمان عورت کے بارے میں کتنی سختی اور اس کے مقابلے میں ذمی عورت کے بارے میں کتنی نرمی پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کی بات کتنی باعث تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں تعصب پایا جاتا ہے اور جو اسے قبول نہ کرے اس پر سختی کی جاتی ہے۔

Marfat.com

اہلِ نجران کے نام خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ اللہ کے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہلِ نجران کے نام خط ہے کہ اس نے انھیں اپنی طرف سے اور اپنے لشکر کی طرف سے امان دے دی ہے۔ انھیں وہ سب ضمانتیں حاصل ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیں سوائے اس ایک ضمانت کے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم کے تحت ان کی سرزمین اور جزیرۃ العرب کی سرزمین کے بارے میں رجوع فرما لیا کہ اب یہاں دو دین (اسلام اور کفر) برابر کی حیثیت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد انھیں ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کے مال، ان کے متعلقین، ان کے پادریوں اور راہبوں، ان کی تمام عبادت گاہوں (وہ تھوڑی ہوں یا زیادہ) ان کی تمام ملکیتوں کے بارے میں پوری ضمانت دے دی ہے۔ وہ اپنی ذمہ داریاں ٹھیک ادا کریں تو نہ ان کے گھروں سے نکالا جائے گا اور نہ ان کے پادریوں اور راہبوں کو ہٹایا جائے گا۔ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں لکھ کر دیا اور جو کچھ اس خط میں لکھا ہے اس کے مطابق وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی حفاظت میں رہیں گے۔ انھیں چاہیے کہ جو فرائض ان پر عائد ہوتے ہیں، انھیں دیانت داری اور خیر خواہی کے جذبے سے ادا کریں اور ہر وقت اصلاح کے لیے کوشاں رہیں۔[1]

اس تحریر پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام عمرو اور مسور رضی اللہ عنہ بن عمرو گواہ ہیں۔

اہلِ یمن کے نام خط

شام پر حملے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں تو ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چند صحابہ کے ساتھ لشکر میں گئے۔ آپ نے دیکھا کہ یوں تو تیاری اچھی ہے لیکن شام پر حملے کے لیے وہ مناسب نہیں۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے سوال کیا کہ اس لشکر کو شام بھیجنے کے بارے میں ان کی رائے کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ناکافی قرار دیا۔ دوسرے صحابہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اہلِ یمن کو خط نہ لکھوں جس میں انھیں جہاد میں شرکت کی دعوت دوں اور اس کا اجر حاصل کرنے کی انھیں ترغیب دلاؤں؟ سب صحابہ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اس کی تحسین کی۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ خط تحریر کرایا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی طرف سے ان سب اہلِ یمن کے نام جن کو یہ خط پڑھ کر سنایا جائے۔ تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی حمد و ثنا کے بعد یہ بات

۱- تاریخ الطبری

جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر جہاد فرض کیا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ تم ہلکے ہو یا بوجھل، اللہ کی راہ میں نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جہاد فرض ہے اور اس کا اجر و ثواب بے حساب ہے۔ ہم نے مسلمانوں کو شام میں رومیوں کے خلاف جہاد کے لیے پکارا ہے اور انھوں نے اس پر لبیک کہی ہے۔ وہ اچھی نیتوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کر رہے ہیں۔ ان کے عزائم نہایت مبارک اور بلند ہیں۔ اللہ کے بندو! تم بھی اچھی نیتوں کے ساتھ اس کارِ خیر میں شرکت کے لیے جلدی کرو۔ دو میں سے ایک بھلائی تمھیں ضرور ملے گی۔ شہادت یا فتح اور مالِ غنیمت۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کے بندے باتیں تو بنائیں، لیکن ان کے مطابق عمل نہ کریں۔ یاد رکھو کہ جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ دشمن اسلام قبول کرنے اور جزیہ دینے میں سے ایک چیز قبول نہیں کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ تمھارے دِین کا محافظ ہو۔ تمھیں راہ راست پر قائم رکھے۔ تمھارے اعمال کا تزکیہ فرمائے اور تمھیں صبر و استقامت سے کام لینے والے مجاہدین کا اجر عطا فرمائے۔"[1]

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کے نام آپ کا مکتوب گرامی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام پر تمھیں ایک دفعہ مامور اور دوسری دفعہ نامزد کیا تھا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے کو ایفا کرنے کے لیے تمھیں اس کام کے لیے فارغ کر دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں عمان بھیجنے کے لیے فرمایا تھا۔ ابوعبداللہ! اب جو کام تمھارے سپرد ہے، وہ تمھیں زیادہ پسند ہو تو ٹھیک، ورنہ میں تمھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے کام کے لیے اس سے سبک دوش کرتا ہوں۔[2]

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط

"مجھے تمھارا وہ خط مل گیا جس میں تم نے دشمن کی پوزیشن کے متعلق لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ان کے بادشاہ نے انھیں خط کے ذریعے مطلع کیا ہے کہ وہ ان کے مقابلے میں اپنی فوج کو اتنی کمک بہم پہنچائے گا کہ ان کی کثرتِ تعداد سے زمین تنگ ہو جائے گی۔ اللہ کی قسم! زمین تو اپنی ساری فراخیوں کے باوجود پہلے ہی ان پر تنگ ہو چکی ہے۔ اللہ کے فضل سے مجھے یقین ہے کہ تم دشمن کو جلد ہی اس کی پوزیشن سے پیچھے دھکیل دو گے۔ اپنی فوج کو چاروں طرف پھیلا دو۔ ان کی رسد کاٹ کر ان کا دائرہ تنگ کر دو اور جب تک میرا حکم نہ پہنچے مدائن کا محاصرہ نہ کرنا۔ اگر وہ چیلنج کریں تو اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ان کا مقابلہ کرو اور اطمینان رکھو کہ اپنی فوج کو جتنی کمک وہ بھیجیں گے ہم بھی

۱- تہذیب تاریخ ابن عساکر ۲- الخمیس از دیار بکری

اپنی فوج کو اتنی بلکہ اس سے زیادہ بھیجیں گے۔ پہلے بھی اللہ کے فضل سے تمھیں کسی چیز کی کمی نہیں، نہ ہی تم کمزور ہو۔ دیکھنا بزدلی نہ دکھانا۔ اللہ تمھیں دشمن کے مقابلے میں فتح ونصرت عطا فرمائے گا۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص تمھارے پاس آرہا ہے۔ میں نے اسے نصیحت کی ہے کہ وہ تمھارا کوئی حق ضائع نہ کرے۔ تم بھی اس سے اچھا سلوک کرنا"۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام مزید خط

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط میں لکھا کہ رومیوں نے انطاکیہ میں اپنی فوجیں جمع کرلی ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھا:

"مجھے تمھارا وہ خط مل گیا جس میں ہرقل کا تم نے ذکر کیا ہے۔ انطاکیہ میں ان کا جمع ہونا تو ان کے لیے شکست اور اللہ کے فضل سے تمھارے اور مسلمانوں کے لیے فتح ونصرت ہے۔ جہاں تک ان کی فوجوں کی کثیر تعداد کے وہاں اجتماع کا تعلق ہے، تو اس کی توقع تو ہم پہلے ہی کرتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی قوم لڑے بغیر اپنا اقتدار چھوڑ کر اپنے ملک سے نکل جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ان کے مقابلے میں وہ مسلمان ہیں جو موت سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح دشمن کو زندگی سے پیار ہے۔ وہ اپنے اللہ سے جہاد پر اجرِ عظیم کی توقع رکھتے ہیں۔ انھیں جہاد سے اتنا پیار ہے جتنا ان کے دشمن کو اپنی عورتوں اور مال و دولت سے محبت ہے۔ اس طرح کا ایک مسلمان لڑائی میں ہزار مشرک پر بھاری ہے۔ ان کے مقابلے پر ڈٹ جاؤ۔ میں ان شاء اللہ اتنی افرادی کمک تمھیں برابر بھیجتا رہوں گا کہ تم کوئی کمی محسوس نہیں کرو گے"۔[1]

اسی محاذ پر اسی سے ملتا جلتا ایک خط آپ نے یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے نام بھی لکھا۔

عمر رضا کحالہ کی کتاب سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ بن الولید کے صفحات ۶۱، ۶۸، ۱۲۶، ۱۲۷، ۲۱۶، ۲۳۳ بھی دیکھیے کہ وہاں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے نام آپ کے خطوط موجود ہیں۔

.... ❀❀❀ ....

۱- الخمیس

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت

عمان بھیجتے وقت آپ رضی اللہ عنہ نے عکرمہ[۱] بن ابوجہل کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''عکرمہ رضی اللہ عنہ! اللہ کے بھروسے پر سفر کرو۔ امن چاہنے والوں سے مت ٹکرانا۔ کسی مسلمان کا حق نہ مارنا۔ کفر کو ایک دوسرے سے ٹکرا کر پاش پاش کرنا۔ جو بات کہو، اس پر عمل کرنا۔ سزا یا معافی کے سلسلے میں اپنی بات کو بے وزن اور لغو نہ بنا دینا۔ کسی کے ڈرانے سے خوفزدہ نہ ہو جانا۔ اچھی طرح سوچ کر بات کرنا کہ کیا کہنا ہے اور کب کہنا ہے۔ کسی جرم پر مناسب سے زیادہ سزا کی دھمکی نہ دینا، کہ اس پر عمل کرنے سے تمھیں گناہ ہوگا اور عمل نہ کیا تو تم جھوٹے شمار ہو گے۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور دشمن سے ٹکر ہو تو استقامت سے مقابلہ کرنا[۲]۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نام نصیحت

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اگر آپ نے مجھے خرید کر اللہ کے لیے آزاد کیا ہے تو مجھے اجازت دیجیے کہ میں جا کر اللہ کی راہ میں جہاد کروں، کیونکہ یہاں قیام سے مجھے جہاد زیادہ محبوب ہے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ گواہ ہے کہ میں نے تمھیں صرف اللہ کے لیے آزاد کیا ہے۔ مجھے تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ درکار نہیں۔ یہ اللہ کی وسیع و عریض زمین ہے۔ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو''۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: ''صدیق! ایسا لگتا ہے کہ آپ نے میری بات کا برا منایا ہے''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! نہیں، میں نے برا نہیں منایا، نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنی

۱- پورا نام عکرمہ بن ابی جہل عمرو بن ہشام بن مغیرہ مخزومی ہے۔ ان کے والد رسول اللہ کے سخت جانی دشمن تھے۔ عکرمہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے، مدینہ کی طرف منتقل ہو گئے اور پھر اہل ارتداد کے خلاف معرکوں میں داد شجاعت دی، جنگ یرموک میں بہادری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ سید کتانی نے اپنی کتاب التراتیب الاداریہ میں لکھا ہے کہ جب حضور نے خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کو اسلام لانے کے بعد دیکھا تو فرمایا (تخرج الحی من المیت) کیونکہ ان دونوں کے والد اسلام کے سخت ترین دشمن اور یہ دونوں اسلام کے سچے اور مخلص سپاہی تھے۔

۲- عیون الأخبار

Marfat.com

اچھی خواہش کو میری خواہش پر قربان کرو“۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: ”نہیں، اگر آپ فرمائیں تو میں آپ ہی کے پاس رہوں گا“۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تم جہاد پر جانا چاہو تو میں تمھیں نہیں روکوں گا۔ میں نے تو تمھیں صرف اذان کے لیے روکنا تھا۔ یوں بھی تمھاری جدائی کے تصور سے مجھے وحشت ہوتی ہے، لیکن یہ کام تو ایک دن ہونا ہی ہے۔ جدائی کی وہ گھڑی آنے والی ہے جس کے بعد قیامت تک ملاقات نہیں ہوگی۔ بلال! بھلائی کے کام کرتے رہو اور دنیا میں وہ زادِراہ تیار کرو کہ جب تک یہاں زندہ رہو، وہ تمھیں اللہ کی یاد دلاتا رہے اور جب اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ تو تمھیں اس کا بہترین اجر و ثواب ملے“۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس نصیحت پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں کسی اور کے لیے اذان نہیں کہوں گا“۔[1]

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص اور ولید رضی اللہ عنہ بن عقبہ کو نصیحت

آپ نے عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص اور ولید رضی اللہ عنہ بن عقبہ کو زکوٰۃ کا مال وصول کرنے کے لیے بھیجا تو رخصت کرتے وقت دونوں کو ایک نصیحت فرمائی جو درج ذیل ہے:

”جلوت و خلوت میں اپنے اللہ سے ڈرتے رہنا وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ [جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے مشکلات سے نجات کی کوئی شکل نکال دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اسے کوئی گمان بھی نہیں ہوتا۔] بہترین نصیحت یہی ہے کہ ایک دوسرے کو تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی جائے۔ تم اللہ کی راہ میں نکل رہے ہو۔ دیکھنا، اس میں نہ مداہنت سے کام لینا اور نہ کسی پر زیادتی کرنا۔ دین کے معاملات میں غفلت یا تساہل سے کام نہ لینا“۔[2]

یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو نصیحت

جب یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو شام کے محاذ پر روانہ کیا تو ان سے فرمایا کہ

میں تمھیں آزمانے اور پرکھنے کے لیے اس مہم کا سپہ سالار بنا کر بھیج رہا ہوں۔ اگر تم نے اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کی تو تمھیں مزید ذمہ داریاں دی جائیں گی، لیکن اگر تم نے اس میں کوتاہی کی تو تمھیں معزول کر دوں گا۔ ہر حالت میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا کہ وہ تمھارے باطن کو بھی اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح وہ تمھارے ظاہر کو دیکھتا ہے۔ اللہ کا تعلق ان لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے جو اس کے ساتھ شدید قلبی تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سب سے زیادہ

۱- الخمیس از دیار بکری ۲- تاریخ طبری

Marfat.com

مقرب وہ ہوتے ہیں جو نیک اعمال کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ میں تمھیں خالد رضی اللہ عنہ بن سعید بن العاص کی جگہ مقرر کر کے بھیج رہا ہوں۔ تم جاہلی عصبیت اور فخر وغرور سے بچنا کہ یہ چیزیں اللہ کو ناپسند ہیں اور جن لوگوں میں یہ پائی جاتی ہوں اللہ تعالیٰ ان کو ناپسند کرتا ہے۔ اپنے فوجیوں سے حسنِ سلوک کرنا۔ ان سے بھلائی کرنے میں پہل کرنا۔ وعظ مختصر کرنا کیونکہ لمبی تقریریں بھول جاتی ہیں۔ اپنے نفس کی اصلاح کرو گے تو لوگ تمھارے لیے درست رہیں گے۔ نمازیں صحیح وقت پر پورے خشوع وخضوع اور حضورِ قلب کے ساتھ ادا کرنا۔ دشمن کے قاصد تمھارے پاس آئیں تو ان سے عزت سے پیش آنا۔ انھیں اپنے پاس زیادہ دیر نہ ٹھہرانا۔ وہ تمھارے پاس سے جائیں تو تمھارے لشکر اور فوجی اہمیت کے معاملات سے بے خبر ہوں۔ ان سے گفتگو خود کرنا۔ دوسرے ساتھیوں کو اس کام پر مامور نہ کرنا۔ جن سے مشاورت کرو انھیں معاملہ ٹھیک بتادو تاکہ وہ صحیح مشورہ دے سکیں۔ رات کو اپنے ساتھیوں میں بیٹھ کر ہلکی پھلکی گفتگو کیا کرو تاکہ صحیح خبریں تم تک پہنچ سکیں اور چھپی ہوئی باتیں تمھیں معلوم ہو سکیں۔ فوج میں پہرے داروں کی تعداد بڑھا دینا اور بلا اطلاع ان کے کام کا جائزہ لیا کرنا۔ پھر جسے اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں غافل پاؤ، اس کی مناسب تادیب کرنا، لیکن عتاب میں زیادہ سختی نہ کرنا۔ راتوں کو پہرے کے لیے ان کی باریاں مقرر کرنا، رات کے پہلے حصے کا پہرہ، پچھلے حصے سے لمبا رکھنا کیونکہ پہلے حصے کا پہرہ آسان ہوتا ہے، جو سزا کا مستحق ہو، اسے سزا دینے سے نہ ڈرنا اور نہ بزدلی دکھانا، لیکن اس میں جلد بازی سے بھی کام نہ لینا۔ اپنی فوج سے غافل نہ ہونا کہ اس سے وہ بگڑ جائے گی اور ان پر مخبر اور جاسوس بھی مقرر نہ کرنا کہ اس سے رسوائی ہوگی۔ لوگوں کے پوشیدہ معاملات کی کرید کی کوشش نہ کرنا۔ ان کے ظاہری حالات پر ہی اکتفا کرنا۔ فضول اور بے مقصد گفتگو کرنے والوں کے ساتھ مجلس نہ کرنا۔ اہلِ صدق وصفا کے ساتھ بیٹھنا۔ اخلاص کے ساتھ ملاقات کرنا۔ بزدلی نہ دکھانا کہ اس سے عام لوگ بزدل ہو جائیں گے۔ خیانت سے بچنا کہ یہ فقر وفاقہ کو قریب لاتی اور فتح ونصرت کو دور بھگاتی ہے۔ جو لوگ اپنی عبادت گاہوں میں گوشہ نشین ہیں، ان سے تعرض نہ کرنا۔"[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس مختصر نصیحت میں حکیمانہ اور مومنانہ سیاست کی بنیادیں اسی طرح فراہم کر دی گئی ہیں کہ کوئی شخص چاہے تو ان ہی کی شرح کر کے ایک عادل حکمران کے لیے حکمرانی کے اُصول تفصیل کے ساتھ مرتب کر سکتا ہے۔ یہ تفصیلی احوال اس سے بالکل مختلف ہوں گے جو میکاولی نے اپنی کتاب PRINCE میں لکھے ہیں، جن میں وہ کہتا ہے کہ حکمران کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ہر جائز وناجائز حربہ اختیار کر لینا چاہیے۔

۱- تاریخ ابن اثیر

Marfat.com

یزید رضی اللہ عنہ ہی کو ایک اور نصیحت

یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شام کے محاذ پر روانہ کرتے وقت مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تمھارے قریبی عزیز بھی ہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم انھیں حکومتی مناصب کے لیے دوسروں پر ترجیح نہ دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کسی شخص کو مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنایا جائے اور وہ جانب داری برتتے ہوئے ان پر کسی کو افسر مقرر کر دے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اور اللہ اس سے کوئی معاوضہ قبول نہیں کرتا، بلکہ اسے جہنم میں داخل کر کے ہی رہتا ہے۔ جو شخص حق کے بغیر اللہ کی حرمتوں کو پامال کرتا ہے، اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی امان اس سے اٹھ جاتی ہے''[1]۔

قیس بن مکشوح رضی اللہ عنہ کو نصیحت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو قیس بن مکشوح رضی اللہ عنہ[2] کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''عرب کے شہسواروں میں سے ایک معزز شہسوار تمھارے ساتھ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کوئی جہاد کی زیادہ نیت رکھتا ہو، لیکن جنگ کے بارے میں اس کے تجربے، مشورے اور رائے کی مسلمانوں کے لیے بڑی اہمیت ہے۔ بس اس سے اچھا سلوک کرنا جس سے وہ سمجھے کہ تم اس کی رائے کو اہمیت دیتے ہو۔ اس سے دشمن کے مقابلے میں وہ خیر خواہی کے ساتھ تمھیں مشورے دے گا''۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ قیس رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا:

''میں تمھیں اس امت کے امین ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ وہ حلیم الطبع ہے۔ کوئی اس کے ساتھ زیادتی کرے تو وہ اپنے غصے کو ضبط کرتا ہے اور کوئی برا سلوک کرے تو وہ معاف کر دیتا ہے۔

۱- مسند امام احمد بن حنبل

۲- ان کا پورا نام قیس بن مکشوح مرادی ہے۔ مکشوح ان کے والد کا لقب تھا۔ یہ لقب اس وجہ سے پڑا کہ ان کے پہلو میں چوٹ لگائی گئی تھی۔ مکشوح کے اسم اور نسب میں اختلاف ہے۔ قیس بہادر گھڑسوار اور شاعر تھے۔ یہ عمرو بن معدی کرب کے بھانجے تھے، یمن میں یہ اسلام سے مرتد ہوئے لیکن دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے، بہت سے معرکوں میں داد شجاعت دی، قادسیہ اور فتح نہاوند میں ان کا نمایاں کردار ہے۔ حضرت علیؓ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

Marfat.com

کوئی اس سے قطع تعلق کرے تو وہ اس سے تعلق جوڑتا ہے۔ وہ مومنوں کے لیے رحم دل اور کافروں کے لیے سخت ہے۔ وہ تمھیں بھلائی کی بات ہی کہے گا۔ اس لیے اس کے کسی حکم اور رائے کی مخالفت نہ کرنا۔ میں نے اسے حکم دیا ہے کہ تمھاری بات پر توجہ دیا کرے۔ تم اسے نیکی اور تقویٰ کی بات ہی کہنا۔ میں نے سنا ہے کہ جاہلیت میں بھی تم شریف، معزز، تجربہ کار اور بہادر تھے۔ اب ان خوبیوں اور صلاحیتوں کو کفر کے مقابلے پر اسلام کے لیے کام میں لاؤ۔ اس میں تمھارے لیے اجرِ عظیم اور مسلمانوں کے لیے فتح و نصرت ہوگی''۔

قیس نے کہا:

''میں زندہ رہا اور دشمن سے مقابلہ ہوا تو ان شاء اللہ آپ کو میرے متعلق خوش کن خبریں ملیں گی''۔[1]

رافع الطائی رضی اللہ عنہ کو نصیحت

رافع الطائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک جنگ میں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو میں نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجیے، مگر وہ لمبی نہ ہو کہ میں بھول جاؤں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ تم پر رحم کرے اور تمھیں برکت دے (یہ بات آپ نے دو دفعہ فرمائی) فرض نمازیں وقت پر ادا کیا کرو، اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی سے دیا کرو۔ رمضان کے روزے رکھا کرو، حج کرو اور امیر (حاکم) نہ بننا''۔

میں نے کہا: ''آج کل تو آپ لوگوں کے امیر (حکمران) بہترین لوگ ہیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''آج تو امارت کی ذمہ داری کم اور آسان ہے۔ لیکن آیندہ یہ بڑھ جائے گی اور نااہل لوگ حکمران بنیں گے۔ ان کا حساب طویل اور ان کے لیے عذاب سخت ہوگا۔ جو لوگ حکمران نہیں بنیں گے ان کا حساب آسان اور ان کی سزا نرم ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکمران مسلمانوں پر ظلم کریں گے اور جو مسلمانوں پر ظلم کرے، وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوتا ہے۔ مسلمان اللہ کے پڑوسی اور اس کی پناہ میں رہنے والے لوگ ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ اگر تمھارے کسی پڑوسی کی کسی بکری یا اونٹ کو نقصان پہنچ جائے تو تم رات بھر کہتے رہتے ہو کہ ہائے میرے پڑوسی کی بکری یا اونٹ۔ پھر سوچو کہ اللہ اپنے پڑوسیوں کے لیے کیوں غضبناک نہ ہوگا''۔

۱- تاریخ الخمیس

رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ: ''آپ نے یہ ذمہ داری کیوں قبول کر لی''؟ آپ نے تفصیل سے ساری صورت حال بیان کی اور بیعت کے موقع پر انصار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگوؤں کا ذکر کیا اور فرمایا:

''ان حالات میں میں نے یہ ذمہ داری اس لیے قبول کر لی کہ کہیں عام فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو اور ارتداد کی عام وبا نہ پھوٹ پڑے''[1]۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو نصیحت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نصیحت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا:

''سلمان رضی اللہ عنہ! اللہ کا تقویٰ اختیار کیے رکھو اور دیکھو فتوحات کا زمانہ آنے والا ہے۔ ان کے مالِ غنیمت میں سے تم اتنا ہی حصہ لینا جو پیٹ میں ڈال لو یا جسم پر اوڑھ لو۔ یہ بات بھی سمجھ لو کہ جو شخص پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے، وہ اللہ کی پناہ میں آ جاتا ہے۔ پس کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرنا جو اللہ کی پناہ میں آ چکا ہو کہ اس سے اللہ کا غضب بھڑکے گا۔ اور وہ تمھیں منہ کے بل آگ میں جھونک دے گا''[2]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں تھے، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس گئیں۔ آپ غمزدہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد محترم سے نصیحت کرنے کے لیے کہا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سر اٹھا کر انھیں دیکھا اور فرمایا:

''اُمُّ المومنین! وہ وقت آ پہنچا ہے جس نے پردے ہٹا دیے ہیں اور میں اپنا انجام دیکھ رہا ہوں۔ اب اگر خوشی ہے تو وہ بھی دائمی اور پریشانی ہے تو وہ بھی مستقل۔ میں نے ان لوگوں کی امارت کا بوجھ ایسے حالات میں اٹھایا کہ اگر اس وقت میں یہ ذمہ داری قبول نہ کرتا تو امت ضائع ہو جاتی۔ میرا اللہ گواہ ہے کہ میں نے اسی وجہ سے یہ بوجھ اٹھایا۔ اس کے بعد نہ میرے اندر غرور پیدا ہوا، نہ میں نے فخر کیا۔ نہ زیادہ مال حاصل کرنے کی کوشش کی۔ میں بس اتنا لیتا رہا جس سے بھوک مٹا اور پیاس بجھا سکوں۔ وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں، بلکہ گزارے کے مطابق۔ یا پھر جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑا لیا ہے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو یہ برتن (پیالہ وغیرہ) چکی اور غلام واپس کر دینا۔ میرے اوپر کی یہ چادر

۱- الریاض النضرة – تاریخ الخلفاء ۲- تهذیب تاریخ ابن عساکر

Marfat.com

بھی واپس کر دینا جو سردی سے بچنے کے لیے میں اوڑھتا رہا ہوں اور میرے نیچے کا یہ بستر بھی لوٹا دینا جو میں زمین پر بچھاتا رہا ہوں''۔ (اس بستر میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے)[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت

''میں اپنے بعد تمھیں خلیفہ بنا رہا ہوں۔ میں تمھیں اللہ کا تقویٰ اختیار کیے رکھنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ کچھ کام دن کو کرنے کے ہیں جو رات کو کیے جائیں تو اللہ قبول نہیں کرتا۔ اسی طرح کچھ رات کی ذمہ داریاں ہیں جو دن کو ادا کی جائیں تو اللہ انھیں قبول نہیں فرماتا۔ جب تک فرض ادا نہ کیا جائے نفل قبول نہیں ہوتے۔ قیامت کے دن جن کے اعمال کے وزن بھاری ہوں گے، وہ دنیا میں حق کی پیروی کی وجہ سے ہوں گے اور جس میزان میں صرف حق ہو، اسے بھاری ہونا ہی چاہیے۔ جن کے اعمال کے وزن قیامت کے دن ہلکے ہوں گے، اس کا سبب یہ ہوگا کہ دنیا میں انھوں نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور جس میزان میں باطل ہی ہو، اسے ہلکا ہونا ہی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اہلِ جنت کا ذکر کیا ہے تو ان کے اچھے اعمال کا ذکر کیا ہے اور ان کی برائیوں سے صرف نظر فرمایا ہے۔ میں جب ان کا ذکر پڑھتا سنتا ہوں تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اہلِ دوزخ کا ذکر کیا ہے وہاں ان کے بدترین اعمال کا ذکر کیا ہے، لیکن ان کی نیکیوں کا ذِکر نہیں کیا۔ جب ان کا ذکر آتا ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت کی آیات کے ساتھ ہی عذاب کی آیات کا بھی ذکر کیا ہے، تاکہ مومن امید و بیم کی کیفیت میں رہے۔ وہ اللہ سے نہ غلط امیدیں وابستہ کرے اور نہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے۔

اگر تم میری نصیحت کو یاد رکھو گے تو کوئی غیر حاضر تمھیں موت سے زیادہ محبوب نہ ہوگا اور موت تو تمھیں آنی ہی ہے۔ اگر تم نے میری نصیحت بھلا دی تو کوئی غائب تمھیں موت سے زیادہ ناپسند نہ ہوگا اور تم اللہ کے فیصلوں کو ٹال تو نہیں سکتے''۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مجھے امارت کی ضرورت نہیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لیکن امارت کو تو تمھاری ضرورت ہے۔ میں نے حالات کو ملحوظ رکھ کر تمھیں خلیفہ مقرر کیا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپؐ ہمیں اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے۔ حالت یہ ہوتی تھی کہ جو کچھ ہمارے ہاں آتا تھا، اس میں سے کچھ بچا کر ہم آپؐ کے ہاں ہدیتاً بھیجتے تھے۔ پھر میں نے اپنا دور بھی دیکھا ہے۔ میں نے اپنے سے پہلوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ گواہ ہے کہ میں کبھی ایسی گہری نیند نہیں سویا کہ خواب دیکھنے لگوں۔ میں سیدھی راہ پر قائم ہوں اور اس میں کوئی کجی نہیں پیدا ہوئی۔

۱- مفتاح الافکار ۲- البیان والتبیین – ابن الاثیر – العقد الفرید

عمر! سب سے پہلے میں تمھیں جس چیز سے چوکنا کرتا ہوں، وہ تمھارا نفس ہے۔ ہر نفس کی کچھ خواہشات ہوتی ہیں۔ تم اس کی ایک خواہش پوری کرو گے تو وہ دوسری کی طرف لپکے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ساتھیوں کے بارے میں ہوشیار رہنا۔ ان کی نگاہوں میں لالچ پیدا ہو چکا ہے۔ ان کے پیٹ پھول گئے ہیں۔ ان میں سے ہر کوئی اپنی ذات سے محبت کرنے لگا ہے۔ جب ان میں سے کوئی پھسلتا ہے تو دوسرے اس پر تعجب کرتے ہیں۔ دیکھنا تم ایسے نہ ہو جانا۔ جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو گے، یہ تم سے ڈرتے رہیں گے اور ان پر تمھارا رعب طاری رہے گا۔ جب تک تم سیدھی راہ پر چلتے رہو گے تو یہ تمھارے سامنے رہیں گے۔ تمھارے لیے یہی میری نصیحت ہے۔ والسلام علیک''۔[1]

............❀❀❀............

۱- کتاب الخراج از امام ابویوسفؒ

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کے چند ارشادات

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

❀......جس ذات کے قبضے میں میری جان ہے اس کی قسم! میں نے خلافت کی کبھی ایک لمحے کے لیے بھی کوئی خواہش نہیں کی۔ میں نے اس کے لیے کھلے یا چھپے کبھی اللہ سے دعا بھی نہیں کی۔ میرے ذہن میں کبھی یہ بات بھی نہیں آئی کہ اس خلافت کے ذریعے مجھے کسی مسلمان پر کوئی فوقیت حاصل ہو، میرے اوپر تو اس کی ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے جسے اللہ کی توفیق اور نصرت کے بغیر اٹھانے کی مجھ میں ہمت نہیں[1]۔

❀......وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو اسلام کے غلبے سے پہلے ہی اسلام کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے[2]۔ نیک لوگ ایک ایک کر کے اٹھائے جا رہے ہیں۔ پھر تلچھٹ باقی رہ جائے گی جس کی اللہ کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں ہوگی[3]۔

❀......جھوٹ سے اجتناب کرو کہ جھوٹ ایمان کی ضد ہے[4]۔

❀......مسلمان کو ہر چیز کا اجر ملتا ہے، حتیٰ کہ اس کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کا بھی اجر ملتا ہے۔ اس کا سامان گم ہو جائے۔ وہ پریشان ہو کر اسے تلاش کرے۔ پھر وہ اسے مل جائے تو اس پریشانی کا بھی اجر ملتا ہے۔

❀......شاعر کبھی کبھی دانائی کی بات کہہ دیتے ہیں[5]۔

❀......موت سے پیار کرو تمھیں زندگی ملے گی[6]۔

❀......زیادہ باتیں ایک دوسرے کو بھلانے کا سبب بن جاتی ہیں اور تمھارے حصے کی بات تو وہی ہے جو تمھیں یاد رہے۔

۱- تہذیب تاریخ ابن عساکر — ۲- الفائق للزمخشری
۳- تاریخ الخلفاء (سیوطی) — ۴- مسند امام احمد
۵- تاریخ الخلفاء (II) — ۶- عیون الاخبار

❀......سب سے بڑی حکمت تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے۔ سب سے بڑی سچائی امانت اور سب سے بڑا جھوٹ خیانت ہے[۱]۔

❀......محبت اور نفرت کے آثار دُوسروں تک منتقل ہوتے ہیں[۲]۔

❀......مصیبت بولنے کے ساتھ وابستہ ہے[۳]۔

❀......تین خصلتیں جس میں پائی جاتی ہوں وہ اس کے لیے وبال ہوتی ہیں۔ بدکاری، بدعہدی اور عیاری و مکاری۔

❀......وہ قوم ذلیل ہو جاتی ہے جو اپنے معاملات کا سربراہ عورت کو بنا لے۔

❀......جس سے مشورہ لو، اس سے اس معاملے کا کوئی پہلو نہ چھپاؤ۔

❀......مجھے ان گھر والوں سے نفرت ہے جو کئی دِنوں کا رزق ایک دِن میں ختم کر دیں[۴]۔

❀......اللہ سے عفو و درگزر اور عافیت کی درخواست کرتے رہو اور سمجھ لو کہ صبر نصف ایمان ہے اور یقین کامل ایمان[۵]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے جاہلیت میں کبھی شراب پی؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کی پناہ''! پوچھا گیا'' کیوں''؟ تو آپ نے فرمایا:'' میں اپنی عزت اور مروّت کی حفاظت کرتا تھا اور جو شخص شراب پیتا ہے، وہ اپنی عقل اور عزت کا نقصان کرتا ہے''۔ آپ کی یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا:'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا''[۶]۔

ایک آدمی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ:'' تمھیں ایسی گالی دوں گا جو قبر میں بھی تمھارے ساتھ جائے گی''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' اللہ کی قسم! وہ میرے نہیں بلکہ تمھارے ساتھ قبر میں جائے گی''[۷]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عاصم رضی اللہ عنہ کا اُمِ عاصم کے حق میں فیصلہ دیا

۱- حلیة الاولیاء– تهذیب تاریخ ابن عساکر طبقات الشعرائی ۲- العقد الفرید
۳- مجمع الأمثال اور الفائق للزمخشری ۴- البخلاء للجاحظ
۵- الفائق ۶- منتخب کنز العمال ۷- الکامل للمبرد

Marfat.com

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تمھاری نسبت والدہ کی خوشبو اور اس کی نرمی اور شفقت بچے کے لیے زیادہ بہتر ہے''۔[1]

آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے پڑوسی سے جھگڑ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اپنے پڑوسی سے مت جھگڑو کہ لوگ تو چلے جائیں گے اور یہ تمھارے ساتھ رہے گا''۔[2]

آپ کو ایک شخص پر شدید غصہ آیا تو ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں اس کی گردن اڑا دوں''؟ آپ نے فرمایا: ''تمھارا ستیاناس ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اس کا حق نہیں پہنچتا''۔[3]

آپ رضی اللہ عنہ ایک باغ میں گئے۔ وہاں درختوں کے سایے میں ایک پرندہ تھا۔ اسے دیکھ کر ایک لمبی سانس لی اور فرمایا: ''پرندے! تم بڑے خوش نصیب ہو۔ درختوں کا پھل کھاتے اور سایے میں آرام سے رہتے ہو اور تمھارا کوئی حساب نہیں ہوگا۔ کاش! ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تمھاری طرح ایک پرندہ ہوتا''۔[4]

❀ ......جو شخص کسی مسلمان پر ظلم کرتا ہے وہ اللہ کی دی ہوئی پناہ میں مداخلت کرتا ہے اور جسے لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار بنایا جائے اور وہ انھیں کتاب اللہ کی تعلیم نہ دے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جو فجر کی نماز ادا کرے، وہ اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے۔[5]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا تو آپ نے تعزیت کرتے ہوئے بیوی سے فرمایا: ''اللہ تمھیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے''۔[6]

جب آپ کسی سے تعزیت کرتے تو فرماتے: ''صبر مصیبت کو ختم کر دیتا ہے اور جزع وفزع کا کوئی فائدہ نہیں۔ دنیا کی زندگی سے موت کا وقت زیادہ سخت ہوتا ہے اور بعد میں جو کچھ پیش آنے والا ہے موت اس سے زیادہ آسان ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا تصور ذہن میں رکھو تو اس مصیبت کو بھول جاؤ گے اور اللہ تمھیں اجرِ عظیم عطا فرمائے گا''۔[7]

۱- تاریخ الخلفاء ۲- الفائق ۳- الفائق
۴- تاریخ الخلفاء ۵- تاریخ الخلفاء ۶- الفائق
۷- تهذيب تاريخ ابن عساكر

Marfat.com

میت کے لیے دعا یوں کرتے: ''یا اللہ تیرے اس بندے کو اس کے مال، اہل وعیال اور خاندان نے چھوڑ دیا ہے۔ اس کی لغزشیں بہت ہیں اور تو غفور اور رحیم ہے''[۱]۔

جب کوئی شخص آپ کی تعریف کرتا تو فرماتے: ''اے اللہ! جتنا میں اپنے آپ کو جانتا ہوں تو مجھے اس سے زیادہ جانتا ہے اور میں ان سے زیادہ اپنے آپ کو جانتا ہوں۔ اے اللہ! میرے بارے میں جو یہ گمان رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر بنا دے۔ جو بات یہ نہیں جانتے (اور میرے بارے میں کہہ رہے ہیں) اس کی مغفرت فرما دے۔ اور یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر مواخذہ نہ فرمانا''[۲]۔

آپ فرماتے: ''میری خواہش ہے کہ میں کسی مومن بندے کے جسم کا ایک بال ہوتا''۔ کبھی فرماتے: ''کاش میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا''[۳]۔

اپنے خطبے کے آخر میں آپؓ فرماتے: ''یا اللہ! میرا خاتمہ خیر پر ہو۔ میرے بہترین اعمال آخری ہوں اور میرے لیے بہترین دن وہ ہو جس دن میں تیرے حضور پیش کیا جاؤں''۔ جب آپ یہ کلمات کہتے تو یہ اس بات کی علامت ہوتی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ مکمل کر لیا ہے[۴]۔

آپ اکثر یہ دعا کرتے: ''یا اللہ مجھے ایمان ویقین، عافیت اور حسنِ نیت عطا فرما''[۵]۔

آپ کی زبان سے آخری کلمات یہ نکلے: ''میرے رب، مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور نیکوکاروں میں شامل فرما''[۶]۔

.... ❀❀❀ ....

۱- تاریخ الخلفاء
۲- اسد الغابة
۳- صفة الصفوة
۴- العقد الفرید
۵- فضائل الصحابة والال
۶- الریاض النضرة- تاریخ طبری

Marfat.com

ادارہ معارف اسلامی، لاہور

کی شائع کردہ چند علمی و تحقیقی کتب

قرآن مجید معریٰ یک رنگ اور دو رنگوں میں	ابوالاعلیٰ مودودیؒ علمی و فکری مطالعہ مرتبین: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، سلیم منصور خالد	تفسیر مطالب الفرقان کا علمی و تحقیقی جائزہ پروفیسر حافظ ڈاکٹر محمد دین قاسمی	الاسماء الحسنیٰ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
اقضیۃ الرسولؐ امام ابن الطلاح الاندلسی	اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش علی عزت بیگوویچ ترجمہ: پروفیسر محمد ایوب منیر	دیکھنا! قافلہ چھوٹ نہ جائے ڈاکٹر عبداللہ عزام شہید	رودادِ قفس زینب الغزالی
اسلام اور عصر حاضر کا چیلنج (مقالات) مولانا معین الدین خٹک مرحوم	امریکہ میں یہودی تنظیمیں لی او براکین ترجمہ: نذیر حق	داعی کا منصب حقیقی الشیخ حسن البصیعی ترجمہ: مولانا گل زادہ شیرپاؤ	یادنامہ سید اسعد گیلانیؒ مرتب: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
انیسویں صدی کی چند نامور مسلم شخصیات ڈاکٹر احمد امین مصری ترجمہ: شیخ نذیر احمد	قرآن اور عورت پروفیسر محمد دین قاسمی	صدائے رستاخیز سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	ماہر القادریؒ (حیات و ادبی خدمات) ڈاکٹر عبدالغنی فاروق
معطر کلمات شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ	تاریخ دعوت و جہاد ڈاکٹر عبیداللہ فلاحی	پھر نظر میں پھول مہکے پروفیسر محمد اکرم طاہر	مسلمانوں کے سائنسی کارنامے ڈاکٹر غلام قادر لون
اللہ کے بارے میں میرے احساسات اسلامی جمعیت طالبات	کرنل (ر) محمد رشید عباسی مرتب: محمد صغیر قمر	مشاہدات میاں طفیل محمد	مغرب پر اقبال کی تنقید ڈاکٹر عبدالغنی فاروق
چودھری علی احمد خان ڈاکٹر سید اسعد گیلانی	عزیمت کے راہی (اول دوم) حافظ محمد ادریس	جیلانی بی اے حیات اور ادبی خدمات بشیر احمد منصور	میری تحریکی یادداشتیں چودھری محمد اسلم
مولانا مودودی کی نثر نگاری ڈاکٹر امتیاز احمد	اسلامی انقلاب اصول، منہج اور تقاضے ڈاکٹر عبدالحمید الغزالی، ترجمہ: محمد ظہیر الدین بھٹی	کاروان عزیمت ڈاکٹر عبدالغنی فاروق	رسائل و مسائل (ہشتم) مولانا عبدالمالک

ادارۂ معارفِ اسلامی

ملنے کا پتا

مکتبہ معارف اسلامی

منصورہ، لاہور، پاکستان

پوسٹ کوڈ: 54790. فون: 35432476,35432419,35419520-4

Marfat.com

حیاتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تصنیف

الاستاذ علی الطنطاوی

سابق جج ہائی کورٹ، دمشق

ادارہ معارفِ اسلامی

Marfat.com